

نام کتاب
الوروالشذی علی جامع الترمذی

تقریر

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن قدس سرہ

جامع

حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحب (انڈیا)

تصنیف

مولوی محمد وسیم مولوی محمد اسماعیل شرکادہ و شریعت

کتابت

خلیل احمد بن شناق احمد

مطبع

۱۴۱۶ھ

ناشر

معبود الخلیل لاسلامی - کراچی

تقریر جانشین حضرت شیخ الہند حضرت مولانا الحاج حسین احمد
صاحب مدنی نور اللہ شریعت دارالحدیث دارالعلوم دیوبند۔

حضرت مولانا السید اصغر حسین صاحب مرحوم و مغفور جو بک متعدد
کتابوں میں میرے ہم سبق رہے تھے اسلئے میں موصوف سے بہت زیادہ
واقف ہوں۔ موصوف کو اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے اپنی فیاضیوں سے
نواز دیا تھا طبیعت ذکی اور سلیم عطا کی گئی تھی۔ موصوف نوعمری کی
لغویات سے عموماً علاحدہ رہتے تھے جس طرح انوشرافت نسبی عطاک کی گئی
تھی اسی طرح شرافت طبعی سے بھی مالا مال کیا گیا تھا۔ یہ مجموعہ ان تقریروں
کا ہے جو کہ موصوف نے حضرت امام ارباب شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز سے
ترمذی شریف پڑھتے وقت لکھی تھیں۔ چونکہ قدرت نے حفظ اور فطانت
سے نوازا تھا اس لئے مضامین مندرجہ تقریر بالظہان کیا جانا ضروری ہے حضرت
موصوف میں کم گوئی کی نصلت حسنہ ابتداء سے اخیر تک قائم رہی اس کا
اثر اس مجموعہ میں بھی ہے۔ بنا بریں یہ مختصر اور مفید مجموعہ طابعین حدیث
کے لئے بہت کار آمد ہے۔ میں قوی امید کرتا ہوں کہ عشاق علوم نبویہ (علی
صاحبہا الصلوٰۃ والتیمات) اسکو کمال البصر بنا کر زیادہ سے زیادہ مستفید
ہونگے۔ واللہ الوفی۔

ذنگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

خادم علوم و دینیہ دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور ۲۸ شوال ۱۴۱۶ھ

تقریظ شیخ الادب الفقه حضرت مولانا الحاج محمد اعجاز علی صاحب قدس اللہ سرہ صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا الحاج المولوی السید اصغر حسین صاحب قدس سرہ دیوبند کے ان علماء میں سے تھے جنکا علم، تقویٰ، زہد، تواضع و عوام میں مشہور تھا، دیوبند میں جب ”میں صاحب“ کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا تو اس سے آپ ہی کی ذات مراد ہوتی تھی۔

میں نے اپنے طالب علمی کے زمانہ میں ترمذی شریف، ابو داؤد شریف، بخاری شریف کی وہ یادداشتیں حضرت ممدوح سے لیکر نقل کر لی تھیں جو حضرت ممدوح نے بوقت درس کی تھیں، لیکن میری بدقسمت سے وہ میرے پاس سے اس وقت ضائع ہوئیں جب کہ میں الگ محنت تھا۔

اس تقریر کے لئے میرا کچھ عرض کرنا نا شناس کی تحسین یا تجاویز من الحمد ہے، کیونکہ ہمیں مضامین توقیط العالم حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ کے ہیں اور ان کے جامع حضرت میاں صاحب پس حق زمرہ تمام باجمال یا مستغنی ست

ہاں طلبہ علوم سے عموماً اور طلبہ علوم حدیث سے خصوصاً یہ عرض کرونگا کہ یہ تقریر علوم حدیث کا ایک بے کنار سمندر ہے اس کو حرز جان بناویں اور بار بار مطالعہ کریں، ہر مرتبہ کے مطالعہ میں وہ انشاء اللہ محسوس کریں گے کہ ان کے علم میں بہت کچھ اضافہ ہوا۔ اور حضرت میاں صاحب کے

صاحبزادہ بھی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ وہ اس تقریر ہی کی اشاعت پر اکتفا نہ کریں بلکہ بقیہ تقاریر کو بھی شائع فرماویں، ان کی یہ علمی یادگار ان کے لئے بھی نافع ہوگی آپ کے لئے بھی اور آپ لوگ ان کے لئے ایک ایسا صدقہ جاریہ قائم کر دیں گے کہ جس کا ثواب ان کو زمانہ مدیدہ تک ملتا رہے گا۔

محمد اعجاز علی غفرلہ ۲۸ شوال ۱۳۷۷ھ

تقریظ جامع معقولات منقول حاوی فروع و اصول
حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی صد المدین دارالعلوم دیوبند

خاصداً و معصیاً و مسکناً، انشاء اللہ: حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب المعروف بہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دارالعلوم اپنے زمانہ کے ان اولیاء کبار میں سے تھے جن کی زندگی از سر کا یا اتباع سنت نبوی (علی صاحب الصلوٰۃ والسلام) کا کامل نمونہ تھی، انہوں نے آخر دم تک دارالعلوم دیوبند میں استاذ حدیث کی حیثیت سے اپنا تعلق قائم رکھا، اس وقت وہ اگرچہ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن ان کے علمی کارنامے زیور طہانت سے آراستہ ہو کر مفید عوام و خواص بن چکے ہیں اور کچھ حصہ ان مسودات کی شکل میں محفوظ ہے، ان کے خلف کبر مولوی سید اختر حسین مدرس دارالعلوم دیوبند آہستہ آہستہ ان کو نظر عام پر لانے کیلئے سعی میں۔

کتاب زیر نظر حضرت میاں صاحب کے مسودات میں سے ایک اہم اور قابل قدر ان مضامین و تقاریر کا مجموعہ ہے جو امام ربانی استاذنا و

مقدمہ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى.

اتباعہد یہ مجموعہ ان تفاریر و مضامین کا ہے جو وقت درس حدیث
فخر الفسین خاتم الحشین حضرت شیخ الہند مولانا الحاج محمد وحسن
صاحب محدث اعظم دارالعلوم دیوبند قدس سرہ کی زبان فیض عربیان
سے شکر عالم زبان حضرت میاں صاحب مولانا الحاج شیدائے صفوحین
صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ضبط و تحریر کیا تھا۔

مضامین کی خوب اور حضرت مولانا الحاج الہند رحمہ اللہ کی علمی تقریر کی عمدگی
محتاج بیان نہیں تمام ہندوستان میں آپ کے علوم و کمال خصوصاً خاص
حدیث کا تجر اور مہارت کی دنیا میں جیسے شہرت تھی وہ ظہر بن الشمس
ہے حضرت مولانا کا حلقہ درس دیکھ کر سلف صالحین و اکابر محدثین کے
حلقہ تحریث کا نقشہ نظروں میں پھر جاتا تھا۔ نہایت سبک اور سہل
الفاظ بامحاورہ اردو میں اس روانی سے تقریر فرماتے کہ معلوم ہوتا
دریا منہ آ رہا ہے حضرت صرف شراعی کی تعلیم کے احاطہ میں محصور
نہ تھے بلکہ وہ مضامین عجیب انہیں شروع و حواشی کے مطالعہ سے
آپ کے ذہن مصطفیٰ میں آتے تھے جو دیدہ تھے زشتید فقہاء و شراح کے
بجمل دلائل کو اس شرح و بسط سے بیان فرماتے کہ باید و شاید وہ دقیق

استاد اہل حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہ نے درس
ترغیب میں بیان فرمایا جس بحدت میں صاحب نے اپنے استاد کے مضامین
کو انہی مختصر الفاظ میں ضبط کیا ہے جو استاد کی فیض زبان سے ادا ہونے
اس صورت میں یہ تقریر حضرت شیخ الہند کی تقریر ہے جس پر پورا اعتماد
کیا جاسکتا ہے یہ مجموعہ اساتذہ و علماء کے لئے عربی اور طلبہ کے لئے خصوصاً فایز
منفید ہے اور طویل مباحث میں بڑی جملات کی طرف مراجعت سے استغناء
ہو جاتا ہے۔ میں ابد کرتا ہوں کہ انشاء اللہ العزیز حدیث کی خدمت کے
سلسلہ میں یہ ایک نادر اضافہ ثابت ہوگا اور شاہ فقیہ علوم نبویہ اعلیٰ
صاحبہا الفضلۃ والسلام اس سے بہت زیادہ مستفید ہوں گے۔
فقط واللہ المعین۔

محمد ابراہیم مفتی عنہ لیاوی ۱۱۲۱ ھ

فرق اور وہ لطائف و رموز شانے کے طلبہ بے سائے سبحان اللہ کہ اٹھتے
حضرت مولانا نے اپنی تقریر میں شروح احادیث کا عطر نکال کر رکھ دیا
ہے۔

حضرت کاظم زحید ثانی اور صبح بن اتوال الفقہار والاعادیت
بالکل وہی تھا جو ہندوستان کے نامی گرامی علی خاندان قطب
عالم حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب
قدس سرہما کا تھا۔ درس و تدریس اور قرأت و تفسیر کے لحاظ سے
حضرت مولانا کی سند حدیث کا سلسلہ بھی دو طرح حضرت شاہ ولی اللہ
صاحب قدس سرہما پر مبنی ہوتا ہے۔ احادیث کے تعلق جو تعلق بتاؤں
و تطبیق تو جبرہ و تحقیق حضرت مولانا نے بیان فرماؤں وہ ضبط کی گئی وہ
خاص خاص امور اور چیدہ چیدہ احکام ضبط کئے گئے جسکی ضرورت
موسوں ہوئی۔ سہل اور آسان مطالب کے ضبط کا خیال نہیں کیا گیا
ہدیں و وجہ یہ تقریر نہایت مختصر ہے۔ چونکہ یہ جو ایک بے خل اور
مقدس محدث کے پاک منہ سے نکلے ہوئے مضامین اور ارشاد نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلقات میں اور ایک مجسم زہد و تقویٰ عالم
زبان کے جمع کردہ ہیں بنا بریں مجسمہ بلا کسی تصرف و تفسیر کے بغرض
افادہ عام اسکو طبع کر لیا گیا ہے۔ اگر کس جگہ کون غلطی بہت قلم
سے یا سوارہ گئی ہو تو اسکو منظور یا ناقص کی طرف منسوب نہ کیا
جاوے بلکہ کتابت کی غلطی یا طبع کنندہ کے قصور پر محمول کیا جاوے۔
خدا اورش والتماس ہے کہ اس متبرک مجموعہ کو نہایت ارب
و تعظیم کے ساتھ مطالعہ فرمایا جاوے۔ لاپرواہی اور بے قدری یا بغیر
سے ہرگز مطالعہ نہ کیا جاوے۔

نیز ایسا بھی اور کم استدعا بھی اسکو نہ دیجئے کہ جسکو کتاب اور
فن سے کچھ مناسبت ہی نہ ہو اور کچھ نہ سکے۔

والفود عوانا ان الحمد لله رب العالمین۔
والصلوة والسلام علی سید المرسلین
وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

سید اختر حسین عفی عنہ
۱۲ عمر شریف

لہ اول عن مولانا الشیخ محمد قاسم عن مولانا الشیخ الشاہ عبدالغنی
عن مولانا الشیخ الشاہ محمد اسحاق عن مولانا الشیخ الشاہ
عبدالغنی عن مولانا الشیخ الشاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ
اجمعین۔ دوم عن مولانا الشیخ احمد علی عن مولانا الشیخ
الشاہ محمد اسحاق عن مولانا الشیخ الشاہ عبدالغنی عن
مولانا الشیخ الشاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اجمعین ۱۲

کلمۃ الشکر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حاصلہ اور مصطفیٰ و مسلمان۔ بقا بعد۔ اللہ جل شانہ کے فضل و کرم سے اس سال
روزانہ حدیث کے مطابق میں شرکت نصیب ہوئی۔ سال کے شروع میں اس شانہ
محرم نے بہت سی شروعات (عزنی مالدو) کی طرف رہنمائی فرمائی۔ بھلا اُن کے
مصور و الشذی علی جان الترمذی اقرار حضرت شیخ الحدیث سرفیسے حضرت
کے تمیز ارشد حضرت عباس صفر میں صاحب نے دور میں سبق قلم بند فرمایا تھا) کا
تذکرہ جس پر اس کا شایع کیا گیا ہے بعد ایک نسخہ قدیم بطور یاد دہانی حاصل ہو سکا تو انہیں
پیدا ہوئی کہ کاش یہ کتاب از سر نو کتابت کے ساتھ سعید الخلیل سے ہی چھپ جاتی
تو اپنے اگاہ برین و جہم اللہ کے ذریعہ میں سے ہم بھی مستفید ہوتے۔ کار ساری
و مستغنی کہ مدرسہ کے نظم حافظ محمد شاہ صاحب مدظلہ نے اس کو خوش پسند فرماتے
لیا ہم دو ساتھیوں نے تصحیح کتابت اور ترتیب فرموت (و بطور کتاب میں نہ تھی)
کو اپنی سلامت کہا۔ اپنے اس تذکرہ محترم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ احوال
بعد میں صحیح مسلم و شریعہ صالحی (الکاف) سے تعاون حاصل کیا آپ نے مراجمت کتب و
تصحیح میں قدم بہ قدم ہماری راہنمائی فرمائی جس سے آج یہ کتاب ہمارے ہاتھوں
میں ہے۔ فَلَلهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

مولائے کریم۔ اس خدمت کو قبول فرمائے ہمارے لئے اور خصوصاً اس شانہ
محرم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب و حافظ محمد شاہ مدظلہ کے لئے نہایت
آخری اور مدرسہ کے لئے قابلِ ذکر باطنی ترقیات کا ذریعہ فرمائے محمد و سیم و محمد اسماعیل
شیخ نے دوحۃ حدیث معہہ التحلیل الاسلامی کی چھ شتہ

فہرست مضامین الورڈ الشذی جلد اول

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱	باب کراہۃ فیض طہر الخرافۃ	۱	ابواب الطہارۃ
۲	باب الماء لا یجسہ شیء	۲	باب الطہور
۱۱	باب حدیث الطحطین	۳	باب بقاء الصلوۃ الطہور
۱۳	باب البول فی الماء التراکب	۴	باب القول اذا دخل الخلاء
۵	باب ماء البحر	۵	باب من یمن الاستقبال عند الخلاء
۱۳	باب بول الغلام	۶	باب البول قائماً
۵	باب من یسقط البصر	۴	باب الاستنواء بالجرین
۱۵	باب بول الکول الفم	۵	باب البول فی الغتسل
۵	باب الوضوء من الزنج	۶	باب السواک
۱۶	باب الوضوء مما غیرت النار	۵	باب اذا استیقظ احدکم
۱۷	باب الوضوء من کم الاہل	۶	باب الضوضۃ والاستنقاء
۵	باب من الذکر	۶	باب مسح الرأس
۵	باب ترک الوضوء من القبضۃ	۶	باب ولی الاعتقاد من النار
۱۸	باب نبیۃ اقر	۵	باب الوضوء مرة مرة
۱۹	باب صور الکعب	۵	باب الضوضۃ بعد الوضوء
۲۱	باب سائر الخلاء واداء	۵	باب الاسباغ علی النکاح
۲۲	باب المسح علی الجرجین و الخلیلین	۵	باب الوضوء لکن مسلوقة

صفحة	عنوان	صفحة	عنوان	صفحة	عنوان	صفحة	عنوان
٥٨	باب لاصلاة الاقامة الكتاب	٢٦	باب الامام اتي في الامامة	٢٩	باب الاسفار	٢٢	باب مسح العمامة
٥٩	باب الامامين	٥	باب الامان بالليل	٣٠	باب تأخير الظهر لشدة الحر	٥	باب اغسل من الجنابتين
٦١	باب السكيات	٢٨	باب اذان السفر	٥	باب تجمل العصر	٥	الوضوء بعد
٥	باب وضع اليدين على شال	٥	باب الامام مائة من	٢٣	باب وقت المغرب	٢٣	باب وفقد جنة ولا يترك احتلاما
٦٢	باب تغيير منار الكوع والسجود	٢٩	باب كراهية الاجرة لمؤذن	٥	باب كراهية النوم	٥	باب الفتن فيصيب الثوب
٥	باب رفع اليدين	٥	باب كم فرض اذا مضى	٣٥	باب فضل اول الوقت	٥	المن فيصيب الثوب
٦٣	باب تسبيح الركوع والسجود	٥	باب فضل الصلوة	٢٤	باب من نام عن صلاة	٥	باب الجنب ينام قبل الغسل
٥	باب النسي عن القراءة	٥٠	باب فضل الجماعة	٣٩	باب قضاء العورات	٢٣	باب المتحاشة
٥	باب الركوع والسجود	٥	باب من سعى النداء ولا يجيب	٥	باب الصلوة الوسطى	٥	باب جمع الصلوتين بغسل المتحاشة
٥	باب من لا يقيم ظهره في الركوع	٥	باب الجماعة الثانية	٥	باب الصلوة بعد العصر	٥	باب وجوب متحاشة لكل صلاة
٥	باب ما يقول اذا رفع	٥٣	باب فضل صف اول	٣١	باب الصلوة قبل المغرب	٢٥	باب وطئ الحائض
٥	باب راسه من الركوع	٥	باب نصف بين الشواير	٥	باب من أدرك ركعة	٥	باب كفارة تيان الحائض
٦٥	باب وضع الركبتين	٥	باب الصلوة خلف الصف وحده	٣٢	باب الجمع بين الصلوتين	٥	باب الوضوء من التيمم
٥	باب السجود على الجبهة والانف	٥٣	باب يصل ومنه رجل	٥	باب بدء الاذان	٥	باب التيمم
٦٦	باب اعتدال في السجود	٥	باب اتي بالامامة	٥	باب التزجج	٢٤	باب البول على الارض
٥	باب اقامة الصلابة اذا	٥	باب حرمة الصلوة وتحليلها	٢٥	باب ارمال الاصابع	٢٨	البواب الصلوة
٥	رفع من الركوع والسجود	٥٤	باب نشر الاصابع	٥	باب التشويب	٥	باب اتي في مواقيت الصلوة
٥	باب كراهية ان يبارك للامام	٥	باب ترك الجهر ببسطة	٥	باب من اذن فهو يقيم	٥	باب منه
٦٤	باب كراهية الاعتداء	٥٨	باب قتل من اقرء	٣٦	باب	١٩	باب تقطع بالفرع

صفحة	عنوان	صفحة	عنوان
٤٩	باب اي المساجد افضل	٦٤	باب ما يقول بين اسميتين
٨٠	ابواب	٦٥	باب الاعتقاد في السجود
٦٥	باب السجدة	٦٥	باب النهوض من السجود
٨٢	باب الصلوة في ثوب واحد	٦٨	باب التشبه
٦٥	باب ابتداء القبلة	٦٥	باب الجلوس في التشبه
٨٣	باب الصلوة لغير القبلة	٦٥	باب رفع السابعة للإشارة
٦٥	باب كراهة ما يصل فيه واليه	٦٩	باب التسليم
٨٣	باب الصلوة على الدابة	٦٥	باب ما يقول بعد التسليم
٦٥	ابواب	٦٥	باب الانصراف ثنية وثلاثة
٨٥	باب اذا وصل الالم قاعدا	٦٥	باب التعديل
٨٤	باب السجود في التشبه الاول وغيره	٦٥	باب القراءة
٦٥	باب التخصيص	٤١	باب القراءة خلف الالم
٨٨	باب صلوة القائم والقاعد والائم	٤٦	باب تحية المسجد
٦٥	باب التطوع جائزا	٦٥	باب الارض كلها مسجد
٨٩	باب لا تنزع بكاءه عن السجدة	٦٥	باب من بنى لله مسجدا
٦٥	باب السدل	٤٤	باب تحاذي المساجد على القبور
٦٥	باب مسح المحض	٦٥	باب كراهة السجود في المسجد
٦٥	باب الانحصار	٤٨	باب التفتق قبل الجمع
٦٥	باب	٦٥	باب سجدة اس على التقوى

صفحة	عنوان	صفحة	عنوان
١٠٥	باب فضل صلوة الليل	٩٠	باب
١٠٦	باب نزول الريح	٩٠	باب طول القيام والسجود
٩٠	ابواب الوتر	٩١	باب ما جاء في قتل الاسوديين
١٠٨	باب صلوة الزوال	٩٠	باب سجود السجود قبل السلام وبعد
٩٠	ابواب صلوة الاستخارة	٩٢	باب سجدة السجود السلام والكلام
١٠٩	ابواب الجمع	٩٣	باب الشك في الزيادة والنقصان
٩٠	غسل جمعه	٩٥	باب التسليم على الركعتين في الظهر والعصر
١١٣	باب	٩٤	باب القنوت
٩٠	باب الركعتين عند الخطب	٩٥	باب العطس في الصلوة
١١٦	باب اذان ثلاث	٩٨	باب
١١٤	باب الصلوة قبل الجمعة وبعد	٩٥	باب الصلوة على الدابة
٩٠	باب ادراك الجمعة	٩٩	باب اقول ما يحاسب
١١٨	ابواب العيدين	٩٩	باب السنن المؤكدة
١١٩	باب النوافل قبل العيدين وبعدها	١٠٠	باب ركعتي الفجر
٩٠	باب خروج النساء	١٠٢	باب المذبح قبل الظهر
١٢٠	ابواب	١٠٢	باب المذبح قبل العصر
١٢١	ابواب السفر	١٠٣	باب الصلوة في البيت
١٢٢	باب كم تقصر	٩٠	باب متى ركعتي المغرب
٩٠	باب التطوع	٩٠	باب صلاة الليل ثلث ثلثين

صفحة	عنوان	صفحة	عنوان
١٣٠	باب	١٢٢	باب الجمع بين الصلوتين
*	باب صدقة الفطر	*	باب الكسوف
١٣١	باب النهي عن المسئلة	١٢٣	باب صلوة الخوف
١٣٢	باب رمضان	*	باب سجود القرآن
١٣٣	باب الأيلاء	*	باب يدرك الماء سائلاً
*	باب شحادة الصوم	*	باب مقدار الماء
*	باب شهر أعياد نقصان	*	البواب الزكوة
١٣٣	باب الرؤية	*	زكوة الذهب والورق
١٣٦	باب الفطر يوم تفطرون	١٢٥	باب صدقة الزرع
*	باب الصوم في السفر	١٢٦	باب
١٣٤	البواب	*	باب المال المستفاد
*	باب كفارة الفطر	*	باب زكوة الحمل
١٣٨	باب	١٢٤	باب لزكوة على ايتيم
*	باب لاصيام لمن لم	*	باب الركاز
*	يعزم من الليل	*	باب الخرص
١٣٩	باب صوم تطوع	١٢٨	باب السؤال والصدقة
*	باب صيام آخر شعبان	١٣٩	البواب صدقة الفارم
*	البواب	*	باب وصال صوم شعبان إل
١٣٠	باب لما شؤراء	*	باب

صفحة	عنوان	صفحة	عنوان
١٥٣	باب الحجامة	١٣٠	باب صيام العشر
*	باب نكاح المحرم	*	باب صوم سوا
١٥٤	باب الصيد للمحرم	١٣١	باب ثلث من كل شهر
١٥٨	باب الضيق	*	باب فضل الصوم
١٥٩	باب الفصل لدخول مكة	١٣٢	باب صوم الدهر
*	باب السعي	١٣٣	باب العيد والتشريق
١٦٠	باب الطواف	*	باب الحجامة
*	باب صلوة الطواف بعد الصلوة	١٣٥	باب دعوة اقسام
*	البواب	*	باب صوم الوصال
١٦١	باب اقصر في المنى	*	باب
*	باب الوقوف بعرفة	*	باب الاعتكاف
١٦٢	باب الجمع بين الصلوتين	١٣٦	باب ليلة القدر
*	باب من اورك الفارم كبح	١٣٤	باب التراويح
١٦٣	باب رمي الجمار راكباً	١٣٨	البواب الحج
*	باب اشتراك المدينة	١٣٩	باب تخرج النبي صلى الله عليه وسلم
*	باب الاشعار	*	باب تحية الحرم
*	باب تقليد الهدى	١٥٠	باب الافراد وغيره
١٦٣	باب عطب الهدى	١٥٢	باب ليس للحرم
*	باب ركوب الهدى	١٥٣	باب قتل الفواسق

صفحة	عنوان	صفحة	عنوان
١٤٥	باب الحلق قبل الذبح وغيره	١٤٥	باب طعام اهل البيت
١٤٦	باب قطع التلبية	١٤٦	باب الميت يندب بكاء ابيه
١٤٧	باب طواف الزيارة	١٤٧	باب المشي مع الجنائزة
١٤٨	باب حج الصبي	١٤٨	باب صلوة الجنائزة
١٤٩	باب الحج عن الغير	١٤٩	باب الفاتحة
١٥٠	باب الحج والعمرة	١٥٠	باب الصلوة في المسجد
١٥١	باب المحصر بالمرض	١٥١	باب قيام الامام
١٥٢	باب الطواف للمأذنة	١٥٢	باب الصلوة على الشهيد
١٥٣	باب السعي والطواف للعمرة	١٥٣	باب الصلوة على المقبر
١٥٤	باب المكث بمكة	١٥٤	باب الصلوة على النجاشي
١٥٥	باب موت المحرم	١٥٥	باب القيام للجنائزة
١٥٦	باب الرخصة للمرأة	١٥٦	باب التمدد والشفق
١٥٧	باب الاحرام بنية الغير	١٥٧	باب طهارة
١٥٨	باب الحج الاكبر	١٥٨	باب تسوية
١٥٩	كتاب الجنائز	١٥٩	باب كراهية الجلوس
١٦٠	باب النعش والنوحة	١٦٠	باب زيارة القبور
١٦١	باب غسل الميت	١٦١	باب ثناء الميت
١٦٢	باب التمسك والوضوء من الغسل	١٦٢	باب ما تقدم
١٦٣	باب الكفن	١٦٣	باب من احب لقاء الله

صفحة	عنوان	صفحة	عنوان
١٦٤	باب الوفاة قبل الدخول	١٦٤	باب قاتل نفس
١٦٥	باب التحريم للصبي والمعتق	١٦٥	باب موت يوم الجمعة
١٦٦	باب شحادة امرأة واحدة	١٦٦	ابواب النكاح
١٦٧	باب خيلاء الامه	١٦٧	باب الاعلان
١٦٨	باب الولد للفراش	١٦٨	باب الوليعة
١٦٩	باب يري المرأة فتعجب	١٦٩	باب النكاح الا بولي
١٧٠	باب سفر المرأة وحدها	١٧٠	باب البتنة
١٧١	باب الدخول على المرأة	١٧١	باب الاستيمار من البكر والشيب
١٧٢	باب طلاق المأذون	١٧٢	باب كراهة اليتمية
١٧٣	باب طلاق البتة	١٧٣	باب الوليان يزوجان
١٧٤	باب مطلق ثلث	١٧٤	باب نكاح العبد
١٧٥	باب الطلاق قبل النكاح	١٧٥	باب مهر النساء
١٧٦	باب طلاق الامه	١٧٦	باب نكاح حلال
١٧٧	باب الخلع	١٧٧	باب نكاح متعة
١٧٨	باب الطلاق بامر الاب	١٧٨	باب اشترط في النكاح
١٧٩	باب طلقة المتوفى	١٧٩	باب من اسلم وله عشرة
١٨٠	باب لما من متوفى عنما زوجها	١٨٠	باب الخطبة على الخطبة
١٨١	باب كفارة الظهار	١٨١	باب قسمة البكر والشيب
١٨٢	باب الايلاء	١٨٢	باب اسلام احد الزوجين

صفحة	عنوان	صفحة	عنوان
٢٠٠	باب الكاتب	٢٠٠	باب اللعان
٢٠١	باب من وجد شيئا بيعه	٢٠١	باب متوفى عنها زوجها
٢٠٢	باب غل الخمر	٢٠٢	باب ترك الشبهات
٢٠٣	باب الحارية مؤداة	٢٠٣	باب تغليظ الزور
٢٠٤	باب الاحتكار	٢٠٤	باب التجار
٢٠٥	باب اذا اختلف البيعان	٢٠٥	باب لشراء الى اجل
٢٠٦	باب بيع المذبر	٢٠٦	باب بيع المذبر
٢٠٧	باب بيع الكلب	٢٠٧	باب تلقى الجلب
٢٠٨	باب من يستغل العبد	٢٠٨	باب الحاقلة والزاجنة
٢٠٩	باب الخبارة	٢٠٩	باب البيع قبل بدو الصلوات
٢١٠	باب البيع قبل القبض	٢١٠	باب بيع ما ليس عنده
٢١١	باب بيع الخمر	٢١١	باب بيع الولاء
٢١٢	باب العود في الصبة	٢١٢	باب بيع الميوان
٢١٣	باب الغرأ	٢١٣	باب الخطبة بالخطبة
٢١٤	باب الخش	٢١٤	باب البيع بعد التأخير
٢١٥	باب الرخمان في الوزن	٢١٥	باب البيعان بالخيار
٢١٦	باب الحوالة	٢١٦	باب لا غلاية
٢١٧	باب السلم	٢١٧	باب المصرة
٢١٨	باب الحاقلة	٢١٨	باب الاشتراط

صفحة	عنوان	صفحة	عنوان
٢٢٢	باب استقراض بصير	٢٢٢	باب الديات
٢٢٣	باب البيع في السجدة	٢٢٣	باب من مضى رأسه
٢٢٤	باب الاحكام	٢٢٤	باب قتل الذمي
٢٢٥	باب البيعة للعدو	٢٢٥	باب ول القتل
٢٢٦	باب قضى بين وثاق	٢٢٦	باب دية البعير
٢٢٧	باب حق الشترك	٢٢٧	باب لا يقتل مسلم بكافر
٢٢٨	باب العزى والرقن	٢٢٨	باب قتل غيبه
٢٢٩	باب وضع الخشب	٢٢٩	باب القصاص
٢٣٠	باب البعير	٢٣٠	باب اضرار الحدود
٢٣١	باب تغيير الضلالم	٢٣١	باب التلقين في الحد
٢٣٢	باب بولع صغير	٢٣٢	باب الرجم
٢٣٣	باب تزوج النكاح	٢٣٣	باب رجم اهل الكتاب
٢٣٤	باب حق للمساكين من الموت	٢٣٤	باب الشرب
٢٣٥	باب الخراج في ارض الغير	٢٣٥	باب الحدود كفارة
٢٣٦	باب تسمية الاولاد	٢٣٦	باب اقامات الحدود على النساء
٢٣٧	باب الشفاعة	٢٣٧	باب حد الشرب
٢٣٨	باب اللقطة	٢٣٨	باب قطع اليد
٢٣٩	باب احياء الارض	٢٣٩	باب لا قطع في ثمر
٢٤٠	باب المزارعة	٢٤٠	باب لا قطع في الغزو

صفحة	عنوان	صفحة	عنوان
٢٣٣	باب تجارة الزوجة	٢٥٠	باب استثناء في اليمين
٢٣٥	باب من أن يهينه	♦	باب
♦	باب عدا الطوطي	♦	باب خلف بغير ملتبه
♦	باب حد سائر	٢٥١	باب قضاء نذر عن الميت
♦	باب الخال	♦	باب لدعوة قبل القتال
٢٣٦	باب صيد النكب	♦	باب السهم
♦	باب كذا وجد صيده نكبا	٢٥٢	باب
♦	باب زكوة البنين	♦	باب إخراج اليهود
٢٣٧	باب ذبي الغنم ذبي الناب	♦	والتصاري من العرب
♦	باب قتل الزرع	♦	باب
♦	باب قتل النجاسات	٢٥٣	باب الطيرة
♦	باب قتل الكلاب	♦	باب طهرت في سبيل الله
٢٣٨	باب الأضحية	♦	باب لزم في سبيل الله
♦	باب مخدع	٢٥٣	باب العمد والركن في الجهاد
٢٣٩	باب شاة واحد من أهل بيت	♦	باب أي الناس غير
♦	باب العقيقة	٢٥٥	باب الشهيد
♦	باب العترة	♦	ابواب الجهاد
♦	باب	٢٥٤	باب الخمر والوسم
♦	باب النذور	♦	باب شهيد وملتزمين

صفحة	عنوان	صفحة	عنوان
٢٥٤	باب دفن الشهيد	٢٥٤	فهرست جلد ثانی
٢٥٨	باب الجباس	٢٥٨	ابواب الأطحمة
♦	باب الرخصة في الحرير	♦	ارب
♦	باب الشوب المأخر	♦	شوب
٢٥٩	باب بطلان الميت	♦	شعج
♦	باب نزع الإزار	♦	ثم قيل
٢٦٠	باب الخاتم	♦	قوم وقيل
♦	باب التصوير	♦	التمس ياكل في مفاصله
٢٦١	باب خضاب سياه	♦	بخالة
♦	باب اتحاد الجثة وغيره	♦	خباري
♦	باب الضمائم	♦	سحجة
٢٦٤	باب الواصلة	♦	تريد
♦	باب المياثر	٢٦٢	زوارع
♦	باب	♦	أبواب إبل
٢٦٣	باب اتحاد الألف	♦	كل شجرة خمر
♦	باب مجود السباع	♦	نبيذ
♦	باب شغف	♦	خليط بسر وخر
♦	باب	٢٦٣	شرب قاننا
♦	باب خاتم النذير	♦	اختناث الأسقية

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۸۵	قدرا اللہ المقادیر	۲۸۹	کتاب البقی فو کوک	۲۸۹	الایض علی البیضاء من کلان فی قلبہ	۲۸۹	أصبحت وأنا عظیم
۲۸۶	أبواب البقی	۲۸۹	وہی کہ قتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۸۹	لباس سخن	۲۸۹	باپ کے دوست
۲۸۶	کلمۃ العدل عند السلطان	۲۸۹	وہی کہ قتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۸۹	یذہب بنفسہ	۲۸۹	والدہ
۲۸۶	نشر کتب سنن من قبلکم	۲۸۹	نقد علی والی النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۸۹	تائی ووقار	۲۸۹	بنات
۲۸۶	یا یجوز ما یجوز	۲۸۹	فأعطاه السدس ثم جاءت الخ	۲۸۹	حضرت اس	۲۸۹	نیس بنتا
۲۸۶	لأیحاولوا تریبہم	۲۸۹	بہقہ شیخ الإبن	۲۸۹	عفی	۲۸۹	شرف کبیر
۲۸۶	سکتون بعدی اثرہ	۲۸۹	میراث خال	۲۸۹	العلم غلقت یوم القیامۃ	۲۸۹	برکۃ اخیر
۲۸۶	فرق منصور علی الحق	۲۸۹	فلا یغفوا لی اہل قریبتہ	۲۸۹	أبواب البقی	۲۸۹	مصدق الباشین
۲۸۸	لا ترحلوا بعدی کفاراً	۲۸۹	قتل عطاء وعد	۲۸۹	حبۃ سوداء	۲۸۹	اصلاح ذات البین
۲۸۸	لا یسر لی بعدہ	۲۸۹	والثلاث کثیر	۲۸۹	خالداً محمداً	۲۸۹	غلام
۲۸۸	ما من عام الا بعدہ شمسہ	۲۸۹	حاشی امرہ مسلم	۲۸۹	لہود	۲۸۹	من لم یحکوا لاس الخ
۲۸۸	بجہاد	۲۸۹	قہقہ بریرہ	۲۸۹	کی	۲۸۹	من ہدی زقاقا
۲۸۸	فتنہ ورجال	۲۸۹	ما من غیر الی فہ	۲۸۹	رقیۃ	۲۸۹	مال نوج
۲۸۹	مدلن نفس منفسہ	۲۸۹	ہرانی ولدت غلاماً اسود	۲۸۹	مصدقین	۲۸۹	لا یکتب التصلتان
۲۸۹	للااجر کم یحیر کم الخ	۲۸۹	کایف	۲۸۹	قال ہی من قدر اللہ	۲۸۹	بعد ذلک صدقہ
۲۸۹	من ترک شمسہ ما یرہ الخ	۲۸۹	کل مولود یولد	۲۸۹	الحکاۃ بن الحق	۲۸۹	زیارت فی العمر
۲۸۹	أبواب الرؤیا	۲۸۹	عمود سال نچہ	۲۸۹	تعلیق رقی	۲۸۹	حق اثم
۲۸۹	لا تشیل لی	۲۸۹	مدق قضا	۲۸۹	بیرہ الخ بالماء	۲۸۹	مزارح
۲۸۹	علی رجل طائر	۲۸۹	وفا صفر	۲۸۹	تعلیم الفرائض	۲۸۹	مدراست فابقی

صفحة	عنوان	صفحة	عنوان
٢٩١	جوت لا چاليسوا حصه	٢٩٢	تقار انشاء
٢٩١	يا چاليسوا حصه	٢٩٣	شفاعت كبرى
٢٩١	نمر جان من بعدى	٢٩٣	فماذ وللشفاعة
٢٩١	ابواب الشفاعة	٢٩٥	الحوض من العنان الى العنان
٢٩١	فابق وغانين	٢٩٥	ضارب قبر
٢٩١	شهادت زور	٢٩٥	اشراف
٢٩٢	ابواب الزهد	٢٩٥	ابطينا بامر الله فلم نصبر
٢٩٢	أحدث بقاء الله	٢٩٥	فله
٢٩٢	لا املكك لك	٢٩٥	أوديت في الله
٢٩٢	ألدنيا بمن الوهن	٢٩٥	قصة نوح
٢٩٢	فصور نبيته	٢٩٥	ترك لباس تواضعا
٢٩٢	زاندا حاجت مال	٢٩٥	غير اخافه بذب
٢٩٢	سأله سترى عمر	٢٩٥	باني محمد يار رسول الله صلى الله عليه وسلم
٢٩٣	مصيبت	٢٩٥	لله الله خلق جديد
٢٩٣	اغنياء	٢٩٥	خلود اهل الجنة
٢٩٣	الاشم ما عاك	٢٩٥	أكثر أهل انشاء
٢٩٣	فأحدث الشراب	٢٩٥	شعب الايمان
٢٩٣	فأياكل لعاك الا تبق	٢٩٥	مسلمان كن خير خواص
٢٩٣	ليس مجلود خان	٢٩٥	ترك الغر الغصلة

صفحة	عنوان	صفحة	عنوان
٢٩٣	أنشوم في ثلاثة	٢٩٩	لذي وحو مؤمن
٢٩٣	إن كان الشوم	٢٩٩	مثنان
٢٩٣	رافع	٢٩٩	فقه آ بها احد بها
٢٩٣	آب كاسم وكنت	٢٩٩	ابواب العلم
٢٩٣	مساجدين مشاعره	٢٩٩	أقول علم ربح الخشوع
٢٩٣	أبواب فضائل القرآن	٢٩٩	تعلم علما بغير الله
٢٩٣	معاودة للكتب	٢٩٩	رب طاب قبته
٢٩٣	بيان قرآن	٢٩٩	كثير على رسول الله صلى الله عليه وسلم
٢٩٥	الجاهل بالقرآن	٢٩٩	كثرت سوال
٢٩٥	السكر غلبت النوم	٢٩٩	ابواب الاستغفار
٢٩٥	عن ثلاثة انذال هي مشوطة	٢٩٩	سلام بالإشارة
٢٩٥	فلا جناح عليه ان يكون بها	٢٩٩	راكب وصغير كواجر سلام
٢٩٥	فأستلمه	٢٩٩	السلام على النساء
٢٩٥	أودعني استجب لكم	٢٩٩	سأله لثا
٢٩٥	فقرنت ان ينجن	٢٩٩	أسلام عليك وعلى اهلك
٢٩٥	مسودة وسطي	٢٩٩	رنگد ربيب
٢٩٥	مجا ربكم به الله	٢٩٩	ألف من النورة
٢٩٥	لكنتم خير امة	٢٩٩	كان في البيت كلب
٢٩٥	وأبزل فيها ان السليم وأسلم	٢٩٩	نيلين كاشا بخر عفران
٢٩٥	جزاه بجهنم خالدا	٢٩٩	خفف شيب

ابواب الطہارۃ

علم حدیث کا موضوع خود ذات باریکات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ پس علم حدیث کیا ہی مبارک و محترم ہے کیونکہ اس میں آپ ہی کے حالات طہیات مذکور ہوتے ہیں۔ باقی حالات صحابہ بھی گویا آپ ہی کے حالات ہیں۔ یا کہ تبعاً بیان ہوتے ہیں۔ غایت اسکی جو عمل اور (تقیظ عن الغفلۃ) اور کیا ہو سکتی ہے۔

انا اسعہ یہ اس موقع میں متعل ہے کہ یہ قائل سنتا ہو اور اس کے استاد کا کوئی دوسرا شاگرد قرات کرتا ہو۔

انا اشارہ اور اختصار ہے بخبرنا کا اور نا اختصار ہے حدیثنا کا۔ استاد پڑھ کر سننا ہے تو حدیث کہتے ہیں اور اگر شاگرد پڑھے تو اخبار کہتے ہیں بعض حضرات اس میں کچھ فرق نہیں کرتے ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔

قالوا اخبیرنا بلغظنح اس لئے کیا کہ کروی کے تین استاد ہیں۔ قاضی زادہ شیخ ابوبکر شیخ ابونصر احمد بن الشیخ ابو محمد عبد الجبار کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد ابوالعباس محمد بن احمد کو حدیث الاسناد سنائی تو انہوں نے غصہ فرمایا۔ یعنی ابوالعباس نے جو فقہ اور ائمہ تھے نحو وظیفہ فرمایا یعنی جو کچھ تم نے سنایا درست ہے میں اسکی توثیق و تصحیح کرتا ہوں۔

ابواب الطہارۃ

من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ باب لا تقبل صلوة بغیو طھور

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۱۰	ابواب الذبائح	۳۱۱	ثبوت علی بن ابی حمزہ
۳۱۱	یذكر الله في كل امر	۳۱۲	ثبوت علی بن ابی حمزہ
۳۱۲	أخبار بعدنا ما تقي	۳۱۳	ثبوت علی بن ابی حمزہ
۳۱۳	تعتف العز وقال به	۳۱۴	ثبوت علی بن ابی حمزہ
۳۱۴	أدعيه فويل	۳۱۵	ثبوت علی بن ابی حمزہ
۳۱۵	ربيع يس بعزم ولا فائب	۳۱۶	ثبوت علی بن ابی حمزہ
۳۱۶	اسم عظم في الله تين	۳۱۷	ثبوت علی بن ابی حمزہ
۳۱۷	وأجعله الزارث	۳۱۸	ثبوت علی بن ابی حمزہ
۳۱۸	زمن قلبت غضبي	۳۱۹	ثبوت علی بن ابی حمزہ
۳۱۹	قبض اصابعه بسط السبابه	۳۲۰	ثبوت علی بن ابی حمزہ
۳۲۰	تسليم أجمار	۳۲۱	ثبوت علی بن ابی حمزہ
۳۲۱	أتم سليم	۳۲۲	ثبوت علی بن ابی حمزہ
۳۲۲	سعيدا بول اهل الجنة	۳۲۳	ثبوت علی بن ابی حمزہ
۳۲۳	سبع ونصر	۳۲۴	ثبوت علی بن ابی حمزہ
۳۲۴	صواب يوسف	۳۲۵	ثبوت علی بن ابی حمزہ
۳۲۵	لو كان بعدى نبى لكان مؤرد	۳۲۶	ثبوت علی بن ابی حمزہ
۳۲۶	رجل من أمه محمد	۳۲۷	ثبوت علی بن ابی حمزہ
۳۲۷	الشيخان يفر من عمره	۳۲۸	ثبوت علی بن ابی حمزہ
۳۲۸	لعن حبشه	۳۲۹	ثبوت علی بن ابی حمزہ
۳۲۹	ما نكك أن كسبنا بأثر اب	۳۳۰	ثبوت علی بن ابی حمزہ
۳۳۰	جعفر طيار	۳۳۱	ثبوت علی بن ابی حمزہ

ولا صدقة من غلولى قولہ عن سماک بن حرب ^۲ ح یہ علامت قبول ہے بعض اسکو چاہتے ہیں بعض تھے پڑھتے ہیں اور بعض قبول پڑھتے ہیں اور کبھی پڑھ کر بھی دیتے ہیں۔ محدثین کے نزدیک قبول اور اختلف رواۃ سے مدح تبدیل ہوا کرتا ہے اور زود پیش شمار ہونے لگتی ہیں۔

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادتی جو ابواب الطہارت کے بعد ہے اس میں اشارہ ہے کہ جو حدیث بیان کریں گے وہ مرفوع ہوگی اور غیر مرفوع جو ہوگی وہ تبعاً ہوگی۔ یا یہ کہ مقصود اصل تو حدیث ہی ہے باقی جو اختلافات بیان ہو گئے وہ تبعاً ہونگے۔ اور بیان مذہب گویا بیان ہے مروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیونکہ قول مجتہد میں قول رسول اللہ علیہ وسلم ہی شمار ہوتا ہے لا تقبل صلوۃ بغير طهور چونکہ یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الى الصلوة اور روایت مقلد الصلوۃ الطہور سے شرط طہارت ظاہر ہے۔ لہذا امام صاحب اور شافعی اور امام احمد کے نزدیک لا تقبل کے معنی لا یتق کے ہیں کہ بلا طہارت نماز ادا نہ ہوگی۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ نفس وضو سے زمرہ سے خارج ہو جائے گی گو صلوۃ مقبول نہ ہو۔ لیکن یہ مذہب نہایت تحقیق کے بارے میں ہے قال ابو جیس: انہ یہ خاص امام ترمذی کا طریقہ ہے۔ اور محدثین اس سے بحث نہیں کرتے گواہی روایات صحیح ہوں۔ حدیث کا سن اور صحیح ہونا بطور تندر ہے لیکن تو یہ یہ ہے کہ ایک طریق سے سن رہے ہیں صحیح یا غلط بعض سن و غلط بعض صحیح یا حسن لذاتہ و لعینہ اور صحیح بطریقہ (جو تعدد طرق سے درجہ صحت تک پہنچ جائے) صحیح اصطلاح اور حسن اتقویٰ۔ مگر بعید ہے۔

باب الطہور | خرجت کل خطیئۃ یا تو صفائے مردوں۔ یا عام مراد ہوں کیونکہ جب نجاست و ندامت علی الذنوب کے ساتھ

وضو کرے گا تو ہر قسم کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور توفیقاً الرجل کے کھائے توفیقاً المؤمن کہنے میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ مومن وہی ہے جو ذنوب پر نادام ہوں۔ اور اس ذریعہ سے تمام ذنوب و ضرر کے ساتھ ہی جڑ جائینگے۔
لکن الندم قویۃ۔

باب مفتاح الطہور | تحریکھا التکبیر کہ اللہ اکبر کی جگہ اللہ اہل یا الرحمن اکبر بھی کہہ لیا تو امام صاحب کے نزدیک تحریر درست ہو جائے گا۔ اور ایسے ہی السلام علیک یا کس دومرے فعل سے خروج عن الصلوۃ چاہیے۔ یہ حدیث غیر واحدہ ہے۔ اس سے وضو نہیں ثابت ہو سکتی البتہ وجوب ثابت ہے باقی طہور کی شرطیت آیت و مضاف دوسری روایات سے ثابت ہوتی ہے۔

باب ما یقول اذا دخل الخلاء | وقل سے ارادہ دخول مردہ سے نجس جمع نجس کی اور جمیث ضد طیب۔
نہایت جمع خبیثہ مؤنث شیطانیہ۔

باب النہی عن الاستقبال عند الخلاء | امام صاحب کے نزدیک آبادی ہو یا صحرا استقبال و استقبالیہ مرد و مکروہ تحریمی و ماہانہ۔ عند الشافعی صحرا میں ہر دو رخ اور دریاں میں ہر دو جانب صحابہ کا تحوٹ عنہا و نفستغفر اللہ فرمایا میں امام صاحب کا مؤید ہے (و غیر طول)
باب البول قائماً | آپ نے ایک مرتبہ بوجہ خدا کے قائماً کر لیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انکار بھی درست ہے کیونکہ عادت شریفہ یہ نہ تھی۔ یا انکو خبر نہیں ہوئی۔ آپ کو یا مرض کا اندر تھا یا خوف تلویث یا صرف بیان جواز۔ (و غیر طول فی غیر ذلالتقریر)

باب الاستسقاء بالبحرین اگر دو ڈھیلوں سے بھی استسقاء کرے گا تو خدا تعالیٰ

تین سے کم میں نہیں ہوئی۔ بعض حنفیہ نے اس حدیث کو مستدل نہیں کیا ہے۔ لیکن اس سے استفادہ علی البحرین ثابت نہیں ممکن ہے کہ آپ نے ایک اور حجر بذات خود تلاش فرمایا ہو یا کسی اور کو یا خود آپیں صحابی کو ایک اور تلاش کرنے کا حکم فرمایا ہو پس بہر جواب شافعیہ کے مقابل وہ حدیث ہے کہ کہنے فرمایا من التحل فلیوتر من فعل فقد احسن ومن لا فلا حرج ومن استسقى فلیوتر من فعل فقد احسن ومن لا فلا حرج (رواہ ابو داؤد)

عرض عند الحنفیہ بھی احسن اور عمدہ ہے کہ تین سے کم نہ ہوں لیکن سنت دو میں بھی ادا ہو جائے گی۔

باب البول فی القتل بہتر یہ ہے کہ نہ کرے مگر زائد و سوا سی بھی نہ

نہیں کیونکہ وہ معنی حدیث کے بیان کرتے ہیں حاصل انکے قول کا یہ ہے کہ و سوا سی کو قتل میں پیشاب نہ کرنا چاہیے۔ لیکن جو ایسے نہ ہوں انکو جواز ہے کیونکہ لا اکثر للبول فی الوسوسة لان الله لا يشريك له فی الخلق والامر فی الحقیقت کوئی اختلاف نہیں الا بین میں نہیں حنفیہ اگر

باب التیواک مسواک کو سنت و ضوابط میں تو مطلب ہے کہ سنت ضروری عند الوضوء ہے باقی عند الصلوٰۃ کو بھی وہ منع نہیں کرتے جیسے بعد الطہارۃ والنوم اور شافعیہ بھی تارک عند الصلوٰۃ کو برہا نہیں کہتے جیسا کہ تارک عند النوم کی مذمت نہیں کرتے۔ بخلاف تارک عند الوضوء کے باقی یہ جواب کہ خطروۃ

کی کیا ضرورت ہے الغرض اصل وہی ہے جو عام صحابہ کرتے تھے یعنی عند الوضوء۔ باقی فعل صحابی وہ کوئی محبت نہیں۔

باب الاستسقاء بالبحرین اس حدیث سے اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ نجاست قلیل بھی مفسد رہے کیونکہ اگر

مفسد نہ ہوتی تو کس خوف سے اتنے اکابر اذخالیہ بعد التوم کو منع کر رہے ہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ ہاتھ کو کثیر المقدار نجاست لگ کر کثیر معلوم نہیں رہ سکتی۔ جس اتنے اکابر فساد مادہ بوقوع النجاستہ بلا تغیر الاوصاف کے محال ہیں۔

باب المضضہ والاستسقاء جواز میں کف واحد میں کسی کو کلام نہیں۔ اعلیٰ غلیظہ اولیٰ میں خلاف

ہے لیکن یہ یاد رہے کہ من کف واحد میں تقدم استسقاء علی المضضہ لازم آتا ہے کیونکہ جب ایک مضضہ کے بعد استسقاء کرے گا تو باوجودیکہ ابھی دو مرتبہ مضضہ باقی ہے استسقاء شروع ہو جائے گا۔

باب مسح الراس فرض سب کے نزدیک ہے البتہ مقدار فرض میں اختلاف ہے امام صاحب رجب راس کو فرض

قراتے ہیں کیونکہ آیت مجمل تھی۔ حدیث معیرہ سے رجب راس معلوم ہو گیا حاجت و آخر جلد راس کا مسح قرأت ہے۔ امام شافعی سے ماہیہدیٰ علیہ اسم المصحح کو فرض فرماتے ہیں وہو شعرة او شعرتین امام شافعی ثلث مسح کے قائل ہیں۔ اور اگر ثلث نہیں بشافعی ماہہدید کو بھی ضروری کہتے ہیں۔ امام صاحب ضرورت کے قائل نہیں کیونکہ آپ سے دونوں طرح ثابت ہوا ہے القیہ بہتر جدید ہے۔ اور جدید کی روایت کو واجب کے لئے دیا گیا تو

تعارض میں الروایات نہ رہا۔

باب ۱۱ لا اعقاب من النار معلوم ہوا کہ غسل اعتقاد فرض ہے کیونکہ غلاب النار ترک فرض پر ہوتا ہے اس سے روافض پر رد ہوتا ہے۔

باب الوضوء مرة آپ نے تین تین مرتبہ تمام اعضاء کو دھو کر بھی وضو کیا ہے اور دو دو مرتبہ بھی اور ایک ایک دفعہ بھی۔ اور بعض اعضاء کو ایک مرتبہ اور بعض کو دو تین دفعہ بھی۔ جواز سب میں ہے دو میں فضیلت اور تین میں افضلیت حاصل ہوئی۔

باب لنضع بعد الوضوء یہ دفعیہ وسواس کی فرض ہے کہ قطرہ بول کی تری کا شائبہ نہ ہو۔

باب لا سبأ علی المکارہ جیسے ہاتھ پاؤں پھٹ گئے ہوں۔ یا جازا سخت ہو اور کثرت غطا الی السبذ اس طرح کہ مسجد دور ہو یا کئی مرتبہ نماز کو آوے یا قدم چھوئے چھوٹے رکوع کے چلے۔

باب الوضوء لكل صلوة اختلاف اس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو ہر نماز کو تازہ وضو سے پڑھتے تھے یہ آپ پر فرض تھا یا استحبابا ایسا کرتے تھے۔ اہل ظاہر وجوب کے قائل ہیں اور یوم فتح مکہ کو ضرورت پر معمول کرتے ہیں احتضیہ وغیرہ کے نزدیک آپ پر واجب نہ تھا۔ زیادۃ الثواب کیا کرتے تھے۔

باب کراہتہ فضل طہور المرأة ان احادیث مختلفہ سے بعض علماء نے فضلاء مرأة کو مکروہ سمجھا۔ لیکن مذہب جمہور ہے کہ مکروہ نہیں۔ جمہور کے بعض نے احادیث والہ انکرات

کو منسوخ اور احادیث استعمال کو ناسخ سمجھا ہے اور بعض نے اسطرح تطبیق دی کہ حرمت کا غسل غیر مکروہ اور غیر عرم واجبیات کا مکروہ۔ مگر اس تطبیق میں یہ نقص ہے کہ آپ نے ایک روایت میں فرمایا ہے کہ فضلاء طہور مرأة سے وضو نہ کرے بلکہ فیغتوفا جیسا اس سے معلوم ہوا کہ عرم کا بغیر وضو بھی مکروہ ہے کیونکہ واجبیات میں لیغتوفا جیسا تھوڑا ہی مقصود ہے کیونکہ غیر عرم اور اجنبی سے مخالفت و محاسنت جائز نہیں پس طریقہ احسن دفع تعارض کا یہ ہے کہ سمجھا جائے کہ اصل میں احادیث ہی سے رخ وسواس مراد و مقصود ہے۔ ورنہ بقیہ طہور مرأة کی ذات میں کوئی کراہت و فساد نہیں کیونکہ کراہت اگر اصل اور ذات ہوتی تو حالت انحراف جیسا میں بھی باقی رہتی تو معلوم ہوا کہ فرض اصل احراز عن الوضواس ہے، پس میں وقت ساتھ ساتھ وضو ہوگا تو آنکھ کے سلسلے استعمال ہوگا اور عورت کی نفاست و نجاست معلوم رہے گی اور اگر رغبت میں عورت نے وضو کیا ہے تو اسکو طرح طرح کے شبہات پیدا ہونے کے کھڑا جانے ہاتھ پاک تھے یا ناپاک یا چھینٹیں نہیں کیا ہوا۔ القصص ذات میں کچھ کراہت نہیں بلکہ صرف قطع وسواس کی فرض سے ممانعت ہے۔ اگر کسی کا قلب خالی عن الوضواس ہو تو بلا کراہت فضلاء مرأة سے وضو جائز ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال سے ثابت ہے اور صحابہ کے زمانہ میں ایسے متعدد تھے منقول ہیں۔

باب لما لا یجسہ شی پانی کے بارہ میں اصل مذہب تین ہیں۔ ایک تو اہل ثواب اور ایک دو صحابہ کا وہ یہ ہے کہ پانی پاک ہے اور ہرگز نجس نہیں ہوتا خواہ قلیل ہو یا کثیر اور تغیر اوصاف ہو

۸
 باندہ اور بظاہر حدیث الیٰ طہور اسی مذہب کی پوری توثیق ہے۔ دوسرا
 مذہب امام مالک کا ہے وہ اس مطلق مذہب میں اسی اور قید لگتے ہیں کہ
 صالحہ بتغیر یعنی پانی خواہ قلیل ہو یا کثیر جب تک تغیر اوصاف نہ آئے
 وقوع نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا۔ پس ایک دو پالہ پانی میں قطرہ پل
 سے نجاست نہ آئے کہ الا بعد تغیر موجدہ نجاست۔ تیسرا مذہب ایک
 اور قید ذکر ہے وہ یہ کہ پانی کثیر ہو دو وقوع نجاست سے ناپاک نہ ہوگا
 جب تغیر اوصاف نہ ہو۔ یہی مذہب ہے امام صاحب اور امام شافعی کا۔
 مذہب اول قید تغیر و عدم تغیر اور قلت و کثرت سے بری تھا دوسرے
 مذہب میں ایک قید عدم تغیر اوصاف کی تھی۔ تیسرے مذہب میں تغیر کے
 ساتھ کثرت و قلت کی بھی قید تھی۔ الغرض اس وسعت میں اب تشکیک
 شروع ہو کر تیسرا مذہب یہ ہوا کہ جب تک احد الاوصاف نہ بدلیں یا کثیر
 وقوع نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا پہلے مذہب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
 معلوم ہوتی ہیں۔ مذہب ثانی یعنی امام مالک ک توثیق وہ حدیث ہے جس میں
 اس روایت کے الفاظ کے ساتھ آٹھا اور بھی ہے الا بغیر لونہ و طعمہ
 لیکن اس جملہ کی اسناد میں ضعف ہے باقی روایت بلا شریح ہے اس کا
 جواب اہل مذہب ثالث و طرح پر دیتے ہیں۔ اول یہ کہ اصل یہ ہے کہ الف
 لام حد غار جی کے لئے ہو۔ جب بھی حد غار جی نہ بن سکے تب جا کر استغراق
 یا عہد ذہبی کے لئے ہوتا ہے۔ پس مذہب ثالث کے مخالف یہ روایت جب
 ہو کہ الف لام کو استغراق کے لئے مانا جائے۔ یہاں پر الف لام اپنا اصل کے

عہد یعنی تغیر میں نجاست کی وجہ سے آیا ہو مدقق تغیر

۹
 مطابق حد غار جی کے لئے ہے اور خاص یہ برضا کا پانی مراد ہے اگر استغراق
 میں تو بعض روایات مثلاً غسل الیدین بالمستقیظ کے معارض ہوگی
 الغرض مراد وہاں خاص ماہ برضا نہ ہے لیکن اس قدر جواب سے شواہد
 کی طرف سے تو جواب تمام ہوتا ہے حنفیہ کی طرف سے ابھی جواب پورا
 نہیں ہوا اس لئے کہ کثرت فعلی تو اس کو کثیر مانتے ہیں کیونکہ کم از کم قلتین
 جو ضروری ہوگا لہذا وقوع نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔ البتہ عند الحنفیہ
 چونکہ برضا کا پانی کثیر نہیں ہو سکتا لہذا انکو یہ بھی کہتا ہوگا کہ وہ پانی
 جاری تھا۔ ایک طرف سے اگر دوسری طرف کو نکل جاتا تھا اور باغات
 کو سیراب کرتا تھا چونکہ وہ جاری تھا لہذا وقوع نجاست سے ناپاک
 نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ امام طحاوی نے واقعہ ہی سے اس کے جاری ہونے کی روایت
 نقل کر کے اس جواب کو نام کیا ہے اور منظر انصاف یہ روایت قوی
 ہے اگرچہ بعض نے اس میں بہت سے خدشات کئے ہیں اور حنفیہ نے
 انکو جواب دیئے ہیں۔ خلاصہ اصل جواب منجانب حنفیہ یہ ہوگا کہ حدیث
 میں ایک خاص قسم کے پانی کی نسبت حکم فرمایا گیا ہے اور وہ جاری تھا
 پس وقوع نجاست سے ناپاک نہ ہونا ہمارے مذہب کے مخالف
 نہ ہوا۔ جواب کا دوسرا طرز وہ ہے جس کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب
 دہلوی نے بھی نقل فرمایا ہے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جس پانی میں اس قدر
 کثرت سے نجاست گرئی ہوں ممکن نہیں کہ وہ حنفیہ نہ ہو کیونکہ ایک چمچ
 اور چڑیا کے چر جانے سے پانی دو تین روز میں بد ہو جاتا ہے پس
 جبکہ میں کلاب اور شیاہ کیض وغیرہ کرتے ہوں کیسے ممکن ہے کہ حنفیہ
 نہ ہو اور تغیر کے بعد کوئی اتنی طبیعت کا آدمی بھی ہرگز اسکو استعمال نہیں

کر سکتا کراہت شرعی ہو یا نہ ہو کراہت طبعی سے غالی نہیں پھر کب
 ہو سکتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکا استعمال کرتے
 ہوں۔ حالانکہ روایت میں موجود ہے کہ سائل نے بے رغبتانہ کی نسبت
 سوال کر کے عرض کیا کہ آپ کے لئے بھی اس سے پانی لایا جاتا ہے۔ اس
 تقریر سے معلوم ہو گیا کہ یہ امر نہایت بعید ہے کہ بے رغبتانہ میں اس قدر
 کثیر نجاست گرنے کے بعد آپ اس کا تنقیہ اللون والرائحہ پانی استعمال
 کرتے ہوں۔ البتہ یہ بات اقرب الی الفہم ہے کہ وہ کنواں چونکہ زمین کے
 ساتھ بھرا تھا اس میں ٹھون آلودہ ثوب اور گلاب گر جاتے تھے اور صیب
 قاعدہ شرعی انکو نکال کر کنواں پاک کر دیا جاتا ہو۔ لیکن چونکہ طہارت
 بے خلاف قیاس ہے لہذا سائل کو شبہ رہا کہ گو ناپاک پانی نکل گیا لیکن
 زمین اور دیواریں اور گارائیچہ تو ناپاک ہی رہا۔ اور اس میں نجاست
 رہی ہوگی پس آپ سے سوال کیا کہ ایسے کنویں کا پانی جو اس طرح پاک
 کیا گیا ہو موجب طہارت اور قابل استعمال جب رسالت آتے ہو سکتا
 ہے پس آپ نے جواب دیا کہ اس قسم کے شبہات قابل توجہ نہیں پانی
 اس قسم کے وساوس سے ناپاک نہیں ہوتا جس قسم کے دوسرے تم کو وارد
 ہوئے ہیں۔ لہذا بحث سے مطلق اور بالکل نفی مقصود و منظور نہیں کہ کوئی
 نجاست کسی قسم کے پانی کو نجس ہی نہیں کرتی بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس
 قسم کے شبہات تم کو وارد ہوئے ہیں (یعنی دیوار و زمین چاہ کی ناپاک)
 اس قسم کی کوئی شے پانی کو ناپاک نہیں کر دیتی چنانچہ حضرت میمونہ رضی
 اللہ عنہا جب عرض کیا کہ آپ اس پانی سے وضو نہ کریں یہ میرا بقیہ غسل ہے
 آپ نے فرمایا کہ ان الماء لا یجسب وہاں بھی یہ مراد نہیں تھا کہ پانی بالکل

ناپاک ہی نہیں ہوتا اس طرح یہاں بھی یہی مطلب ہے کہ اس قسم کی باتوں
 سے وہ خاص پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ اس قسم کے مآلودہ پر وہ حدیث بھی
 شاذ ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وسلم سے ملے اور آپ نے
 انکا ہاتھ پکڑا۔ بھروسہ وہاں سے آہستہ سے علیحدہ ہو گئے جب حاضر
 ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ ابوہریرہ آپ کہاں چلے گئے تھے۔
 عرض کیا کہ بندہ جنہی تھا اس لئے آپ سے نجاست کو مکروہ سمجھا آپ
 نے فرمایا کہ المؤمن لا یجسب اس سے بھی یہی مراد ہے کہ اس قسم کے
 امور اقسام و جنابت سے مومن ایسا نجس نہیں ہو جاتا کہ قابل طافات
 و نجاست نہ رہے یہ مطلب نہیں کہ سدا بدن نجاست سے تہرہ ہو اور
 پھر جس المومن لا یجسب کہا جائے۔ یہ دوسرا طرز جواب کا قرن قیاس
 معلوم ہوتا ہے اور پہلا طرز شراح و مفسرین میں مشہور ہے۔ پس تنقیہ
 اعداء الجوائن کو پیش کر کے حدیث کا مطلب بیان کریں گے ورنہ اور روایات
 کا خلاف و معارضہ لازم آئے گا۔

باب حدیث القلتین

اس حدیث کو تنقیہ نہیں لیتے ورنہ تحدید
 ہر شرعی قیاس سے لازم آئے گی جیسا کہ
 شافعیہ نے کیا ہے۔ کیونکہ کثرت کی حد جب قلتین شمیری میں اس سے
 کم قلیل اور اس قدر مقدار کثیر مان گئی تو قلتین حد معین ہوں حالانکہ
 یہ معلوم نہیں کہ قلتین کی کیا مقدار ہے۔ اول تو خود روایات میں بعض
 میں قلتین اوثلث قلال وارد ہے بعض میں اربعین قلال ہے
 دیکھئے کس قدر فرق ہے۔ غیر ان قلتین کی حدیث کو اصح رکھیں تو پھر قلتین کی

مقدار میں نہیں کوئی خاص قریب کہتا ہے کوئی غریب بتلاتا ہے چنانچہ جب قسۃ کی تحقیق ہوئی تو وہو مشک سے کچھ زیادہ ہوتا تھا شافعی نے صاحب پورا کرنے کو اڑھائی مشک قرار دی چنانچہ حنفی بھی کہتے ہیں کہ قالوا بیكون نحوًا من خمس قریب چونکہ قلد ہر قسم کے گرم و سرد کو کہتے تھے اور یہ ہر شعبہ و دیار میں مختلف ہوتے تھے لہذا اب شافعی کو اس روایت سے مدد نہیں پڑی جو روایت شافعی مروی ہے جس میں من قلیل لھجر کے قید زیادہ ہے پھر چونکہ مقام جو میں بھی مختلف قلیل تھے لہذا وہاں کاسب سے بڑا قلد احتیاط اختیار کیا گیا پس یہ تحدید شرعی بالقیاس نہیں تو اور کیا ہے اس اہل قلعین کی وجہ سے ماقین محدث قلعین کے باہمی اختلاف کس اقوال پیدا ہوئے ہیں بشافعیہ میں سے بہت سے لوگ اسے قائل نہیں رہے جیسے ابو داؤد و غیرہ اور یہ بھی یاد رہے کہ شافعی اس سے پہلے ابی داؤد بالمدین فرماتے تھے کہ اس سے توقیت شرعی ثابت نہیں اس طرح امام صاحب ان روایات سے تحدید اور نہیں لیتے بلکہ سب پر مائل ہیں اور اس امر کو اس نے مسئلہ پر چھوڑنے میں اور حدیث کے یہ معنی فرماتے ہیں کہ جب کسی نے سوال کیا اور آپ نے اس پانی کو کثیر سمجھا عدم نجاست کا حکم فرما دیا چنانچہ اختلاف روایات مقدار اس پر شاہد ہے پس جس نے مار کھوئے سے سوال کیا اور آپ نے اس کو قلعین سمجھا اس طہارت جواب دیا کہ اذا بلغ الماء قلتین انہ اور میں نے اربعین قلیل کا سوال

سیا اس کو اس طرح جواب دیا قلع نظر اس کے روایت بھی کچھ قوی نہیں محمد بن اسحاق راوی کو بعض محدثین نے اچھی طرح یاد نہیں کیا واللہ اعلم

امام نے مسئلہ مار کو رائے مبتلا پر تفویض کیا ہے بشرطیکہ صاحب رائے ہو کوئی تحدید نہیں فرمائی کیونکہ خصوص میں تحدید نہیں اور رائے سے تحدید ضرر نہیں سکتے اگر مبتدئ قلعین کو کثیر کہے اس کے لئے وہی کثیر ہیں اور اگر اس سے کم زیادہ کو کثیر کہے وہی اس کے حق میں کثیر ہیں اور یہ بعینہ تحریر عند اشتہاد القبلة کے مائد ہے جیسا اس میں ہر ایک مبتدئ مستقل ہے اس طرح اس میں باقی وہ درود کوئی اصل شرعی نہیں چنانچہ محققین حنفیہ تصریح فرما رہے ہیں ابن عبد البر اور صاحب شاہ و نظار نے صاف لکھا ہے کہ یہ غلط ہے کہ درود اصل شرعی ہے بلکہ صاحب شرح و قایہ کا اسکو ثابت کرنا محض بے فائدہ اور بیکار ہے اسکی اصل صرف امام احمد کا نحو مسجد سے ہذا فرمانا ہے البتہ رفع اختلاف و نظر بر صلح یہ مقدار حسین جبر ہے۔

باب البول فی الماء الراکد یہ حکم مار کلیل کا ہے مار کثیر مستعمل محض ہے اور خود بھی جاتا ہے کہ وہ اسطر نجس نہ ہوگا البتہ حنفی کے لئے ایک حجت جو بھی کہ آپ نے محاملت قرآن اور ظاہر یہ ہے کہ نجس نجاست ہوگی۔

باب مار البحر اگر لوگ تواتر و تواتر میں بعض وجہ اسکے کو ملد امر ہیں ہے کہ وہ کہتے ہیں مگر یہ کہ نار سے نار تحقیق مراد ہیں کیونکہ ہر سکتا ہے کہ اسکے نیچے طبقہ ناری ہو چنانچہ رات کو وضو کرنے

میں اس سوال سے چمک کر ذرات کا گڑنا محسوس یا نظر ہے اور نہ مجازی بھی مراد ہو سکتی ہے۔ یعنی بہت تیز اور مؤثر امراض ہے۔

باب بول الغلام

ارشاد کے معنی اس جملہ ارشاد کے لینے چاہئیں وہ صرف ارشاد سے تو اور نجاست پھیل جائے گی۔ غرض یہ ہے کہ آپ نے غیر اکل طعام کے بول کو مالک سے نہیں دھویا کیونکہ وہ صاف اور رقیق ہوتا ہے۔ بخلاف بول جاریہ کے کہ وہ بوجہ رطوبت طبع غلیظ ہوتا ہے۔ باقی نجاست دونوں کی غلیظ ہے البتہ زائل ہونا ایک کا بسرت ہے اور دوسرے کا ذرا شکل ہے۔

باب حل مقلع البحر

اگر حضرات مطلقاً جواز کے قائل ہیں۔ اور بعض سنگ کے سوائے اور سب کے عدم جواز کے قائل ہیں جیسے امام صاحب اور بعض بین بین ہیں۔ یعنی جو دریائی جانور بڑی حیوان ماکول اللحم کے مشابہ ہے وہ جائز۔ اور جو غیر ماکول اللحم سے مشابہ ہیں وہ ناجائز۔ اور جو کسی کے مشابہ نہیں وہ بھی جائز۔ امام صاحب یہاں میت سے خاص مسک ہی مراد لیتے ہیں اور وہ حدیث اسی مؤید ہے کہ احکمت لئنا المیتاتن السمک والجمود کیونکہ اسکا کوئی قائل نہیں کہ کسی نغری

لہ اہم روایات میں نفع کا لفظ ہے جس کے معنی شوائب مرفہ پیشا دینے کے فرماتے ہیں لیکن نغری و سلم میں دم حیض کے لفظ میں فلتقہ۔ ثور شمسہ بالما میو اور ہے وہاں معنی کیوں مراد نہیں لیتے (در بخیر شکوۃ جہانی مش) ۱۱

عہ مسلم ترمذی، نسائی میں روایت ہے کہ نغری کے لئے آپ نے فرمایا کہ فاطمہ و قوتہ جیسے معنی اتفاق غسل کے لئے جلتے ہیں ۱۲

جانور میں ذبح بھی ہے بلکہ جو حلال کہتے ہیں وہ میت وغیرہ میت ہر قسم کے نغری کو حلال کہتے ہیں اور جو عدم جواز کے قائل ہیں وہ سب کو میت وغیرہ میت نامہائے حلال کہتے ہیں پس آپ کے اس فرمانے سے کہ احکمت لئنا المیتاتن السمک والجمود معلوم ہوا کہ میت نغری صرف مسک ہی حلال ہے کسی روایت سے ذرا بھی تو ثبات نہیں کہ صواب میں سے کسی نے بھی کوئی نغری جانور بولے مکے لکھا یا اس سے امام صاحب کے مذہب کو اور تقویت ہوتی ہے۔

باب بول ماکول اللحم

ایک وجہ اس میں یہ بیان کی جاتی ہے کہ اگر نغری صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا تھا کہ لوگ مسلمان نہیں ہیں بلکہ کفار ہی حالت اسلامی بنائے ہیں اس لئے آپ نے انکو حشر بول کا حکم کیا چنانچہ پھر انکا ارتداد تو معلوم ہے لیکن یہ تاویل عمدہ نہیں ہے بہتر وہی ہے کہ آپ کو وحی و انکشافاً انکی شفا اس میں مفسر معلوم ہوئی آپ نے اجازت فرمادی۔ باقی مذاہب امام و صاحبین اور اخلافت اسی مشہور ہی ہے۔ غرض بعض علماء زیادہ وسعت کرتے ہیں۔ استشفاء بالغوام میں زیادہ حود نہیں لگاتے بلکہ ضرورتاً جائز بتلاتے ہیں۔ مثلاً لقرع حق میں ترک جلتے تو ان علماء کی رائے کے موافق اگرچہ دوسری انکسائے نے کی بھی امید ہو مگر غریبا بول سے اثنائے القدر کے جان بچالے تو جائز ہے اور امام صاحب وغیرہم کا یہ مسک ہے کہ جب سخت ضرورت اور جان کا اندیشہ ہو۔ مثلاً کجے کو وصول الی المارک زندہ نہ رہے گا تو غرہ وغیرہ سے لقرع حق سے آثار دے۔ بدو ان ایسی ضرورت کے جائز نہیں۔

باب الوضوء من الریح

یہاں حصر بنسبتان امور کے ہے جو اکثر ناقض وضوء ہوتے ہیں یا یہ بات کہ جب آدمی سجدہ

ہیں یا غازی ہو تا ہے تو انہیں امور کی وجہ سے نقص و متوہن ہوتا ہے
نفی مطلق پرگز مقصود نہیں یا خاص شک کرنے والے کے لئے حکم ہے
جب تک یقین نہ ہو جائے تب تک اپنے آپ کو محدث نہ سمجھنا چاہئے
دوسری حدیث سے یہ بات صاف اور بخوبی معلوم ہوتی ہے۔

باب الوضوء ما غیرت المنار

حدیث کو بعض نے منسوخ فیہر یا ہے اور دوسری حدیث کو مانع یا بیکہ
بہتر ہے کہ اس طرح تطبیق کی جائے کہ اس حدیث میں وضوء سے وضوء
لغوی مراد ہے یعنی مضبوط چنانچہ روایت سے ثابت ہے کہ آپ نے
دودھ نوش فرمایا کہ مضبوط کیا اور فرمایا کہ هذا وضوء مما مست المنار
اس سے صاف منی سمجھ میں آتے ہیں یا استحباب پر عمل کیا جائے اور
محققین کے نزدیک سنی یہ ہیں کہ وضوء و طہارت میں فرق ہے اکل یا
غیرت المنار سے طہارت باطن نہیں ہوتی البتہ وضوء جو مستحق من الوضوء
ہے وہ باقی نہیں رہے گا۔ پس بوجہ بقا طہارت نماز ہو جائے گی اور
بوجہ زوال وضارت آپ نے حصول وضارت کے لئے وضوء کا امر
فرمایا اور زوال وضارت کی وجہ سے کہ غفلت من ذکر اللہ اور شغل
فی الدنیا اگرچہ اپنی ضروریات کے لئے جائز ہے لیکن بہتر نہیں پس یہ
شخص جو اس ماغیرت المنار کے اہتمام میں مصروف رہا بہتر نہ
ہوا اس میں تھا کہ مصنوعات اہل بیت لا یموت حاصل کرنا پس وضارت
جاتی رہی اور طہارت باقی رہ گئی۔

باب الوضوء من لحم الابل

اس میں بھی اکثر تو عدم وجوب
وضوء کے قائل ہیں لیکن امام مالک
وغیر بعض حضرات کہتے ہیں کہ گوشت دیگر مما مست المنار سے وضوء
واجب نہ ہو لیکن لحوم اہل سے ضرور واجب ہے کیونکہ اس میں دسوت
زیادہ ہوتی ہے اور عدم قائلین بالوجوب وہی لغوی وضوء مراد لیتے
ہیں نیز اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ لحوم اہل سے وضوء
لغوی فوراً زیادہ بہتر و مستحب ہے لحم غنم کے کھانے کی وجہ سے اس
قدر مستحب نہیں البتہ فرض یا واجب کسی کی وجہ سے بھی نہیں یا یہاں
بھی بعض استحباب پر عمل ہو۔

باب من الذکر

مذہب شافعی وجوب وضوء من مس الذکر ہے
اور اکثر ائمہ اسکے قائل نہیں پس اس حدیث
کو تو منسوخ کہا جائے اور ناخ یہ آئندہ حدیث ہے یا حدیث ثانی کو ترجیح
دھائے کیونکہ قیاس اسکا مؤید ہے اور یہ عام قاعدہ ہے کہ حدیث تعارض
الافہین حدیث سے ایک کو ترجیح دیتے ہیں اور بوقت تعارض احادیث
قیاس سے کسی کو ترجیح دیتے ہیں پس یہی وہی ثانی حدیث مرجع رہے
گی گو باعتبار اسناد کے حدیث اول اس سے قوی ہے یا مس ذکر سے
وضوء کو مستحب مانا جائے پس حدیث محمول علی الاستحباب ہوگی اور
مستحب ہونے میں کسی کو کلام نہیں اور ہوسکتا ہے کہ مس ذکر سے مراد
استحباب ہو چنانچہ ترمذی اس سے پہلے مس ذکر کے یہ معنی بیان کر چکے ہیں
باب ترك الوضوء من القبلة امام صاحب و اکثر صحابہ و تابعین
کاذب ہیں یہ لیکن امام شافعی وضوء کو واجب فرماتے ہیں لیکن

تصریح احادیث و روایات سے مذہب جمہور کو تقویت ہوتی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ کو بیستر پر نہ پایا تو ٹٹولنا شروع کیا آپ کے قدم مبارک پر اس حال میں ہاتھ پسیجا کہ وہ منصوب تھے جب انہوں نے کہا کہ آپ نماز میں ہیں پس اگر حضرت عائشہ نقص و ضرر میں لگرائی قائل ہوتیں تو کس واسطے اس طرح تلاش کرتیں کہ آپ کی نماز و وضو باطل ہو جائے۔ آپ یہ تاویل کرنی کہ حضرت عائشہ نے ہاتھ پر لپیٹ لیا تھا جس قدر بید ہے پوشیدہ نہیں۔ یہ قول میں بلا دلیل ہے کہ آپ حکم سے مستثنیٰ تھے جیسے کہ وضو من النوم سے آپ مخصوص تھے کیونکہ نوم کے معنی دلیل ہے اور اس کے لئے کوئی دلیل نہیں۔ شوافع کے یہاں بھی دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ بائند و نا بائند ہر دو کے مس سے وضو ٹوٹتا ہے۔ دوسرے یہ کہ صرف بائند سے پہلی روایت کے بموجب اس کا کیا جواب ہو گا اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمر بن ربیعہ کو حالت نماز میں اٹھا کر نماز پڑھیں اور سجدہ میں چلتے وقت آثار دیتے اور بوقت سر اٹھانے کے پھر اٹھا لیتے۔ ظاہر ہے کہ وہ کس خلاف میں نہ تھیں۔ عرض لس عراق سے وضو ثابت کرنا بظاہر بے وجہ ہے اور لامستمال النساء سے لمس بالید سمجھنا بھی بید معلوم ہوتا ہے باقی اقوال مبارک کا پیش کرنا شوافع سے بید ہے اور اگر کوس بھی تو حدیث کے سامنے وہ قابلِ حجت نہیں۔

باب نبیذا التمر | نبیذ کی ایک حالت وہ ہے کہ قرپانی میں ترہوں لیکن آب تک شیرین اور اجزاء قرپانی میں نہ آئے ہوں اس سے بالا جماع وضو جائز ہے اور ایک حالت وہ ہے کہ اجزاء قرپانی میں مل گئے ہوں اور اپنی کی رقیق جاتی رہے اس سے

بالاجماع وضو ناجائز تیسری حالت یہ ہے کہ تمر کی شیرینی پانی میں اگر حل شربت غلیظ ہو گیا ہو۔ اس سے صرف امام صاحب جائز کہتے ہیں اور دیگر ائمہ اور جمہور قائل نہیں ہیں مگر ظاہر ہے کہ امام صاحب حدیث کو لئے ہوئے ہیں اور دوسرے حضرات یہاں قیاس سے حدیث کو چھوڑتے ہیں گو حدیث قوی تاہم قیاس سے بہتر ہے پس اس کو قابلِ عمل نہ سمجھنا بعید ہے اور لہجہ حدیث جو غیر واحد ہو خدا شافیہ تو قصص میں ہو سکتی ہے گو خدا فی مفسر سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ پس ممکن ہے کہ لہجہ واحد و صائد کے لئے قصص ہو جائے۔ اور واقع میں جب نبیذ موجود ہو تو لہجہ واحد صادق نہ آئے گا۔ باقی رہی جہالت راوی اس کا جواب حنفیہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مجہول نہیں ہیں اور کیا ضرورت ہے کہ خدا الرندی وغیرہ مجہول ہونے سے وہ بالکل مجہول ہو جائیں۔

باب سور الکلب | امام صاحب کی یہ رائے ہے کہ تین بار وضو ڈالنا کافی ہے کیونکہ مقصود ازالہ نجاست ہے باقی حدیث و روایات کا مطلب علم غلیظ و طہر بیان کرتے ہیں ایک یہ کہ نجاست و نفاست کے واسطے فرمایا ہے حمد و منظور نہیں۔ دوسری روایات کا جن میں آٹھ دفعہ دھونا فرمایا گیا ہے چھوڑنا لازم آئے گا۔ پس مناسب یہ ہے کہ استحباب و نفاست کے لئے قرار دیا جائے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ساٹھ دفعہ دھو ڈالو کبھی زیادہ صفائی کے لئے فرمایا کہ اقل مرتبہ میٹھی لے ڈالو اور سات دفعہ دھونا چاہیے کبھی آخر میں بالتراب فرمایا۔ غرض سب سے نفاست ہے اس صورت میں روایات میں..... تعارض نہ ہوا۔ اور سب پر عمل ممکن ہوا کیونکہ

تخصیہ شرعی مقصور نہیں ہے بلکہ ساقی افطرد و قدر و عزائمات اور کم زیادہ
 کی نقلی ہیں۔ ہاں امام شافعیؒ اور ائمہ حنفیہ کو بعض روایات کو چھوڑنا
 پڑا یعنی جب صبح صلات ہوگی ہوا اور نماز کی روایت کو چھوڑنا پڑا۔ اسکا
 جواب بعض نے دیا ہے کہ ایک دفعہ ملنے کو میں غسل شہاد کر کے جموعہ کو غایب
 قرار دیا لیکن ظاہر ہے کہ غسل اور دھونا نہیں کہتے۔ نیز بخاری
 بطریق و غیرہ روایات پر عمل نہ ہو سکے گا۔ ہاں صاحب نے ایک جگہ
 قیاس کیا کہ ازائز نجاست غسل دوسری اشیاء کے یہاں بھی دو تین دفعہ
 سے ممکن ہے لیکن اس قیاس کی بدولت سب احادیث پر عمل ممکن ہو گیا
 بخلاف صبح حضرات کے کہ ایک پر عمل اور ارقی ترک بخلاف صرف حلق
 حدیث کو لینے میں اس قید زائد کو نہیں لینے کے یہ غسل نزو و ما کو جو ہا ہے
 اور سید صاحب بات ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حدیث کو مضمون مانا جائے کہ
 ابتدائے اسلام میں جو تکلاب سے طہارت و طہارت زیادہ تھی اسلئے
 ازاد نفرت کے لئے اس قدر سہا فرمایا گیا۔ جب قلوب سے محبت تکلاب
 زائل ہو گئی پھر حکم ثلاث مرآت ہو گیا کہ ہوشان النسخ اور آسان
 طریقہ ہے۔ بخلاف اس حدیث سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ مار قلیل و قورہ نجاست
 سے ناپاک ہو جاتا ہے شوافع کا تو یہی مذہب ہے۔ البتہ امام مالکؒ جو تغیر و
 کی قید کو نجاست کے لئے ضروری کہتے ہیں جواب کے لئے مضطرب ہونگے۔ پس
 ان سے یہ ہر وہی ہے کہ ہاں میں اور کرب میں پاک ہے لیکن غسل صبح مرآت اور تہی
 و قدر کی ہے اول تو یہ بعد معلوم ہوتا ہے دوسرے جس روایت میں آیا
 ہے کہ طہور ہا غسل صبح مرآت اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ شخص
 ضرور تھا جس کا طریقہ طہور تسلیم کیا گیا۔ اور بڑی وجہ حدیث صبح مرآت کو

قابل وجوب و تجدید نہ کھنے کی یہ ہے کہ سند صحیح سے ثابت ہے کہ ابو ہریرہؓ
 نے ولیم کلب کے بعد ظرف کو میں مرتبہ دھو کر پاک کیا اور ملا ترتیب کے
 پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام صاحب اور ابو ہریرہؓ بالکل ایک ہی
 معنی سمجھ کر وہاں امر استحباب اور نظافت ہے باقی ازائز نجاست کا جو
 اصل قاعدہ ہے وہ سب جگہ رائج و نافذ ہے۔ خود راوی حدیث کا خلف
 روایت عمل کرنا اور یہی فتویٰ دینا اس معنی استحباب کا شاہد ہے کہ چونکہ راوی
 کے خلاف روایت عمل کرنے سے حدیث میں ایک قسم کا نقص پیدا ہو جاتا
 ہے۔ وار قطن میں روایت ہے کہ عن الامام عن ابی ہریرہؓ عن عبد اللہ علیہ
 وسلم فی الکلب اذا یبلغ فی الاذنا یغسل ثلاثا و اخصمنا او
 صبیحا اور ابن عربیؒ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ اذا ولغ الکلب فی الماء
 احدهم فلیہرقہ۔ و لیغسل ثلاث مرآت کذا فی فتح القدیر۔
 پس اس سے خوب یہ معلوم ہو گیا کہ صرف تطہیر و تنظیف کے لئے ہے
 باب مسح الخفہ اعلاه واسفله

عمل نہیں سمجھا اور ایک تاویل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپؐ نے ایک ہاتھ سے
 خف کی جانب اسفل کو ٹھیرایا اور دوسرے ہاتھ سے اوپر کی طرف مسح
 کیا۔ ہو یعنی ایک ہاتھ سے قدم شریف کو پکڑا اور دوسرے مسح کیا جسکو
 راوی نے مسح اعلیٰ و اسفل سمجھا۔ لیکن یہ فہمید ہے کہ راوی کے فہم کی

لے روی الدار یعنی بسند صحیح عن عطاء بن یوہن عن ابی ہریرہؓ ان اذا ولغ فی الاذنا
 فلیہرقہ ثم یغسل ثلاث مرآت

خطا سمجھ جائے اور یہ کہا جائے کہ راوی نے اخذ الخف ہالید کو مس کھلے
پس اس میں یہ ہے کہ کہا جائے کہ آپ نے استنجاء ایسا کیا تھا۔ پس اس روایت
میں نہ تعارض رہتا ہے نہ کسی روایت کا ترک لازم آتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ
مسح اعلیٰ خف آپ نے وجوہ کیا اور اسفل خف کا استنجاء کیا۔ غرض کوئی
سناوہل لیجئے فرض صرف مسح اعلیٰ ہے جو کثرت روایت و اذنی علیٰ فرض
المسح بر اعلیٰ الخف اور یوہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ لوکان الحین
بالرائی لکان اسفل الخف اولیٰ بالمسح۔

باب المسح علی الجوبین النعلین | میں نے مسکھ میں کہ آپ نے
ایک حالت میں جو رین و خلیں
پر مسح کیا یعنی مقصود تو صرف مسح جو رین تھا لیکن نعلین چونکہ متصل تھے
ان پر بھی مسح ہو گیا۔ عرب کے نعلین میں بلا اخراج نعلین مسح ہو جاتا ہے
کیونکہ اس میں صرف تسمر اور تحمال حصہ ہوتا ہے۔

باب مسح العمامۃ | ایک تو وہی تاویل ہے کہ آپ نے ناصیہ پر مسح
فرما کر عمامہ کو ہاتھ سے درست کیا اور راوی
نے اسکو مسح عمامہ کھیا مگر یہ بھی علی قیاس ماضی ذرا بعید ہے پس تاویل
اچھی یہ ہے کہ آپ نے مقدار ناصیہ کے مسح کے بعد استیعاب کے لئے مسح
عمامہ فرمایا۔ اس میں سنت استیعاب بھی ادا ہو گئی بعض لوگ مسح علی
العمامہ کو بھی کافی سمجھنے والے ہیں۔

باب الغسل من الجنابة وعدم الوضوء بعدہ | کیفیت غسل سے
ظاہر معلوم ہوتا
ہے کہ مس ذکر سے وضو نہیں جانا کیونکہ یہ احتیاط و شرط کہیں مذکور

فہی کہ غسل میں بعد وضو مس ذکر کی نوبت نہ آئے اور یہ کیا ذرا بعید
ہے کہ آپ خیال رکھتے ہوتے (یعنی بعد وضو مس ذکر سے پہلے ۱۷ ہاتھ کرتے ہوتے)
قول اہل علم من الصحابہ و سفیان
باب جدیدۃ ولایہ ذکر احتلاما | کے قول اور بعض اہل علم من
الابن عیینہ میں اگر فرق ہے تو صرف یہ کہ بموجب قول صحابہ تو جب ہتھ میں
غشہ ہو کہ من التطفہ ہے یا غیرہ تو واجب ہے اور تابعین کے قول کے
مطابق بلا یقین نطفہ غسل واجب نہیں۔

باب لمذی یصیب الثوب | نضح کے معنی یہاں غل خفیف
کے ہیں یعنی ذرا سا پانی لیکر
دھو ڈالو، کیونکہ اس میں زیادہ غلظت نہ ہوگی۔ نضح کے معنی شافعی
نے بھی اس موقع پر یہی لئے اور اس سے پہلے بول غلام میں یہ معنی لئے
اور امام صاحب کے مخالف رہے۔

المنی یصیب الثوب | چونکہ آپ نے غسل یا فرک کرالیا ہے اور کبھی
ثابت نہیں کہ بلا احد الاشیاء کے ثوب طوٹ
جی سے آپ نے نماز ادا کی ہو اس لئے حنفیہ و مجہور نجاست کے قائل ہیں
امام شافعی ظاہر فرماتے ہیں لیکن ہم حنفیہ قول ابن عباس کا بھی جواب
دیں گے کہ وہ صحابی کی ایک رائے ہے۔

باب الجنب ینا قبل الغسل | حدیث عائشہ کے ایک تو یہی
معنی ہیں کہ آپ نے ایٹا بیان
جواز کے لئے ایسا کیا تاکہ لوگوں کو زیادہ آسانی ہو جائے۔ البتہ عادت
شریف نوم بلا وضو و استنجاء حاصل کی تھی۔ اور ایک معنی لم یمس ماء

کہے ہیں کہ مارخاص مراد ہو یعنی آپ نے غسل نہ فرمایا گو ضرور کر لیا ہو۔
باب المستیاضۃ غائب نہ تو مشہور ہیں لیکن اس حدیث سے آتا تو ضرور معلوم ہو گیا کہ دم عرق ناقض وضو رہے پس دم قصہ میں دم عرق ہے اس سے کیوں ناقض وضو نہ ہوگا۔

باب مع الصلوٰۃ بغسل للمستیاضۃ او تویح وتر وید کے لئے ہے یعنی حسب عادت جمع سے مراد موری جمع ہے آپ نے جو سامعہ یا مومنین کو فرمایا مطلب اس سے یہ ہے کہ اگر دونوں پر قضا ہو تو جو نماز تم کو بہتر معلوم ہو وہ کرنا۔ چونکہ مزان مختلف ہوتے ہیں بعض شخص اس کو ایک غسل بھی مشکل ہوتا ہے اور بعض کو دو چار بھی آسان اس لئے آپ کو فکون قنوت اکہنے کی نوبت و حاجت ہوئی ورنہ ظاہر ہے کہ جمع بغسل واحد آسان ہے امرین میں سے ایک امر مذکور ہے اور ایک امر غسل لکل صلوٰۃ ہے جو راوی نے ذکر نہیں کیا و دیگر روایت میں آتا ہے مذہب امام ہیں ہے کہ خواہ متادہ ہو یا مستبدہ صرف وضو کافی اور غسل مستحب و اولیٰ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفاختہ یا دوا ہر نماز کے لئے غسل کا حکم فرمایا اس مذہب پر نہ کسی روایت کو چھوڑنا پڑا ہے نہ امام حبیہ کی حدیث میں نقلتہ بھی کہنا پڑتا ہے بلکہ تمام روایات اپنے عمل پر قابل عمل ہیں۔

باب وضو مستحاضۃ لکل صلوٰۃ امام شافعی ہر نماز کے لئے وضو ضروری کہتے ہیں اور حنفیہ وقت کے لئے کیونکہ لائم یعنی وقت مستقل ہے چنانچہ دوسری روایت میں وقت کا لفظ بھی ہے یعنی وقت ہو یا نہ ہو کسی قدر تفصیل تو امام شافعی بھی ضرور کریں گے کسی لئے کہ نوافل و سنن کو

تہا جائز کہتے ہیں۔ پس حنفیہ فراموش قضا شدہ کو بھی تہا جائز کہیں گے۔
باب وطی الحائض فقد کفر کو یا تو شدید و تغلیظ پر حمل کریں یا ظاہر پر رہنے دیں اور سب پر وہی ہے کہ کفر و دن کفر سمجھا جائے چنانچہ بخاری نے بھی طرنا اختیار کیا ہے۔ اس کفارہ کا منکر کوئی نہیں لیکن

باب کفارة اتیان الحائض سلام اس میں ہے کہ کس قسم کا کفارہ ہے پس بعض حضرات نے واجب کہا ہے شل و دیگر کفارات کے لیکن اکثر اہل علم کی رائے ہے کہ یہ کفارہ بارائے اطفال غصب لرب ہے کیونکہ حد میں ہے کہ الصدقة تحط غصب لرب اس طرح یہاں بوجہ عصیت بوجہ خداوندی تھا اسکے اطفال کے لئے یہ کفارہ ہے واجب نہیں۔ پس اب نصف دینار اور ایک دینار کی روایت میں تطبیق دینے کی ضرورت نہ رہی کیونکہ واجب تو ہے نہیں حسب توفیق وید ہے۔

باب لو وضو من الموطی لا فتوضا دے وضو و شرعی مراد ہو تو محض بہت ہی بے تکلف ہیں کیونکہ محض طے نجس سے وضو و شرعی ہرگز لازم نہیں ہوتا اگرچہ اقدام نجس ہی ہو جائیں اور ممکن ہے کہ وضو سے غسل رجل مراد ہو یعنی مکان نجس جو غلط ہو اس پر رجل کریم پاؤں نہ دھوئے تھے۔

باب التیمم تیمم میں دو خلاف ہوتے ہیں ایک تو ضرورت میں کہ ایک ہے یا دو اور دوسرے مسح میں کہ مسح علی الکفین والوجہ ضروری ہے یا مرفقین پر بھی مسح ضروری ہے امام اسحق اور بعض حضرات صرف وجوب الوجہ والکفین کے قائل ہیں اور جمہور اور اکثر صحابہ کا مذہب

محققین کہے۔ اس حدیث کو بعض نے اس طرح ضعیف کرنا چاہا ہے کہ
گواہان میں ضعف نہ ہو لیکن چونکہ راوی خود تیسرے تھیں الی الا باط فرماتے
ہیں اور بعض روایات میں کچھ کفین کے نصف ذریعہ وار دے پس
ان معارضات سے حدیث ضعیف ہوگئی لیکن انصاف یہ ہے کہ امام المصنف نے
اس کا جواب دیا ہے بیشک درست ہے کہ پہلے انہوں نے الی الا باط کیا
ہوگا اور پھر جب آپ سے عرض کیا تو آپ نے اصل طریقہ تعلیم فرمایا
چنانچہ حضرت عمرؓ اور ان عمار کا قصہ سفر مشہور ہے۔ پس وہ پہلا قصہ ہے اور
اب راوی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتا ہے پس تم ویر
و کفین درست ہوگا اب حنفیہ و دیگر موافقین کو اس روایت کا جواب دینا
باقی ہے وہ قطع نظر از قیاس اس طرح ہو سکتا ہے کہ حدیث جسکو راوی
أَمَرْنَا سے تعبیر فرماتے ہیں قول نہیں فعل ہے باقی راوی کا اَمَرْنَا کہنا
یہ اس لئے کہ جب آپ نے تصریح کیا کہ کفینک ہکذا۔ پس یہ تو امر ہوا اور
اسی کو راوی نے امر سے تعبیر کیا ہے اس کے بعد اشارہ فعل شروع ہوا۔
چونکہ یہ سائل صاحب تیمم وضو سے واقف تھے اور شبہ صرف تیمم غسل میں تھا
جیسا کہ حدیث تخریج سے ظاہر ہے لہذا آپ نے وجہ کفین کو ذرا س کر کے
اشارہ فرمایا کہ تیمم غسل کے لئے بھی کافی ہے ہر ہر جزو اور علیہ علیہ وغیرہ
بکھانے کی ضرورت نہ سمجھی روایت نصف ذریعہ بھی مشاہد ہے کہ آپ نے
صرف اشارہ فرمایا تھا کسی نے صرف مسح کف بکھا اور کسی نے نصف ذریعہ
تک اُتھا آتا ہوا دیکھا۔ یہ ظاہر ہے کہ اشارہ بسرعت ہو جاتا ہے اس میں
کسی قسم کا تکلف اور دیر کرنی نہیں پڑتی۔ جب اسکو اشارہ کے لئے کہا گیا
تو باقی روایات میں اور اس میں کس طرح تعارض نہ رہا اور روایت نصف

ذریعہ کے معنی میں بخوبی مفہوم ہو گئے اور اصل وہی معلوم ہیں اور معلوم
الی المصنفین نے جیسا کہ دوسری روایت سے ثابت ہے اور نیز
قیاس سے۔ لیکن سب اس پر موقوف ہے کہ حدیث کو فعل کہا جلتے چنانچہ
اس کا اسلوب ذکر کیا گیا ہے اب تقریر کر رہے کہ اوّل تو سب روایات
کفین میں یکفینک ہکذا ہے اس کے فعل ہونے میں دقت نہیں معلوم
ہوئی اس روایت میں چونکہ أَمَرْنَا فرمایا ہے لہذا یہ ذرا مشکل ہے اور
روایت ہے قوی۔ پس معلوم ہونا چاہیے کہ أَمَرْنَا سے مراد وہی قول
شریعت ہکذا یا یکفینک ہکذا ہے اور وہ بے مشبہ امر ہے۔
لیکن اس کے بعد اشارہ ہوا ہے جو صرف اِذِ دُلَّانِ کی غرض سے تھا اور
واقف کے سمجھانے کے لئے کافی تھا۔ فتدکر و تدبر۔

باب لبول علی الارض

مذہب حنفیہ یہ ہے زکوة الارض
یہ سبھا لیکن کہہ سکتے ہیں کہ اس میں
مفسر نہیں بلکہ دھونے سے پاک ہو جاتی ہے۔ بعض زمین جلد جذب
نہیں کرتی اس میں تو اس طرح طہارت ضرور ہی حاصل ہو جائے گی
اور اگر کسی کو شبہ و شک ہو تو ابوداؤد کی روایت موجود ہے کہ آپ نے
مٹی وہاں کی کھدوا ڈالی تھی گو روایت قوی نہ ہو جواب کافی ہے اور
بعد اٹھانے مٹی کے پانی ڈالنا ازالہ ریح منقذہ اور زیادت نفاذ
کے لئے ہوگا یہ بھی ضرور نہیں کہ بول وسط مسجد میں ہو ممکن ہے کہ
کنارہ پر ہو اور مار قلیل ہی سے سب پاک ہو گیا ہو۔

ابوابُ الصَّلَاةِ

باب ماجاء فی مواقیت الصَّلَاةِ اختلاف مواقیت میں ابتداء
حصراً اور انتہائے ظہر میں ہے
مراد صرف اسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک شل پر عصر آجائے
اسکے سوائے صرف اشارات ہیں تصریح کہیں نہیں، دوسرا اختلاف مغرب
کے انتہا میں ہے لیکن وہ کوئی بڑا اختلاف نہیں بلکہ لغت پر دار و مدار ہے
چونکہ ریاض بعد الخمر کو بھی شفق کہتے ہیں لہذا امام صاحب اسکو انتہائے
مغرب نہیں لیتے ہیں امام شافعی نے یہ بھی مروی ہے کہ مغرب کا وقت
صرف بقدر ثلث رکعات یا فاس رکعات ہے چنانچہ آگے آئے گا اس حدیث
امامت جبریل میں جو وقت العصر بالاصل ہے اس سے یہ مراد ہے کہ
کل کے عصر کے وقت کے قریب یا یہ کہ اس روز کی انتہائے ظہر اس روز
کے ابتدائے عصر کے وقت ہوئی ظلال کل شمس سے مراد بالاتفاق مسلاوہ
سایا اصل ہے ورنہ بعض مواضع میں تو دو پہری کو سایہ
اصل ایک شل ہو جاتا ہے بلکہ کسی زیادہ پس اگر اسکو طغیہ دیکھا جائے تو
عین نصف النہار میں وقت عصر لازم آئے گا تمام ائمہ و فقہاء نقل سے
مراد سوائے سایہ اصل لیتے ہیں۔

باب منہ اس حدیث سے شل مثلیں کی تصریح نہیں نکلتی مغرب
کے بارہ میں اس میں اور گزشتہ حدیث میں اختلاف ہے
لیکن یہ مسلم ہے کہ حدیث بالا دربارہ مواقیت سب سے پہلی حدیث ہے
اس واسطے میں جو حدیث آئے گی وہ اسکے بعد کی ہوگی دوسرے یہ کہ

پہلی حدیث یعنی امامت جبریل کی حسن ہے اور صحیح ہے پس یہ زیادہ قابل
اعتبار و اسب للعلل ہوگی۔

باب تغلیس بالفجر بعض علماء نے مایغوف من الخلف کے یہ
سنی کئے کہ مسجد کے اندر اس قدر تیرگی ہوگی
تھی کہ چہاں دیکھتے تھے کیونکہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مقارب السقف
اور خلف تھی نہ جڑے وسیع دروازے تھے نہ روشندان غرض یہ ہے کہ
مایغوف من مسجد کے اندر کی حالت ہے باہر کی نہیں پس اسفوار ابانہر
کے معارض نہ ہوئی لیکن یہ بات دلی کو گنے والی نہیں اکثر روایت اور
بعض تخریج و شواہد سے آپ کا غلبہ میں ہی پڑھنا ثابت ہے (یعنی عائد)
باب الاسفار امام شافعی نے بیان فرمایا ہے کہ اسفار سے وہ
وقت مراد ہے کہ صبح صادق ہو جانے میں کچھ ٹھٹھ

طبع باقی ذریعہ لیکن شوافع یہ تو تیکاش کہ پہلا حالت شک میں جائز ہی
کتب ہے جو عدم شک کی صورت میں باعث مزید اجز ہو اور عدم اسفار یعنی
حالت مشرب میں اگر کم لے نیز دوسری روایت میں کلمہ اسفرتع فھو
اعظم للاجدر آگیا ہے اسکا کیا جواب ہوگا امام صاحب کا مذہب اسفار
کا مشہور ہے بظاہر وہ دوسری روایات کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ پس
حقیقۃ الامر یہ ہے کہ امام صاحب بیشک ثبوت و فضیلت تغلیس کے قائل
ہیں لیکن چونکہ کثرت جماعت ایک دوسری عارضی بڑی فضیلت اسفار
میں ہے لہذا اپنے زمانہ کے مناسب اسفار کو خیال فرما کر مستحب و اولیٰ کہتے
ہیں اور اس میں کوئی غلطی نہیں کہ کبھی عارضی فضیلت اصل فضیلت سے
بڑھ جاتی ہے چونکہ یہ زیادہ تکامل کا ہے پس بہتر ہے کہ تاخیر ہو تاکہ لوگ

جماعت سے محروم نہ رہیں گواصل فضیلت و ذوق غریب تعلیم میں تمام
صرف برعایت ارباب زمانہ اور برائے حصول ثواب للمصلین استفادہ
امام صاحب نے اولیٰ کہا ہے چنانچہ حنفیہ محققین اسکی تصریح کرتے ہیں
کہ اگرچہ لوگ ہم سفر ہوں تو نماز صبح جس وقت چاہیں پڑھیں انکے لئے
اسفار مستحب نہیں اس سے ظاہر ہے کہ اصل وہی مصلحت ہے چنانچہ
حضرت شیخین نے جب دیکھا کہ لوگ صبح میں ذرا کسل کرتے ہیں تو یہ نسبت
جناب رسالت اکہ کے ذرا تاخیر سے فجر پڑھتے تھے۔

باب تاخیر الظہر لشدة الحر
امام صاحب شدہ حر میں ابراد کو مستحب
کہتے ہیں۔ امام شافعی صاحب ہر وقت
میں تعمیل کو پسند فرماتے ہیں۔ باقی انکے قول پر امام ترمذی کا اعتراض
درست نہیں بلکہ انکے قول کے متن کچھ میں دھوکہ ہوا۔ اصل مطلب
مسلم ہوتا ہے کہ امام شافعی ظہر میں صرف اجتماع کے لئے تاخیر کو پسند
فرماتے ہیں جیسے امام صاحب صبح میں وردہ اصل انکے یہاں وہی تعمیل ہے
پس ترمذی کا حدیث سفر میں کرنا شافعی کو مضر نہیں کیونکہ یہ کہاں سے ثابت
ہو کہ سفوف اجتماع میں دشواری نہ تھی جنگل کا قضا اور وہ بھی اس جگہ
جہاں سایہ کا سامان نہ ہو وہاں جس قدر تکلیف تعمیل میں ہوگی اس قدر
تو شاید شہر میں میل بھر سے آنے میں بھی نہ ہو کیونکہ پانی وغیرہ کی تلاش
اس سخت دھوپ میں کرنا یہ ہر ملتی زمین پر نماز پڑھنا جیسا یہ مشکل ہے
محتاج بیان نہیں۔

باب تعمیل العصر
باختلاف ائمہ اور جهت و رُخ مکان شمس کی
حالت مختلف ہوتی ہے بعض مواہم میں بہت

جلد مکان سے نکل جاتا ہے اور بعض ایام میں دیر میں نیز جس مکان کی
دیواریاں بلند ہوں اور صحن تنگ ہو اس میں سے بہت جلد آفتاب نکل
جائینگا اور جسکی دیواریں مختصر اور صحن وسیع ہو وہاں دیر تک رہے گا
پس معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کا قبرہ اسی قسم کا تھا۔ ابتدائے عصر
میں امام صاحب کا دیگر بڑا اقتدار ہے خلاف کرنا یوں معلوم ہوتا ہے کہ بڑے
مصلح پر مبنی ہے اس لئے امام صاحب سے تین روایتیں اس بارہ میں
منقول ہیں۔ اصل یہ ہے کہ سب کے موافق اول امام صاحب نے بھی یہی
کہا کہ ایک مثل تک ظہر اور اسکے بعد عصر۔ لیکن چونکہ اسی وسیع نظر اشارات
احادیث پر پوری جوہر گرد نظر انداز کرنے کے لائق نہ تھے جن سے ابتدائے
عصر از شلیل کا پتہ چلتا تھا۔ لہذا امام صاحب نے کہا کہ اس وقت میں اپنی
بعد از یک مثل ظہر تو پڑھ لے کیونکہ اول تو وہ حسب اشارات حدیث
ادا ہوگی ورنہ کم از کم قضا کو مضر وہی ہو جائے گی البتہ عصر اس میں نہ پڑھے
تاکہ خلاف اقتیاط نہ ہو کیونکہ اگر وہ ایک روایت کے موافق ادا ہوگی تو
اشارات کے بموجب تو بالکل ضائع ہوگی نہ ادا نہ قضا۔ پس بہتر ہے کہ
ایک مثل کے بعد ظہر تو پڑھے لیکن عصر نہ پڑھے تا وقتیکہ دوش نہ ہو جائے
یہاں تک خلاف بین الائمہ والا امام سے شرہ صرف یہ ہوگا کہ اگر کوئی
فصل ایک مثل سایہ تک ظہر نہ پڑھے اور امام سے فتویٰ لے تو فرائض
گے کہ اس وقت پڑھو کیونکہ اگر بموجب ایک روایت کے قضا ہے تو کسی
روایت اور اشارہ کے مطابق ادا بھی تو ہے بہتر ہے کہ ابھی ادا کر لے ورنہ
بعد التلیل تو کسی طرح احتمال ادا باقی ہی نہیں رہے گا اور اگر دیگر ائمہ سے
استفسار کیا جائے وہ اس وقت کو اور دوسرے اوقات کو قضا ہونے

میں برابر فرمائیں گے اس میں ادا نہ اس میں قضا لیکن حق یہ ہے کہ
 امام صاحب نے یہاں کسی حدیث کو نہیں چھوڑا سب پر عمل کیا اور
 نہایت عمدہ طرح سے کیونکہ وہ حدیث پیش نظر تھی جس میں آپ نے
 یہود و نصاریٰ کو جبر من الظہور الی العصر اور اپنی امت کو اجبر
 من الظہور الی المغرب سے تشبیہ دی ہے جس سے اشارۃ ظاہر ہوتا
 ہے کہ وقت عصر نہایت ظہر کے قلیل ہے اور قلیل ہونے کی یہی صورت
 ہے کہ دو مثل سے غروب تک وقت عصر ہو ورنہ ایک مثل سے غروب
 تک وقت عصر ہونے میں وقت ظہر کم رہ جائے گا اور مثال فرمودہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم درست نہ ہوگی۔ نیز وہ حدیث بھی یاد تھی جبکہ ترمذی
 نے امام شافعی کے مقابلہ میں پیش کیا تھا جس میں راہبنا فی السلول
 منقول ہے۔ اس سے بھی بقائے ظہر الی ما بعد النشل ظاہر ہوتا ہے کیونکہ
 طول کا سایہ زوال کے وقت سے نہایت دیر بعد میں یعنی تقریباً ایک
 مثل کے قریب ظاہر ہوتا ہے اور زمین پر آتا ہے اس لئے کہ ابتداءً سایہ
 خود اس پر پھیلتا رہتا ہے۔ بہت عرصہ کے بعد اور تمام مسافت طول کو
 طے کرنے کے بعد زمین پر سایہ پڑتا ہے پس جب ایسے وقت اذان ہوں
 تو وحش آب اور قضا حاجت و غیرہ میں بھی کچھ وقت صرف ہوا ہوگا کیونکہ
 آپ نے فرمایا ہے کہ اذان و اقامت میں اتنا فصل ہو کہ مختصر اپنی حاجت
 سے اور اکمل اکمل سے فراغت پالے۔ اب یہ نظر انصاف معلوم ہوتا ہے کہ
 اتنے عرصہ میں سایہ ایک مثل سے تجاوز کر گیا ہوگا۔ پس آپ کا نماز اس
 وقت ادا کرنا بقا ظہر الی الثلثین کی دلیل ہے اور حدیث بھی یہ صحیح ہے
 بخاری نے بھی دس جگہ سے زیادہ نقل کیا ہوگا۔ امام جبریل کی حدیث سے

اقویٰ ہے کیونکہ وہ صرف حسن ہے اور بخاری نے اسکو ترجیح نہیں دی۔ اور
 اس سے خوف بھی ہے البتہ قصر تک کی کمی ہے پس انہیں اشارات ظاہر
 الی وجہ سے امام نے اپنی احتیاط کے موافق ادا کئے عصر کو قبل الثلثین
 منع فرمایا کیونکہ وہ ایک روایت کی رو سے لغو ہو جاتا ہے گو ایک روایت
 کے موافق صحیح بھی ہوتی ہے البتہ اولے ظہر کو جائز فرمایا کہ اگر محبوب
 حدیث ادا نہ ہوں تو قضا تو ہو ہی جائے گی اور یہی وجہ روایات و
 اشارات تو ادا ہی ہو جائے گی۔ یہ ایسا ہی حقتہ ہے کہ امام صاحب و
 ابو یوسف کو سفر کا اتفاق ہوا۔ اور قبیل طلوع بیدار ہوئے آنحضرت
 نہ تھا کہ وضو بھی کریں اور نماز بھی بغراغت ادا ہو جائے۔ غیر وضو تو
 جلدی جلدی کر لیا اور امام ابو یوسف کو امام بنایا اور آفتاب کو آب نکلا
 اور اب نکلا۔ پس امام ابو یوسف نے صرف فرائض صلوٰۃ ادا کر کے
 نماز تمام کر دی سنن و واجبات سب چھوڑ دیئے تو نماز قبل طلوع ادا
 ہوگئی امام صاحب نے فرمایا کہ صار یعقوبنا فقیہاً یعنی اگر چاہا وہ کی
 نوبت و ضرورت پیش آئے گی لیکن فضیلت وقت تو ہاتھ سے نہ گئی۔
 ایسے ہی یہاں ایک روایت کی رو سے ادا ہوگئی کہ دوسرے کی تصریح
 سے قضا ہوئی ہے بخلاف اسکے کہ پھر کس وقت ادا کرنا کیونکہ اس میں کسی
 طرح بھی ادا نہ ہوتی قضا کے محض رہتی اس قسم کی رائے امام صاحب
 کی مغرب میں ہے یعنی اصل وقت تو حرمۃ تک ہے لیکن چونکہ لغت میں
 اس بایض بعد النمرۃ کو بھی شفق کہتے ہیں پس جس نے اس وقت تک
 نماز نہ پڑھی ہو مغرب ادا کر لے کیونکہ باعتبار ایک معنی کے اب بھی
 وقت باقی ہے گو باعتبار اس دوسرے معنی کے وقت نہ رہا ہو بخلاف

تاخیر الی بعد البیاض کے کہ اس میں کس وجہ اور کس معنی سے بھی اور نہ ہوگی۔ اور شمار کو بھی قبل غروب البیاض نہ پڑے کیونکہ ایک معنی سے گواہ ہو جائے گی مگر دوسرے معنی کے اعتبار سے قبل الوقت اور ضلوع ہونے کا خوف ہے۔

الحاصل عصر میں امام کی وسعت نظر اور احتیاط کی وجہ سے سب اختلاف کو ناپڑا اور یہاں بوجہ اشتراک لفظ اور رعایت جانب احتیاط کے امام کو دیگر حضرات سے علیحدہ رہنا پڑا۔ الغرض امام کا اصل قول تو وہی ہے جو سب علماء کا ہے چنانچہ وہی صاحبین کا قول ہے اور وہ ایک روایت امام سے مشہور ہے۔ دوسرا قول جو ظاہر الروایۃ اور مذہب مشہور ہے کہ دو شمس تک ظہر پڑھ سکتا ہے عصر نہ پڑھے جسکی وجہ مذکور ہوئی۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ایک شمس کے بعد نہ ظہر پڑھے نہ عصر۔

باب ثانی فی المغرب تعجیل بالاتفاق اولیٰ ہے لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی وقت مستحب بقدر ثلاث یا خمس رکعات فرماتے ہونگے نہ مطلق وقت۔ باقی حدیث جبرئیل چونکہ مقدم اور حسن ہے وہ دوسری روایات تو مغرور صحیح کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

باب کراہت النواحر نوم قبل الشاء خوف فوت جماعت شمار اور سر بعد الشاء بخوف فوت صلوٰۃ صبح کر دے۔ البتہ

عبادت کی قوت و اعانت کے لئے جائز ہے چنانچہ رمضان میں لایمراہ الفصل او صاف غرض اس سے یہ ہے کہ مقصود بالذات سمر نہ ہو اور اسکے لئے وقت ضائع نہ کرے چنانچہ مسافر قطع مسافت بھی کرتا رہے اور قصد گونی ہو تو اسکا مستحق وقت سمر میں صرف نہ ہوگا اور اگر بعد الشاء بھی ہو تو

مسافر کو چھوڑ دیا رہنا مقصود ہوتا ہے۔ اور اصل منتظر صلوٰۃ بھی اپنا وقت اس طریقہ گذار دے تو جائز ہے۔

باب فضل اول الوقت افضل الاعمال قرآنے کی تاویل یا تو یہ کہ من افضل الاعمال ارادہ اب کچھ

معارض نہیں رہتا یہ کہ اس بارہ میں یہ افضل الاعمال ہے یا خاص مسائل کے لئے یہ افضل الاعمال ہے جسکے مناسب آپ نے جو سائل سمجھا اسکے لئے افضل الاعمال فرمایا پس افضل الاعمال کی روایات میں تعارض نہ رہا۔ حدیث علی نہیں جولا تو خود فرمایا ہے یا تو اسکا یہ مطلب ہے کہ جب نماز کا وقت مستحب آجائے تب تاخیر نہ کرو۔ یا یہ کہ یہاں سے تو علی اطلاق عدم تاخیر کا حکم لیا جائے لیکن دوسری روایت سے صبح و مغرب و شامیں تخصیص کر لی جائے اور یہی حال ہے روایت شیبانی یعنی بالمصلوٰۃ لمواقفہا کا غرض آپ کا اول وقت کے فضائل فرمانا لمبرودا اور اسفہا کے معارض نہیں کیونکہ اس میں جو ذات فضیلت ہے وہ مسلم لیکن ایک عارضی وجہ دفع حرج اور کثرت جماعت ایسی آگئی کہ وہ اس سے بھی فضیلت میں نہ آئی۔ چنانچہ بیان ہو چکا کہ امام صاحب بھی اصل تغلیس و تعجیل ہی کو سمجھتے ہیں البتہ بوجہ اختلاف زمانہ اسفار کو مستحب سمجھتے ہیں۔ جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علحدہ آمد اور روایت سے تغلیس ثابت ہے کیونکہ اس وقت کے لوگ سر میں ال الطاعة اور مقدمین فی العبادۃ سے منانہ کی عورتیں بھی بہت جلد صبح کو حاضر ہو جاتی تھیں مردوں کا تو کیا کہنا ہے لیکن چونکہ وقت نوم و غفلت تھا اور جناب سرور کائنات کے رد و آنند زمانہ کی حالت پیش نظر تھی۔ لہذا اسفہا و ابنا العجودا کافر فرمایا پس شغل و

فعل میں تفاعل ہے نہ احادیث اختلاف اول وقت اور استحباب تاخیر میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اس مصلحت کو خوب سمجھتے تھے چنانچہ حضرت عمر کے زمانہ میں بر نسبت عبد بنی صلی اللہ علیہ وسلم ذرا تاخیر سے نماز ہوئی عشاء میں تاخیر اس لئے مستحب ہے کہ تاکہ تمام امور دنیاوی سے فراغت کر کے نماز ادا کرے اور خاتمہ عبادت پر ہو کیونکہ التوفیر ماخوذ الموت ورجع عشاء کا رو بارش مصروف ہو جائیگا یا سحرش وقت کھو دے گا اور خاتمہ عبادت پر نہ ہوگا۔

حدیث عائشہ میں جو تاخیر صلوة مرتین کی نفی ہے اگر اسکو تفسیر و شرح کے لئے لیا جائے جیسا کہ تمام شراح لیتے ہیں تو وہی مشہور جواب ہے ایک دفعہ کی حضرت عائشہ کو خبر نہ ہوئی ہوئی کیونکہ امامت جبرئیل کے دفعہ آپ کی عمر بہت کم ہوئی اور بعد ازاں کسی سے اس واقعہ کے سننے کا اتفاق نہ ہوا۔ انہوں نے صرف اس واقعہ تعلیم امرا کی خبر پائی اور دو دفعہ کی نفی فرمائی۔ یعنی صرف ایک دفعہ آخر وقت میں پڑھا ہے باقی اور مواقع و جہاد میں جو تاخیر اور جمع ہیں الصلوٰۃ میں کی نوبت آئی۔ اسکا جواب یہ تھا یوں دیکھ گئے کہ عائشہ اس تاخیر کی نفی فرماتی ہیں (اس جگہ سے) چونکہ نماز میں متواتر واقع ہوئی ہو پس ایسی تاخیر صرف دو ہی دفعہ واقع ہو ہے اس سے ایک مرتبہ کی خبر نہ پائی لہذا ایک سے زیادہ کی نفی فرما رہا ہے اور جبر یہ ہے کہ مرتین کو تعلیل کے واسطے لیا جاوے پس مطلب یہ ہے کہ آپ نے تمام عمر میں نماز کو دو دفعہ بھی مؤخر نہیں کیا یعنی بالکل ایسا نہیں کیا چنانچہ محاورہ اسکا شاہد ہے جیسا کہ ہم کہیں کہ فلاں چیز دو کوئی کو بھی نہ خریدیں اسکا مطلب یہ نہیں کہ ایک کوڑی کو خرید لیں گے بلکہ اس

تخیر ہر مطلق خریدنے کی نفی منظور ہے اس طرح مطلقاً عدم تاخیر کو بیان کرنا ہے مگر بطور محاورہ بیان فرما دیا ہے مطلب یہ ہے کہ آپ نے کبھی بھی نماز کو آخر وقت میں نہیں پڑھا۔ باقی اب امامت جبرئیل اور تعلیم امرا کی مواقع اور جہاد وغیرہ کی تاخیر واقع میں تاخیر ہی نہ تھی بلکہ صاحب شہادہ اور صاحب حق کا یہی حکم تھا تاخیر وہ ہوتی ہے کہ اپنے تکمیل وغیرہ سے ہو جبکہ صاحب الامر حقیق نے آخر وقت میں پڑھنے کا حکم دیدیا تو وہی اصل ہے۔ تاخیر وہ ہوتی ہے کہ بلا تضرر اپنی کوتاہی سے تاخیر کی جائے اس صورت میں حضرت عائشہ کو امامت جبرئیل سے بے خبر کئے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ وہ مطلق تاخیر کی نفی فرماتی ہیں کما تفر۔

باب من نام عن صلوة اکم

امام کا یہ مذہب ہے کہ مستیقظ کو بھی اوقات مکروہ میں نماز پڑھنی چاہیئے مثلاً فحی وغیرہ جائز فرماتے ہیں۔ روایتیں ہر دو جانب ہیں فرق انتخاب کے امام شافعی نے ان احادیث کو عملی اطلاق رکھ کر احادیث ممانعت و کراہت میں تخصیص فرمائی یعنی ان اوقات میں نماز پڑھنی چاہیئے مگر مستیقظ من النور یا ناسی عن الصلوٰۃ کو بس اب معنی درست ہو گئے اور امام نے ممانعت و کراہت کی احادیث کو عملی اطلاق رکھ کر ان روایات میں تخصیص کی یعنی مستیقظ اور ناسی کو بغور جانئے اور ادا کئے کے لحاظ پڑھ لین چاہئے مگر اوقات مکروہ میں نہ پڑھیں کیونکہ یہی عنہا ہیں اور مخالف بات ہے احادیث بھی روایات اباحت کے مقدم ہوتی ہیں اور بظرف انصاف امام صاحب کو کسی طرح کی تخصیص کی ضرورت نہیں بلکہ وہ سمجھتے تھے لیتے ہیں کہ نام اور ناسی کو جب یاد آوے تب پڑھ لیں یہی

کر یا دیکھنے بعد ایک لمحہ و لحظہ کی دیر میں نہ ہو ورنہ لازم آئے گا کہ بغور جائے
اور یاد آنے کے شروع کر دے خواہ وضو سے ہو یا بے وضو باقی رہی فاقا
اسے تعقیب کے لئے نہ لیجئے بہت سے مواقع میں باوجود ترائی کے
فاقا کا استعمال کیا گیا ہے پس یہاں بھی بلا تکلف یہ معنی ہیں کہ اسی وقت
ادا کر لے ورنہ ذکر کے ملا تار ہے البتہ ایسا فوراً ادا کرنا کہیں پایہ ثبوت و
وجوب کو نہیں پہنچتا۔ اور جب اس حدیث کی شان نزول پر نظر کیجئے تو مٹ
یہی معنی معلوم ہونے لگے وہ یہ کہ لیلۃ التدریس کی صبح کو جب آپ بیدار
ہوئے اور رفقاء سفر بھی گھر آکر جاگے تو آپ نے فرمایا کہ صابو ہمارے
نفوس اللہ تعالیٰ کے ید قدرت میں تھے جب چاہا چھوڑا اور جب تک چاہا
روکے رکھا پس گھبرائے کی کوئی بات نہیں بلکہ من نامہ عن الصلوٰۃ
اوشیہا فلیصلہا اذا ذکرہا اب آپ نے وہاں فوراً نماز شروع نہیں
کردی بلکہ وہاں سے رواحل کو بند حوا یا اور تھوڑی سی مسافت کو طے کر
کے وضو اور اذان مع الاقامت سے بغزفت نماز ادا فرمائی اس سے
صاف معلوم ہو گیا کہ ترائی جائز ہے علی الفور اور ضروری نہیں ورنہ آپ
دیر نہ فرماتے اب آپ کے وہاں سے آگے تشریف لا کر نماز پڑھنے کو اس پر
عمل کیا جائے کہ چونکہ آفتاب قریب لافق تھا اس لئے آپ نے اذان میں
کی تاکہ خوب غلوں ہو جائے تو صاف امام کا مذہب روشن ہو جائیگا لیکن
اگر اس پر محمول ہو کہ جو دوسرے و شرعی طاعت اس جگہ کو چھوڑ دینا مناسب
سمجھا تو اذن تو اسباب میں تعارض نہیں ہوتا تاہم یہ معلوم ہو جائے گا کہ ذرا سی
کراہت کے زائل فرمائے کو آپ نے اولے نماز میں دیر فرمائی پس کیا اس
کراہت کے لئے دیر کرنا ضروری نہ ہو گا جو احادیث کثیرہ سے باہر خارج ثابت

ہے کہ انہما تطلع بین قسوف الشیطان اور نہیں عن الصلوٰۃ وغیر
ذاتک پس امام نے شان نزول کو ملاحظہ کر کے وہ سیدھے ساوے معنی
لئے کہ کسی طرح تعارض ہی نہ ہو۔

باب قضاء الغواث

اس حدیث سے آپ کا یہ ترتیب ادا کرنا ثابت
ہے اور امام صاحب بھی صاحب ترتیب
کے لئے ترتیب کو ضروری فرماتے ہیں۔ دوسری حدیث میں مالک دت اھل
سے یہ مطلب نہیں کہ فرصت ملنے کے بعد پڑھ لیں لی بلکہ ائندہ الفاظ
حدیث سے معلوم ہوگا کہ انہوں نے بھی نہیں پڑھیں تھے اور جب رسول
اللہ صلی علیہ وسلم نے تسلی فرمادی کہ اگر تم نے نہیں پڑھیں تو میرا بھی یہی حال
ہے اب جماعت سے پڑھیں گے اس فقرے سے وجوب ترتیب صاف معلوم
ہو گیا۔ ورنہ آپ مغرب کی تاخیر پسند نہ فرماتے بلکہ پہلے مغرب اور بعد قضاۃ
عصر ادا فرماتے معلوم نہیں اب امام شافعی کیا جواب دیں گے جو مغرب کا وقت
صرف بعد تین پانچ رکعت کے فرماتے ہیں۔

باب الصلوٰۃ الوسطی

قول تو اس میں چکیں یا کم و زیادہ ہیں لیکن اکثر
صحابہ اور اہل علم کی رائے ہے کہ عصر ارہے
اور امام صاحب کا بھی یہی خیال و مذہب ہے۔

باب الصلوٰۃ بعد العصر

احادیث میں بیشک کثیرہ ہیں اور جو روایات
قویہ ہیں اس میں بعد الصبح اور بعد العصر
اور عند الزوال تینوں داخل ہیں پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا اس وقت نماز پڑھنا بموجب قول ابن عباسؓ تو قضاۃ مننت تھا
اور یہ بلا شبہ درست ہے کیونکہ آپ نے جاریہ کے جواب میں یہی فرمایا تھا

لیکن انکار فرمایا کہ بعد از نماز یہ صرف اُنچے علم کی بنا پر ہے ورنہ
 بہ تصریح ثابت ہے کہ آپ ہمیشہ روزانہ بعد العصر رکعتیں پڑھتے تھے حتیٰ
 کہ حضرت عائشہ رضی عنہا مروی ہے کہ جب سرور کائنات کسی نفل پر اتنی
 عداوت نہ کرتے تھے جتنی کہ کھتی الصبح اور بعد العصر پر نیز حضرت ام سلمہ
 کا بواسطہ جاریہ کے سوال کرنا اور آپ کا وہی جواب دینا جو ابن عباس رضی
 نقل فرماتے ہیں اسکا شاہد ہے کہ آپ ہمیشہ پڑھتے تھے اور اس میں ہرگز
 شبہ نہیں جو کہ آپ مکان میں ادا فرماتے تھے ابن عباس کو حال معلوم
 نہ ہوا ہوگا۔ اب یہ بات کہ آپ نے باوجود عمامت فی ہذہ الاوقات کے
 کیوں دوام فرمایا اسکا جواب ایک تو یہ ہے کہ ایک روز تو آپ نے قضا
 پڑھی اور پھر آپ نے اس پر دوام فرمادیا کیونکہ آپ کوئی قلیل تکبیر علی
 ایسا نہیں کرتے تھے کہ آج کیا کل چھوڑ دیا بلکہ عداوت فرماتے تھے لان
 احب الاعمال الی اللہ اذ وہا پس آپ نے اس فعل خیر کو نہ
 چھوڑا۔ لیکن اس میں دو وجہ سے علمایاں ہیں ایک تو یہ ہے کہ جو لوگ نفل کو
 اسوقت منع فرماتے ہیں وہ قضا نفل کو بھی جائز نہیں کہتے کیونکہ وہ نفل
 ہی رہتی ہے حتیٰ کہ حضرت امام صاحب کا یہ مذہب ہے کہ جو نماز اصل میں
 واجب نہ تھی وہ اسوقت جائز نہیں پس اگر وہ نفل جو شروع سے لازم
 ہو گیا تھا اس وقت ادا کرے تو جائز نہیں کیونکہ اصل سے واجب نہ تھی۔
 پس آپ نے قضائے نفل اسوقت کسی طرف پڑھی۔ دوسرے یہ کہ یہ کوئی
 ضرور نہیں کہ جو اعمال اپنے وقت سے ٹل جائیں اور کسی قدر سے دوسرے
 وقت میں ادا ہوں تو آپ اس دوسرے وقت میں بھی انکو لازم کہیں
 دیکھئے بلکہ اگرچہ اس میں صبح کی نماز بعد از صبح اذان و تکبیر و جماعت

پڑھی گئی۔ پس یہ نہ ہوا کہ آپ اس پر بھی عداوت کرتے۔ پس کسی طرف
 غلطی سے بچا نہیں چھوڑتا جب تک کہ اسکو آپ کی خصوصیات میں
 سے دیکھا جائے۔ پس خصوصیت پر قائل کرنے سے کوئی غدر نہ رہے گا۔
 ممانعت آپ نے امت کے لئے فرمائی تھی۔ آپ کے لئے اسوقت میں نوافل
 ادا فرمانا درست تھا۔ ان اوقات میں ممانعت کی وجہ سد باب ہے یعنی
 ابھی سے منع کروا گیا تاکہ عین طلوع و عین غروب کی حالت میں نہ پڑھنے
 گھس امام شافعی صاحب ان اوقات میں ان نوافل کو جائز کہتے ہیں جنکا
 کوئی سبب ہو جیسے تحیۃ المسجدا اور کھتی الطواف امام صاحب مطلقاً نہ
 فرماتے ہیں۔ فوائت جو کہ غالباً سمع و ہوتے ہیں لہذا بالاتفاق اس وقت
 جائز ہیں۔ ان میں یہ ہمیشہ نہیں کہ بہت دیر تک پڑھتے پڑھتے عین طلوع
 یا عین غروب تک پہنچ جائے گا۔

باب الصلوة قبل المغرب

جواز میں امام صاحب کو کلام نہیں وہ
 فرماتے ہیں کہ ہم نہ منع کرتے ہیں نہ حکم
 کرتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کو پڑھتے دیکھ کر منع نہ
 فرماتے تھے۔ عرض تاخیر مغرب نوافل کے لئے نہ چاہیے۔ اگر بلا تاخیر مغرب پڑھ
 سکے یا کسی وجہ سے جماعت میں دیر ہو اور پڑھ لے تو جائز ہے۔

باب من ادرک رکعتہ

بکتہ میں کہ درج احادیث سے ممانعت اور اس
 سے اجازت ثابت ہوتی ہے پس تعارض ہوا تو ہم نے قیاس کی طرف
 رجوع کیا قیاس نے عصر میں حدیث اباحت کو ترجیح دی اور صبح میں
 حدیث ممانعت کو۔ دوسری تاویل لغاوی وغیرہ کی یہ ہے کہ یہ اس شخص

پہنجانہ اذان ہو تو حق امام صاحب اسے لیتے ہیں کیونکہ آپ کے رو برو
 اذان ہو تو حق اور آپ ہمیشہ سنتے تھے اور کبھی تغیر کے لئے نہ فرمایا بھی
 کافی وافی و جلد اولویت و استحباب کی ہے اور نیز عبداللہ بن زید کی روایت
 بدو الاذان کی بھی متفق معنی ہے چنانچہ جس جگہ مفصل ہے وہاں ترجیح کا
 پتہ نہیں بلکہ حقیقہ کے موافق ہے نیز امام صاحب فرما سکتے ہیں کہ ہم مطلق
 اذان کی ترجیح کو غیر مستحب نہیں کہتے بلکہ پہنجانہ اذان میں عدم ترجیح کو
 مستحب کہتے ہیں۔ پس گوئی پہنجانہ اذان میں ترجیح ثابت کر دے ابو مخنف
 کی روایت سے پہنجانہ نماز کی اذان میں ترجیح کسی طرح ثابت نہیں کیونکہ
 آپ نے وہ اذان اعلام صلوٰۃ کے لئے نہیں کہلائی تھی کیونکہ اذان اس سے
 پہلے ہو چکی تھی جس کی نقلیں آثار نے کے جرم میں مانو ہو کر ابو مخنف نے
 دلت ایمان پائی۔ اور ترجیح کو بعض نے تسلیم پر حمل کیا ہے کہ آپ نے تعلیم
 کی غرض سے ترجیح کو ان تھی انہوں نے اصل قاعدہ سمجھ لیا یا یہ کہ شہادتین
 کو اپنے دل میں راسخ کرانے کو تیار کر لیا یا یہ کہ ابو مخنف نے شہادتین کو
 دلی زبان سے اور آہستہ کہا تھا آپ نے فرمایا کہ خوب زبان کھول کر بکاردو
 چنانچہ اسے اسلام کا تقدس دی و مشہور ہے جس میں یہ بھی ثابت ہے کہ ان
 سے سوائے اس اذان کے عظیمہ کلمہ شہادت و توحید نہیں پڑھایا گیا
 بلکہ صرف یہ کلمات مبارک اسلام کے لئے کافی سمجھے گئے ہیں جب ترجیح میں لے
 احتمال ہیں اور یہ تقدیر تسلیم ترجیح پر جو معمول بہا ہوئے اور بدو الاذان میں
 مذکور ہونے کے عدم ترجیح کو ترجیح ہے تو امام صاحب کو کیا ضرورت ہے کہ
 دوسری جانب کو اختیار کریں۔ تجریش میں بھی تکرار و عدم تکرار کے جواز میں
 کلام نہیں لیکن خلاف اولویت میں ہے چونکہ وہی روایت ابو مخنف نے کی

بابت قوی ہے اور مجیر کے کلمات سترہ مروی ہیں۔ پس اقامت میں کسی
 پر حمل ہے اور اس میں ش اذان کے کوئی احتمال وغیرہ نہیں۔ باقی امر بیان
 سے دوام ثابت نہیں۔ ممکن ہے کہ بیان جواز کے لئے کسی وقت امر فرمایا ہو
 نیز روایت عبداللہ بن زید ابن عہد رجبہ صاف ہی پتہ دیتی ہے کہ کلام
 اذان رسول اللہ صلی علیہ وسلم الخ۔ پس امام صاحب اسی کو لیتے
 ہیں جو معمول بہا تھی۔ قد قامت الصلوٰۃ کے تکرار میں کسی کو ہرگز خلاف
 نہیں خلاف مذکورہ باقی کلمات میں ہے۔

باب دھمال اصابع

سُرخِ حلق میں خلاف ہے سُرخِ کپڑے
 فرماتے ہیں اور بعض مباح اور بعض منون۔ جو مباح و منون فرماتے
 اچھو تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، البتہ مکروہ فرمانے والے ہیں تاویل
 کرتے ہیں کہ وہ عمدہ خط خط بخط سُرُخ تھا اور بیان کیے ایسے ہی ہوتے
 ہیں آپ کو یمن کی طرف سے رجت تھی اور کثرت سے استعمال فرماتے تھے۔

باب الشوب

تخویب کے معنی تو اطلاق بعد الاعلام کے ہیں لیکن قسمیں
 اسکی دو ہیں ایک بدعت ایک سنت چنانچہ ترمذی
 خود فرماتے ہیں۔ پس سوائے اذان صبح کے دوسری اذانوں میں بھی
 بدعت اور عارض اذان مطلقاً بدعت ہے۔ حتیٰ کہ ابن عربی نے اس مسجد
 میں نماز پڑھنے کو بھی گوارا نہ فرمایا۔

باب من اذن فہو یقیم

امام صاحب کے نزدیک اذان و اقامت مختلف
 آدمیوں کا کہنا مکروہ نہیں البتہ اگر مؤذن کی
 ناراضی معلوم ہو تو دوسرے کو کہنا مکروہ ہے اور اگر دلالت یا صراحت معلوم

۳۶
ہو جائے کہ وہ ناراض نہ ہوگا تو دوسرے کو اقامت کہنی جائز ہے۔
باب اذان بلا وضو خلاف اولیٰ ہے۔

باب لام ام اتقنی الاقامۃ
یعنی بیکر جب کہیں جائے کہ امام بیکر ہو کر آجائے اور اذان میں امام موجود ہو یا ضروری نہیں بلکہ مؤذن اتق ہے یعنی وقت پہنچا کر کہدے امام کا اس میں اختیار نہیں بلکہ مؤذن اعلیٰ ہے۔

باب لا اذان باللیل
اس سے مراد اذان صلیٰ صبح باللیل ہے کیونکہ صلیٰ لیل کی اذان کا ذکر اس میں نہیں آیا صاحب صبح کی اذان کو قبل طلوع الفجر جائز نہیں فرماتے جیسکہ دیگر اوقات میں قبل الوقت جائز نہیں البتہ چار وقت میں اور اگر کسی شخص تھے لیکن صبح میں اختلاف ہو گیا۔ جو روایات امام کی مؤید ہیں اب ترمذی اور معنی و سنن ضعیف کرنا چاہتے ہیں غیر سند میں تو چونکہ وہ امام حدیث ہیں احادیث متبرک ہو گئے لیکن انکا یہ کہنا کہ لعلیٰ لیل هذا الحدیث صحیحہ کا درست نہیں یا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسکو صحیح نہیں۔ اصل یہ ہے کہ بعض ایام میں صبح کی اذان عبداللہ ابن ام مکتوم کہتے تھے اور اذان باللیل حضرت بلال کہتے تھے اور کبھی اذان فجر حضرت بلال کہتے تھے۔ اور عبداللہ اذان باللیل کہتے تھے چنانچہ ایک انصاریہ کی روایت سے ثابت ہے کہ وہ فرائض میں کہ حضرت بلال صبح کو اگر میرے مکان کے اوپر بیٹھتے تھے اور افق کی جانب دیکھتے تھے جب طلوع فجر ہوتا اذان کہتے پس انہی بعد قد نامہ کی حدیث ایسے ہی زمانہ کا واقعہ ہے کہ حضرت بلال صبح کی اذان کہتے ہوں ورنہ غلط اور تدارک کی کیا صورت اور ضرورت ہوتی صراحت معلوم ہوتا ہے کہ اذان فجر میں غلط ہوں

جس ذکر اذان لیل میں اب یہ روایت قوی ہو یا ضعیف لیکن پہلی حدیث کو اس سے تعلق ہی نہیں تعارض کس طرح ہو جائے۔ کیونکہ وہ آپ کا فرمانہ کھلے غروب کے بلال رات سے اذان کہتے ہیں اس سے استقبال ہی مراد لیجئے پھر بھی تعارض نہیں کیونکہ مؤذن بلیل اذان لیل کے لئے ہے ذکر اذان فجر کے لئے ورنہ پھر ابن ام مکتوم کو کو وقت فجر اذان کی یا ضرورت ہوتی جبکہ پہلی اذان جس کی نسبت کلوا واشربوا کا ارشاد ہے صبح کے لئے بھی جاتی اسکی شہادت کلوا واشربوا اذان لیل کی نسبت ہے نہ کہ اذان فجر کی۔ اس روایت کو سمجھ کر آپ فرماتے ہیں کہ انہی یؤذن لیلۃ منہ انکھو ورجع فانکم یعنی بلال اسوقت رات کو اس لئے اذان کہتے ہیں کہ جو لوگ تمام رات سوتے رہے ہیں وہ اس وقت کچھ بڑھیں اور جنہوں نے تمام رات عبادت میں گزار دی ہے وہ ذرا آرام کر کے نماز صبح کے لئے تازہ دم اور کچھ بوجا جن اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اذان لیل جس ذکر اذان فجر پس ان میں اس قدر تعارض سمجھنا کہ ایک حدیث کے صحیح ہونے کی تقدیر پر دوسرے کو لا معنی نہ کہیں درست نہیں بلکہ یہ غلط ہونی کہ بلال کو ہمیشہ ایک اذان کے لئے معین سمجھا گیا جو درحقیقت کبھی صبح کی اذان کہتے تھے اور کبھی رات کی۔ کلوا واشربوا کی حدیث اس زمانہ کی ہے جبکہ وہ رات کہ اذان دیتے تھے اور غلط اور تدارک کی روایت اس وقت کی ہے کہ وہ صبح کے لئے معین تھے۔ ورنہ تدارک کی صورت نہیں بنتی کیونکہ اگر اذان لیل قیام لغیر ہوتی تو غلطی اور غفلت کیا ہوتی اور اطلاع کس غلطی کی بجائے۔ روایات سے یہ تغیر وقت بلال والہی مکتوم رضی اللہ عنہما صاف ظاہر ہے لیکن رجوع فانکم کے بلال کا اذان لیل کے لئے ہونا اور انصاریہ

کی روایت سے صبح کے پوناٹ ہو گیا تو ابن کثیر کا تفسیر غلو مسلمی پر
پس حدیث کلاوا واشربوا سے جواز اذان فجر میں اللیل ہرگز نہیں نکلتی
کیونکہ وہ اذان صبح تھی یہی نہیں قول تو پھر روایت لیو جے قاضی کفر
دوسرے اس وجہ سے کہ اگر اسکو اذان صبح پر غلط کریں تو اذان ابن کثیر
پھر کس لئے تھی البتہ روایت کلاوا واشربوا سے کچھ تقویت اگر ہوتی ہے
حنفیہ کو ہوتی ہے کہ دوسری روایات سے معلوم ہو گیا کہ وہ اذان لیل
ابن زان العبد قد نامک حدیث میں اور ابن عمرؓ کی پہلی روایت
اور نہ مؤذن عمرؓ کی روایت میں کچھ تعارض و حدش رہے گا۔ امام بخاری
نے اپنے کمال فہم سے اس حدیث کو اذان بعد صلوٰۃ فجر کا استدلال بنایا ہے
بغلاف ترمذی کے البتہ اذان لیل جو حنفیہ کے خلاف ہے وہ اس حنفیہ
سے ثابت ہو گئی لیکن حنفیہ اسکو منسوخ کہیں گے کہ اس زمانہ کے بعد منسوخ
ہو گئی۔ اب نوافل کے لئے اذان نہیں حتیٰ کہ عیدین جو واجب یا سنت ہیں
وہ بھی بلا اذان ہیں۔

باب اذان السفر بہتر توجیح بین الاذان والاقامت ہے اقتصار علیہ
ابھی جائز ہے دونوں لازماً کر وہ ہے یہ دو شخص
اور تمام امور میں شادی ہوئے لہذا زیادہ عمر والے کو اقامت کا حکم فرمایا کہ
باعتبار علم کے مراد ہو۔

یعنی صحت و فساد اسکے ذمہ ہے چنانچہ حنفیہ کے یہاں
باب لا اذانین صحت صلوٰۃ بعد اذان شرط ہے صحت صلوٰۃ لا

پس حدیث اسی تحت ہے کہ امام گو یا مقتدیوں کی صلوٰۃ کو اپنی نماز
سے ضمن میں لئے ہوئے ہے بلکہ محققین کی رائے ہے کہ امام و مقتدی کی
نمازیں دو نہیں بلکہ ایک ہیں اس لئے اسکے حسن کے ساتھ اپنی نماز میں حسن
آئے اور اسی لئے امام سب سے افضل کو بنا منافس ہے۔

عبادات پر اہریت لینا خدا کا درست
نہیں دیکر حضرات اس کو استحباب پر
عمل فرماتے تھے۔

باب کم فرض اللہ الصلوٰۃ لا یدل القول لدی کے یا تو یہ
مسئلہ کہ ہمارے علم میں وہ چیز موجود
تھی جو واقع ہونے والی ہے پس ہمارے اعتبار سے قول میں تبدیلی نہیں
ہوئی بلکہ جو کچھ واقع ہوتا ہم کو معلوم تھا وہی ہوا یا یہ کہ ایک بات ہمارے
حلق تھی یعنی اولے صلوٰۃ وہ تو بدکر پکاس سے پانچ ہو گئی اور ایک ہمارے
حلق تھی یعنی اعطائے اجراء وہ بدستور رہا کہیں کسی بیشی نہیں ہوئی۔ یہ
مسئلہ کہ بعد المفسح خشش کے مناسب ہیں۔ فرض آپ پر بھی پانچ
نہا دیں تھیں۔ گو آپ پکاش ہی ادا فرماتے ہوں۔

ظاہر حدیث سے مستزاد نے استدلال کیا ہے کہ
باب فضل الصلوٰۃ جب تک کبیرہ سرزد ہو گناہ صاف ہوتے ہیں
پس کبیرہ کے صاف نہیں ہوتے لیکن وہ اسکو کچھ نہیں کیونکہ بر تقدیر
از تہاب کبیرہ مطلقاً کفارہ کی نفس نہیں بلکہ کل کے کفارہ کی نفس ہے کیونکہ
ماہوم کے لئے ہے پس مطلب یہ ہے کہ یا رسول خدا میں نے کل ماضی کے
ظلم میں اسکا مقبوم مخالف یہ ہو گا کہ بر تقدیر کبیرہ تمام ماضی کے مکفر نہیں

بعض کے مکفر ہیں اور وہ بعض صغیرہ ہیں بکیرہ بلا کفارہ رہ گئے ہیں
کے مکفر نہ ہونے تو مطلق مکفر تو آپ میں ہیں جہاں ہوا مطلوب۔

باب فضل الجماعۃ سبع وعشرون اور خمس وعشرون کو یا تو قید
ذیلا جائے بلکہ تخییر مراد لی جائے تو ہی تمام
نہیں رہتا یا اعتبار قلت و کثرت جماعت کے تفاوت ہے۔

باب من سمع النذار ولا یجیب اراق بالذار کو بخیر اللہ تعالیٰ
دوسروں کے لئے جائز نہیں بلکہ
ظاہر ہے کہ اگر آپ ایسا کرتے تو آدمی مکان سے باہر نکل جاتے ہیں اور
المیوان بالذار پایا جاتا۔ بلکہ اراق متاع ہو جاتا اور وہ جائز ہے۔
قبل العلم بخصوصیۃ هذا العذاب فرمایا ہو لیکن آئندہ حدیث کے
یہاں سے سمجھ لینا چاہیے کہ ترک جماعت اولیٰ پر یہ وعیدیں فرماتے ہیں
جماعت ثانیہ بھی مستحب ہوتی تو ان کو ایک عذر ہوتا کہ ہم دوسری جماعت
پڑھیں گے۔

باب الجماعۃ الثانیۃ اگر مجتہدین میں سے صرف امام احمد حنبل
جماعت کے قائل ہیں۔ دیگر بالافتقار
مکروہ کہتے ہیں۔ جوازیں کلام نہیں لیکن جواز و کراہت جمع ہو جاتے ہیں۔
اگر شلاش کے نزدیک منفر واپر مضاربہ نسبت جماعت ثانیہ کے اولیٰ والحق
ہے اور امام صاحب کی ظاہر الروایت میں ہے چنانچہ ظہیر یہ میں نقل ہے
بعض فقہاء کے کلام میں فرماتے ہیں کہ جو نہ کھانا چاہیے کیونکہ فقہاء قولہ
کو غیر اولیٰ میں استعمال کرتے ہیں اور بعض کتب میں بولا یکہا ہے اس
مطلب یہ ہے کہ مکروہ تحریمی نہیں مین تحت الاذان والاقامت مکروہ تحریمی

اور دون انکے مکروہ تحریمی نہیں۔ مقلد کے لئے تو اتنا بھی کافی ہے کہ امام
کا یہ مذہب ہے کہ تکرار مکروہ ہے اور پھر اسے ساتھ اجابت جماعت
ثانیہ کے مفاسد پر نظر کرنے سے تو خوب واضح ہو جاتا ہے کہ ہرگز نہیں
چاہیے چنانچہ جماعت اولیٰ میں سستی اور کسل ہو جانا وغیرہ اسکا ایک
اولیٰ اثر ہے اور جب صحابہ کے فوت جماعت پر تنہا ادا کرنے اور ان میں
ثانیہ نہ ہونے کو دیکھا جاتا ہے تو خود اسکا محدث اور بے دلیل ہونا معلوم
ہو جاتا ہے۔ نیز اس روایت سے جماعت مقرر نہیں ثابت نہیں۔ بلکہ منفر
و منتقل کی جماعت ثابت ہے پھر اسکا جفت ہونا درست نہیں اور پھر یہ بھی
مکن ہے کہ آپ نے بیان جواز کے لئے کرادیا ہو۔ والہذا فاقہ بین الجواز
والکراهۃ یہ کہ عادت شریف نہایت حکایت میں ہونے کے وقت حضور اجمالی میں لیکن ایک
بیان جواز کے لئے پانی کو ہاتھ تک نہ لگایا اور بلا غسل ہی خواب منسوب
پس اس طرح یہ بھی ہوگا کیونکہ بیان جواز نبی علیہ السلام کے لئے ضروری
ہے۔ آپ کے ایک دفعہ فوت جماعت پر مکان پر جا کر اہل و عیال جمع کر کے
نماز پڑھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز بالجماعت مسجد میں مرتبہ ثانیہ مکروہ ہے
ورنہ آپ ضرور جماعت کر لیتے دوسرے صحابہ بھی کہیں تو جماعت ثانیہ کرتے
بالاذان و اقامت گوشہ مسجد میں بلا اعلان پڑھنے کی اجازت سے صاف
ظاہر ہے کہ ثانیہ میں کوئی غرائی ہے ورنہ جماعت میں میں اس قدر اعلان
ضروری تھا کہ اذان و تحکیر کہیں جاتی تھی کیوں اس طرح خفیہ کی جاتی ایک
مسجد میں تحریر بخیر جائز نہ ہونے سے بھی ظاہر ہے کہ جماعت ثانیہ جماعت
میں نہیں۔ کیونکہ باوجود جملہ شرائط کے موجود ہونے کے بعد مرتبہ ثانیہ جائز نہ
ہونے کی میں وجہ یہ کہ جماعت چاہک شرط تھی وہ باقی نہیں باوجود اس

قدرو جہات و دلائل کے تعجب ہے کہ بعض اس زمانہ کے مولوی جماعت
 ثانیہ پر بے طرح زور لگا رہے ہیں فیذا جائے انکی عقل کہاں گئی نہ زمانہ
 کے حال سے واقف ہیں نہ جماعت ثانیہ کے مال اور بڑے اثر پر نظر کرتے
 ہیں فقہ کی کسی ایک روایت کو ذرا موافق پا کر اسے گھڑ مڑھکر سامنے
 کر دیتے ہیں حنفی حنفی کہلاتے ہیں اور امام کی بات جو بدیہی ہے اسکو نہیں
 مانتے حنفی کی غلامی کے لئے تو یہی کافی ہے کہ ہمارے امام کا یہ مذہب
 نہیں لیکن باوجود مرئجات مذہب امام اور مؤیدات کراہت کے استحباب
 اور اولیت جماعت ثانیہ پر اثر رہے ہیں۔ رفق یدین میں تو باوجود احادیث
 صریحہ کے امام کی آڑ پکڑیں اور کہیں کہ امام کا مذہب نہیں اور خوب جمیں
 اور حقیقت کا دھولے کریں اگر کوئی غیر مقلد رفق یدین کرے تو اخراج
 المسیحا کا حکم دیں تاکہ پاس والوں کی نماز خراب نہ ہو اور یہاں امام کی با
 نہائیں بلکہ ادھر ادھر کی باتیں بنائیں اور حدیث کا بہانہ لیں۔ حدیث میں
 صحاح سے نہ لوری تا نید۔ رفق سب اب پر تو انکی اذا دیں کیونکہ غلام
 کیدانی میں حرام کھانا ہے لیکن جماعت کو بار بار کریں کہ سہولت للعوام ہے
 میں تفاوت رہ از کجاست تا بجای

معلوم ہوا کہ وہاں بھی امام کی وجہ سے نہ جتنے تھے بلکہ بولنے نفس سے
 ورنہ یہاں بھی تو وہی امام ہیں کیوں پوسے مقلد نہیں بننے مسجد سوق وہ
 ہے جس میں قوم و امام و مؤذن معین ہو جیسے بعض جگہ بازار گھنٹے سے کسی
 وقت ہجوم ہو جائے اور پھر وہاں نہ قوم رہے نہ امام ایسی مسجد میں تخرار
 جائز ہے اور ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے جیسے صومرا میں لیکن اس میں ترک
 اذان و اقامت ضروری نہیں بلکہ خوب اذان و اقامت سے جماعت

لان شکل جماعت منہا حکم الاولیٰ مگر سوق سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیے
 کہ جو مسجد پر سر بازار ہو گو امام اور نمازی مقہر ہوں نیز اگر غیر محلہ کے آدمی تاکر
 جماعت کر گئے تب بھی اہل محلہ کو جماعت ثانیہ مکروہ نہیں۔

اس میں بعد عن الفسار بھی ہے اور اتصال
باب فضل صف اول
 بالا امام بھی ہے لہذا فضیلت زیادہ ہو گئی۔
 صف مقطع میں نقبار کے اقوال مختلف ہیں مگر راجح یہ ہے کہ صف متصل
 بالا امام کو فضل زیادہ ہے گو مقطع ہو۔

قرار حجت ملزم نہیں البتہ ترجیح احد التساویین کے لئے کافی ہے چنانچہ
 جب واقعے اسی قسم کے ہیں جو احادیث میں وارد ہیں۔

چونکہ انقطاع ہو جاتا ہے لہذا امانت
باب لصف بین السور
 ہے جب تک وسعت ہو اس سے احتراز
 کرے مولانا محمد یعقوب صاحب کی رائے تھی کہ ستونوں کے درمیان میں
 مکروہ نہیں کیونکہ یہاں انقطاع نہیں وہ مکان طیبہ طیبہ ہیں۔

اعادہ کا حکم زمانے سے سلطان ثابت
باب الصلوۃ خلف الصف حد
 نہیں ہوتا کیونکہ ترک مسنون مؤکدہ
 سے اعادہ مسنون ہوتا ہے جیسے ترک واجبات سے اعادہ واجب
 ہے حتیٰ ما امکان تمنا نہ کھرا ہو کسی کو صف اولیٰ میں سے پیچھے ہٹنے حدیث
 میں یہ حکم صاف موجود ہے البتہ جو شیور جمل متاخرین نے حکم دے دیا ہے
 کہ ضرورتاً تمنا بھی کھرا ہو جائے۔ ممکن ہے کہ کوئی ناواقف غفا ہو جائے اور
 رد و بدل کی نوبت آکر نماز فاسد ہو جائے۔

باب یصل وحرر رجل | داعی طرف برابر کھڑا کر لے۔ ہونا تو برابر چاہیے لیکن چونکہ برابر ہونے میں تقدیر عن الامام کا اندیشہ رہتا ہے لہذا احتیاط ذرا ایچھے رہے۔

باب الحق بالامامة | چونکہ اس ناذ میں اقرا اور اعلم کا مصلوق ایک ہوتا تھا۔ لہذا آپ نے اقرا فرمایا۔ الا باذنہ کو بعض نے صرف لا یجلس سے استنباط کیا ہے چنانچہ اس کے موافق امام ترمذی نے دونوں قول علماء کے لکھے ہیں۔ لیکن ظاہر اول قول ہے امام معین اگرچہ اقرا اور اعلم ہونا ہم دوسرے کو بلا اجازت امام نہ بنانا چاہیے۔

باب ترویم الصلوة وتکلیفها | حرمت افعال تجبرے اور علت تسلیم سے ثابت ہے اب یہ تو متفق علیہ ہے

کہ تجبر مخرج ہے البتہ سلام میں جھگڑا ہے کہ یہ ضروری ہے یا نہیں ثنائی فرقہ بالسلام کو فرض مانتے ہیں اور امام صاحب واجب۔ امام صاحب فرض مذکورہ بضمنہ کہتے ہیں اور صاحبین مطلق خروج بالضعف کو فرض کہتے ہیں خواہ بضمنہ ہو یا نہ ہو انچنانچہ مسائل اثنا عشر جو فقہ میں مذکور ہوئے ہیں اسی خلاف پر مبنی ہیں اس حدیث کا جواب امام صاحب حضرت ابن مسعود کے تشہید کو کہتے ہیں جس میں آپ نے اذا قلت هذا او فعلت هذا فقد تفتت صلوتک فرمایا ہے باقی اس حدیث پر عمل میں ہو گیا کہ خروج بالسلام کو واجب و ضروری کیا گیا تو فرض نہیں مانا۔ قراۃ فاتحہ کی کثرت تو بایقوات میں آوے گی۔ لیکن یہاں سے یہ بات کہنی چاہیے کہ خلاف اس بارہ میں دونوں ایک تو یہ کہ قرات فاتحہ فرض ہے یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ فرض

سب کے لئے ہے یا امام و منفرد کے لئے امام شافعی صاحب قراۃ فاتحہ کو فرض اور سب کے لئے فرض فرماتے ہیں۔ انکا سب سے بہتر استدلال یہ ہے اور حدیث قوی ہے وہ ہر دو سنوں کو اس سے ثابت فرماتے ہیں۔ اولاً فرضیت قراۃ فاتحہ وہ تو اصل صلیۃ کا حصہ ہے نقل کے بدون اس کے نماز جائز ہی نہیں ہوتی۔ اور دوسرے یہ کہ فرضیت بھی عام ہے وہ فرماتے ہیں کہ لفظ من فصل کی ہر ساقام ایسی متفرد۔ و مقتدی و امام اکو شامل ہے۔ پس لمن لم یفقدہ سے معلوم ہوا کہ بلا فاتحہ ان ہر ساقام کی نماز نہ ہوگی لیکن امام صاحب بھی اسی حدیث سے پورا بواب دے سکتے ہیں گو دوسرا وجہ سے بھی متعدد جواب دیئے گئے ہیں۔ پس بنظر انصاف دیکھنا چاہیے کہ آپ صلوۃ کی نفی فرما رہے ہیں بر تقدیر نہ پڑھنے فاتحہ کے اور کسی اور سورۃ کے بعض روایات میں فصاعدا ہے اور بعض میں او ما زاد۔ سب کا حاصل اس قدر ہے کہ بر تقدیر عدم قراۃ فاتحہ و سورۃ دیگر نماز نہیں ہوگی۔ امام صاحب نے اس سے کمال کی نفی سمجھی اور فاتحہ و سورۃ دونوں کو واجب قرار دیا۔ جسے ترک کے سجدہ سہو لازم آوے اب اس پر شور ہو رہا ہے کہ امام نے حدیث کو چھوڑ دیا۔ اور یہ کیا وہ کیا حال کا امام نے پوری حدیث پر عمل کیا تھا نہ ادھوری پر۔ امام شافعی صاحب نے کیا کیا کہ فاتحہ پر تم گئے اور ایسے جیسے کہ فرض فرما دیا اور ضم سورۃ کا تنا کٹنا یا کہ صرف سنون فرما دیا یعنی دربارہ فاتحہ تو حدیث کو نفی و وجود و قبول پر عمل کیا اور دربارہ سورۃ نفی سنیت فرما دیا۔ اب جائے غور ہے کہ امام نے نفی کمال پر عمل کر لیا تو کیا غضب ہوا وہاں تو نفی کمال اور ترک واجب پر عمل کرنے سے وہ شور اور یہاں ترک سنیت پر عمل سے شور بھی حدیث کو چھوڑنے والے نہیں شمار

ہوتے۔ امام نے تمام حدیث کے دونوں الفاظ میں وہی ایک معنی لئے حضرت
امام شافعیؒ نے آدھا تہتر آدھا تہتر کر دیا۔ بنظر انصاف امام کا جواب یہیں
سے پورا ہو گیا اور دوسرے جوابات کی ضرورت نہ رہی۔ واجب کی اگر یہی
تعریف ہے جو ہمارے اصولی نگاہ سے یہ تو ہرگز سمجھ میں نہیں آتی اور
معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نے بھی واجب کے یہی معنی لئے ہونگے کہ
واجب وہ ہے کہ دلیل مثبتہ سے ثابت ہو دلیل قطعی اسکے لئے نہ ہو اور
فرض وہ کہ جو دلیل قطعی سے ثابت ہو یا یہ کہ فرض وہ جسکا منکر کافر ہو اور
واجب وہ کہ اسکا منکر کافر نہ ہو پس معلوم نہیں کہ واجب کوئی ایسی ہی
چیز میں شے ہے جیسے سورتمار وغیرہ مشکوک کہ دلیل کے قطع نہ ہونے
سے ایک درمیانی قسم عمل آتی ورنہ پانی فی نفسہ باظہار تھا یا جس پس اس
شرح واجب کہ عدم قطعیت دلیل سے واجب ہو گیا ورنہ یا فرض تھا یا درجۃ
استحباب و سنت میں یا کوئی مستقل اور براہین علیہہ قسم ہے اہل اصول کے
بیان سے تو عینہ مشکوک کے مانند معلوم ہوتا ہے۔ یہ تعریفات ہرگز پوری اور
درست نہیں۔ کیونکہ نص قطعی اور دلیل صریح سے تو بعض مستحبات و منن
بھی ثابت ہیں چاہئے کہ وہ بھی فرض ہو جائیں اور چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے حق میں کوئی چیز واجب نہ رہے کہ کوئی آپ کو کسی شے کی فرضیت
و استحباب میں مشبہ نہ تھا۔ پھر آپؐ نے بعض فرائض واجب کے ترک پر جس
پر امام صاحب عیدہ سہو کرتے ہیں کس واسطے عیدہ سہو کیا؟ اور یہ تعریف کہ
منکر کافر ہو یا نہ ہو یہی درست نہیں کیونکہ بعض فرائض کا منکر کافر نہیں ہوتا
پس چاہئے کہ وہ سب واجب ہو جائیں حالانکہ انکے ترک سے بظان عمل
کا حکم امام صاحب بھی فرماتے ہیں۔ مثلاً امام صاحب خروج بعض للمصلیٰ کی

فرضیت کے قائل ہیں اور اسکے ترک سے بظان صلوٰۃ کا حکم فرماتے ہیں لیکن
منکر کافر نہیں کہتے کیونکہ فرض عمل ہے نہ کہ اعتقادی ورنہ صاحبین جو
اسکی فرضیت کے قائل نہیں معاذ اللہ قابل تحقیر فقیر ہیں معلوم ہوتا ہے کہ
فرض عملی اور واجب کی تعریف میں غلط ہو گیا ہے لیکن امام صاحب کا
یہ مطالب ہرگز نہ ہوگا جو اصول سمجھے کیونکہ امام صاحب جب ہی بقول کا خلاف
کہتے ہیں جب کوئی دقیق و نفیس بات سمجھ لیتے ہیں پس واجب انکے نزدیک
کوئی مستقل اور علیحدہ قسم ضرور ہوگی۔ فرض عملی اور اعتقادی کے فرق کو
دیکھنے سے اور پھر ہمارے علمائے فرض عملی اور واجب میں فرق کرنے اور
انکی دو قسمیں علیحدہ کہنے سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ واجب کوئی دوسری
مستقل شے ہے امام صاحب کے یہاں تو مطلق ذکر اللہ سے فرض تکبیر ادا
ہو جاتا ہے اور امام شافعیؒ صرف اللہ اکبر اور اللہ اکبر سے درست کہتے ہیں اور
کس ذکر کو کافی نہیں سمجھتے۔ امام صاحب کا استدلال یا تو وہی آیت ہے کہ لکل اسم ربہ
فصلیٰ اس میں مطلق ذکر فرمایا گیا ہے یا تکبیر کو معنی مصدری پر عمل کیا جائے۔
امام صاحب صرف عیدہ میں ملانے اور متصل کرنے کو اور
باب نشر الاصباح رکوع میں کشادہ کر کے اغد رکبتین کو سنون کہتے ہیں
اور سب حالتوں میں اپنی معمولی حالت پر رہنے دے۔ رفع یدین ملا سے
بات ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اذین ہمک رفع یدین کرتے ہونگے ورنہ رفع
الکعب پر مٹا صادق نہ ہوگا۔

باب ترک الجہر بلسلمۃ خود مؤید حنفیہ ہے البتہ حدیث جہر کا جواب یہ
ہے کہ یقیناً تم کے معنی یہ نہیں کہ اقتیل جہر کرتے تھے شروع تو بیکلام اللہ

سے کرتے تھے مگر جہر المہ سے کرتے تھے حدیث کی تضعیف خود ترقی کر رہے ہیں اور دیگر روایات کے بھی خلاف ہے۔ مبنی اختلاف کا یہ ہے کہ بسملہ فاتحہ کا جزو ہے یا نہیں۔ امام شافعیؒ چونکہ بروفاختہ کہتے ہیں لہذا اسکے جہر کو ضرور فرمائیں گے اور حضرت امام صاحبؒ چونکہ جو نہیں کہتے لہذا جہر کو بھی نہیں مانتے اس روایت کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ آپؒ نے احیاناً تعلیم کے لئے سننا دیا ہو اور پہل حدیث میں یا بشیخی تحکیم لے کر لے گئے۔

باب فتاح القراءۃ امام کے موافق اور امام شافعیؒ کے مخالف ہے۔ اب امام شافعیؒ صاحب نے اپنے موافق ایک معنی تجویز فرمائے بیشک ان معنی کا بھی احتمال بعید ان الفاظ سے ہو سکتا ہے اور ظاہر سن تو ظاہر ہی ہیں لیکن امام شافعیؒ کے معنی لینے سے یہ روایت گندہ شدہ روایت اور دیگر روایات کے مخالف ہو جاتی ہے کیونکہ ان روایات سے جن حضرات کا عدم جہر بسملہ ثابت بصرات تھا یہاں خاص انہیں حضرات کا جہر ثابت ہو جائے گا۔ ہاں امام صاحب کے معنی ظاہر ہیں اور روایات میں بھی جو بموجب بعضہا بعضاً اتفاق ہو گیا کسی قسم کا خلاف نہیں، انصاف سے دیکھئے تو امام صاحب کوئی احتمال بعید بیان کرتے اور اس سے تطبیق بین الروایات ہو جاتی تو وہی قابل قبول ہوتا یہاں تو حضرت معنی اور تطبیق ہر دو امر موجود ہیں اور معنی مخالف میں بہت سی خرابی ہے پس وہی معنی قابل تسلیم ہیں جو ظاہر ہیں۔

باب المصلوۃ الابغاث الکتاب اختلاف اس بارہ میں دو ہیں۔ ایک یہ کہ فاتحہ فرض ہے یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ مقتدی و منفرد و امام سب پر فرض ہے یا صرف امام و منفرد پر یہاں

حدیث کو صرف فرضیت سے بحث ہے۔ فرضیت لہذا موم کا مسئلہ آئندہ ذکر ہوگا۔ حدیث شوافع کے لئے سب سے عمدہ استدلال ہے۔ اس کا جواب ایک تو حنفیہ میں بھی مشہور ہے کہ نفس کمال فرما لگنی ہے نہ نفس جواز واداء اور بروئے انصاف کچھ بعید بھی نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اس سے پہلے اس روایت کو جس میں او سورۃ معہا وارد ہے امام شافعیؒ نفی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ پس امام صاحب نے کیا کچھ نیات کردی کہ نفس کمال اور ترک واجب پر عمل کر لیا یہاں اعادہ تو لازم گئے گا۔ بخلاف شوافع کے جو دربارہ سورۃ صرف رفع سنت پر عمل کرتے ہیں اور ترک سورۃ سے اعادہ لازم نہیں فرماتے اس معنی کے موند وہ روایت جس میں آپؐ نے فرمایا کہ فصلوۃ خداج خداج غیر تمام اس میں صاف طور سے غیر تمام فرمایا گیا ہے نہ غیر صحیح اس سے پوری تقویت اسی کو ہوتی ہے کہ نفس کمال مقصود ہے ایک جواب اصولی کہتے ہیں کہ فاقروا صاتیس میں اور اس میں ظاہر تضاد ہے ہوا پس ہم نے آیت کو فرضیت پر اور حدیث کو کمال و وجوب پر عمل کر لیا صحابہ کے لا تجزئ فرمائے سے بھی فرضیت ثابت کرنا ذرا بعید ہے کیونکہ لا تجزئ تو غیر کامل پر بھی صادق آتا ہے۔ امام صاحب بھی تو کافی نہیں کہتے بلکہ اعادہ کا حکم فرماتے ہیں (وقد یق بالحق۔ راقم)

باب التامین اختلاف ہے آثار و احادیث دونوں طرف موجود ہیں اور بلاشبہ آپؐ نے بالجہر والاغذا دونوں طرح کیا ہے۔ پس ایک مجتہد کے مقلد کو دوسرے مجتہد کے مقلد میں پر الزام لگانا خلاف انصاف ہے کیونکہ محبت دونوں کے پاس موجود ہے جن احادیث میں تصریح جہر و اخفاء ہے وہ قوی نہیں

یہ احادیث جو قوی ہیں ان سے مراد احتیاط اور احتیاط ہوتی ہیں۔ مدہما صودہ کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ آپ نے آئین بالمذہب یا یہ کہ ایسے طرح سے بڑھا کر آواز در آواز ہو گئی جسکو دوسرے سن سکتے تھے چنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کی قرات اور تسبیحات وغیرہ کو پوری طرح سنتے ہیں حالانکہ وہ جہر نہیں کرتا پس اس حدیث سے جہر نہیں ثابت ہوتا صحیح امر و بارہ افتخار و جہر یہ ہے کہ وہ بدیہی ہیں اب فقہاء جو توفیق کہتے ہیں وہ ادنیٰ درجہ اور حد کہتے ہیں کہ افتخار میں ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ فصیح لفظ ہو جائے اور جہر کا ادنیٰ درجہ اسلحہ غیر ہے اب ممکن ہے کہ خف میں بھی بعض دفعہ اسلحہ غیر ہو جائے اور وہ غایت اور اعلیٰ درجہ خف کا سمجھا جائے پس جب اعلیٰ ستر میں بھی اسلحہ غیر ہو گیا تو اس حدیث سے جہر ثابت نہیں ہو سکتا اور نیز آئین دُعایہ اور دُعایہ کا قاعدہ یہ ہے کہ بالا افتخار ہو۔ اس سے اور بھی ترجیح امام کے مذہب کو ہوتی ہے اور شعبہ کی روایت تو خف کی پوری موافق ہے باقی اس میں تین خطائیں نکال کر شعبہ کی روایت کو ضعیف کہنا درست نہیں شعبہ وہی ہے جن کو بعض محدثین امیر المؤمنین فی الحدیث فرماتے ہیں اور پھر خطبہ بھی ایک امر محض پر۔

پہلی خطار کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ جو دونوں طرح مشہور ہوں ابن العنبر بھی اور ابو العنبر بھی چنانچہ بعض حضرات نے اسکو کہا ہے کہ دونوں طرح مشہور تھے اور بھی بعض لوگ اس طرح دو طرح سے مشہور ہیں باقی انکی کیفیت کا اظہار ہونا ابو العنبر ہونے کے مخالف نہیں اکثر لوگوں کی دو کیفیتیں مشہور تھیں (جیسے ابوالحسن اور ابوتراب) دوسری خطار فی السند ہے اس میں کہہ سکتے ہیں کہ یہ سند پوری ہے۔

بعض روایات کی سند میں ایک راوی رو گیا ہے۔

بعض روایات کی سند میں ایک راوی رو گیا ہے۔
بعض روایات کی سند میں ایک راوی رو گیا ہے۔
بعض روایات کی سند میں ایک راوی رو گیا ہے۔

بہلکات

بعض روایات کی سند میں ایک راوی رو گیا ہے۔
بعض روایات کی سند میں ایک راوی رو گیا ہے۔
بعض روایات کی سند میں ایک راوی رو گیا ہے۔

وضع الیمین علی الشمال

بہتر یہ ہے کہ اس میں زیادہ تشدد کیا جائے۔
بہتر یہ ہے کہ اس میں زیادہ تشدد کیا جائے۔
بہتر یہ ہے کہ اس میں زیادہ تشدد کیا جائے۔

باب التکبیر عند الركوع والسجود

سب کا اس پر اتفاق ہے کہ انتقال الی الركوع اور تکبیر ساتھ ساتھ شروع ہوں یہ نہیں کہ رکوع میں پہنچنے کے بعد تکبیر کیجیے پہلے ہر رکوع کی طرف حرکت کرے علیٰ ہذا القیاس مجددہ میں۔ البتہ بعض مروایوں نے ایسا کیا۔

باب رفع الیدین

رفع یدین روایات کثیرہ و متعددہ سے ثابت ہے اور اس میں شک نہیں کہ آپؐ نے رفع یدین بھی کیا ہے اور نہیں بھی کیا۔ امام صاحب اسکو معمول بہا نہیں لیتے اور کہتے ہیں کہ خوف کرتا ہوں کہ مکروہ میں نہ پڑ جائے یعنی متصل بوجہ حرکات زائدہ کہیں امر مکروہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ امام شافعیؒ اسکو معمول بہا جانتے ہیں لیکن شوافع میں جس دو قول ہو گئے ہیں ایک تو صرف عند الركوع اور بوقت رفع من الركوع مسنون کہتے ہیں اور بعض ان دو مواضع کے ساتھ ایک نہفوض الی الركعت الثانیہ کے وقت بھی مسنون کہتے ہیں۔ البتہ ابن السکیتین کا شوافع میں سے کوئی قائل نہیں تفسیر کی بڑی جفت حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ ہے جس سے صرف عند الاقتران رفع یدین ثابت ہوتا ہے اسکے سن ہونے کا تو خود ترمذی بھی اقرار کرتے ہیں۔ بعض علمائے اسکو درجہ صحیح تک پہنچایا ہے اور ظاہر ہے کہ ابن مسعودؓ کو جب پوری طرح ثابت ہو گیا ہوگا جب انہوں نے ترک رفع فرمایا ہوگا۔ دیکھئے تطبیق کہ نسخ کا جو پوری طرح انکو ثبوت نہ ہوا لہذا اخیر تک

نہ چھڑا۔ وہ ہر وقت کے خادم و ملازم تھے حتیٰ کہ باہر سے آنے والے حضرات انکو اہل بیت میں سے سمجھتے تھے اور درجہ اجتہاد میں بعض نے ان کو شیخین پر ترجیح دی ہے۔ ملاحظہ ہو یہ حدیث ان احادیث کا جواب ہو سکتی ہے چنانچہ امام صاحب اور امام اوزاعی کا قصہ مناظرہ دربار رفع یدین مشہور ہے پس رفع یدین کو منسوخ کہنا بھی درست ہو سکتا ہے خفیہ نے لا ترفع الیدین الا فی سبع مواطن سے استدلال کیا ہے۔ باقی اذناہ خفیل

کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں کیونکہ وہ مسلمان کے بارہ میں ہے کہ صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم بوقت سلام نماز اشارہ بالید بھی کرتے تھے آپؐ نے اسکو منع فرمادیا۔ یہ ضروری ہے کہ رفع یدین میں بھی اور وضو و نہایت کی طرح فرق و تغیر ہوا۔ لیکن ایسے امور میں تغیر دو طرح ہوا ہے ایک اس طرح کہ ابتداء میں تشدد ہو اور بعد کو قسح ہو گیا جیسا کہ دربارہ کلاب ہوا ہے کہ پہلے تو دو لوغ کلاکے غسل سبع مرات کا حکم تھا اور تمام کلاب کے قتل کا امر فرمایا تھا حتیٰ کہ حائلہ صغیرہ کا کلاب بھی سلامت نہ رہتا تھا آخر کو آپؐ نے تخفیف کر دی اور مخالفت کا کلاب جائز فرمایا اور تین مرتبہ دھونے سے حکم نہارت فرمایا گیا۔ اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اقول توح ہو اور پھر تنگی ہو جائے رفع یدین میں بھی اس طرح ہوا ہے کہ پہلے تو ہر موقع پر رفع یدین تھا۔ رفتہ رفتہ بعض مواضع سے منع ہو گیا۔ چنانچہ ابن السکیتین تک امام شافعیؒ و امام صاحبؒ ساتھ رہے۔ البتہ رکوع اور رفع من الركوع میں اختلاف ہو گیا پس جو جواب شوافع دربارہ ترک رفع بین السجدتین دیں گے وہی ہم یہاں دیکھئے کیونکہ لا یرفع بین السجدتین کی نیا دلی اور روایات میں نہیں

تھے جب پہلی رکعت کے ہر دو سجدہ کر کے دوسری کے لئے کھڑا ہو

نے چھڑا باغ میں باغیچہ

انصاف سے دیکھئے تو احادیث و آثار اور عمل صحابہ و تابعین دونوں طرف
موجود ہیں جس مجتہد کو کوئی وجہ ترجیح کی کسی طرف معلوم ہوئی اس نے اس
کو اصول بہا بنایا۔ اگرچہ جملہ ائمہ سب روایت کی حدیث کو لیتے ہیں۔ لیکن
بعض کو بعض سے خاص مناسبت اور اس پر تلبہ ایسے ہی امام صاحب
نے ابن مسعودؓ کی روایت کو ترجیح کے ساتھ قبول کیا کیونکہ امام کا فقر اکثر
ان سے ماخوذ ہے اور درجہ اجتہاد میں اسی خاص شان تھی امام شافعیؒ کی
مسائل حضرت ابن عباسؓ سے لیتے ہیں۔ اور امام مالکؒ کو ابن عمرؓ سے خصوصیت
ہے غرض ایک کو دوسرے پر طعن کرنا ہرگز درست نہیں۔ قول رسول صلی اللہ
علیہ وسلم ہر طرف موجود ہے مجتہدین کی رائے اور وجہ ترجیح علیحدہ ہے۔

باب تسبیح الركوع والسجود یعنی تین مرتبہ کہنا کمال رکوع کا اولی درجہ
ہے ورنہ ظاہر ہے کہ ادنیٰ رکوع تو صرف
ایک دفعہ کہنے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے یا اس قدر ٹھہرنے سے۔

باب انہی عن القراءة فی الركوع والسجود یہ اس لئے کہ ہر ایک
خاص ذکر معین ہے اسکو چھڑنا یا اس کے ساتھ دوسرا ذکر جانا بہتر نہیں بلکہ مکروہ ہے
امام شافعیؒ کا فاسد فرمان تبدیل ارکان
باب من لا یقیم ظہرہ فی الركوع کی فرضیت پر مبنی ہے۔

باب ما یقول اذا رفع راسہ من الركوع امام صاحب ذکر اربع طویلہ
کو فرائض میں پسند نہیں
کرتے۔ لہذا یہاں بھی صرف ربنا والک الحمد تقدی کے لئے اور صحیح

لے جو ازنی تقریر میں اسکا اچھا بیان ہے ۱۲
۹۲

اللہ لمن حمدہ امام کے لئے مسنون فرماتے ہیں اور مفرد دونوں کو پڑھے۔
بہر حال والک الحمد صحیح الاوایہ اس کے بعد بلاؤ کا درجہ ہے۔

باب وضع الركبتین ان احادیث سے صاف وضع الركبتین قبل الیدین
ثابت ہے لیکن روایت میں یہ روایت ہے کہ ایسا نہ چاہئے۔
آپا ہے اس میں یا تو یہ کہا جائے کہ استقام انکار ہی ہے کہ ایسا نہ چاہئے۔
لیکن بعض روایات میں اس کے بعد یہ جملہ ہے کہ ولیضع یدہ قبل رکبتيہ
جو صریح قبور کے خلاف ہے۔ پس یا تو اسکو منسوخ کہا جائے۔ یا یہ کہ یہ جملہ
ولیضع یدہ عن کلام راوی ہے جس نے خود ایک مطلب سمجھ کر بیان کرنا
اور اس جملہ کی تضعیف بھی ہوئی ہے

باب السجود علی الجنبینہ والائف سجدہ سب کے نزدیک ان ہر دو
اعضائے سجدہ پر کیا ہے۔ اب گفتگو فرضیت میں رہی۔ امام شافعیؒ جبہ اور اوائف
دونوں کو ضروری اور امام صاحب اقتصار علی احد ہما کو بھی جائز فرماتے
ہیں۔ اور امام ابو یوسفؒ اقتصار علی الجنبہ کو کافی فرماتے ہیں۔ اقتصار علی
الائف کو ناجائز وغیرہ کافی جو صاحب جبہ کو ضروری سمجھتے ہیں وہ فرماتے
ہیں کہ سجدہ نام ہے وضع الجنبہ علی الارض کا۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ
مطلق وجہ زمین پر رکھنا کافی ہے۔ اور وہ احد ہما سے حاصل ہو جاتا ہے۔
چنانچہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ آپؐ نے چہرہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ
انک انیکل ضروری ہے اور دست مبارک جبہ والف دونوں پر تھا۔
پس یہ ہر دو بمنزل عضو واحد ہوئے۔ اس میں سے جس کا وضع ہو جائے
گا بسجدہ پایا جائے گا۔ کیونکہ چہرہ کے جزو کو زمین پر رکھ دیا۔

باب اعتدال فی السجود | آخر اش سجد و آخر اش کلب دونوں ایک ہیں۔

باب قانہ الصلب دارف من الركوع والسجود | قنایمن السواک یا تو منیٰ کر قنایمن وقعود کے ماسواہ اور ارکان قریب قریب برابر ہوتے تھے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ قنایمن اور جلسہ بین السجدتین بھی رکوع و سجدہ کے برابر ہوتا تھا یعنی ذرا درگت تھی یا یہ سنی کی نماز آپ کی اعتدال ہوتی تھی یعنی جتنا قنایمن ہوتا اس کے مناسب مقدار (یعنی جتنے) اسکے لئے ہوتے جائیں بقیرہ افعال ہوتے تھے۔

باب کراہت ان یبادر اللام | سر نہ جھکتا وقتیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ تک نہ پہنچ جاتے۔ بہتر یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے افعال میں زیادہ فصل نہ ہو برابر ہوتے رہیں الا بوجہ خوف تقدیم ذرا اس تاخیر کردی جائے تو خرج نہیں۔ اور اگر امام ضعیف ہو تو جب وہ کوعا و سجود پہنچ جائے تب مقتدی رکوع و سجدہ وغیرہ کرے چنانچہ اس حدیث سے یہی ظاہر ہے۔ اور یہ فقہ آخر عمر شریف کا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ لا تسبقون بالركوع والسجود فان قد بدت (او کما قال) وهو غیر کذب سے توثیق منظور ہے نہ یہ کہ زیادہ کاذب نہ تھے۔ اگرچہ بعض دفعہ کذب بولتے ہوں پس کذب یعنی کاذب ہے یہ کہ

بہیں کسی شے میں ہاتھ کر کے مبالغہ فی الصدق و انصاف مراد ہوتا ہے پس اس طرح پر مبالغہ یہ مطلب ہوگا کہ بڑے صادق تھے۔

باب کراہت الاقمار | اقمار مکروہ اقمار کلب ہے اور غیر مکروہ دوسری طرح کا اقمار ہے یعنی شب قدیم کے اقمار پر بیٹھا۔ جن لوگوں نے ابن عباس سے سوال کیا تھا وہ ہر قسم کے اقمار کو مکروہ سمجھتے تھے۔ ابن عباس نے اس کو سنت فرمایا آپ نے اچھا نا ایسا کیا ہوگا اور صرف ایک دودھ کر لینے سے سنت کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ حدیث کا تارض رفع ہو گیا۔ باقی رہے خفیہ وہ جواب دینے کو آپ نے اچھا نا ایسا کیا ہوگا۔ اس کو سنت سمجھنا ابن عباس کا مذہب ہوگا۔ پس خدا تعالیٰ ایک میں کراہت کم درجہ کی ہے اور اقمار کلب میں زیادہ ہوگی۔

باب یقول بین السجدتین | امام صاحب ان الذکار کو فرض میں اول نہیں کہتے لان مبنیٰ علی التخفیف جواز میں کلام ہی نہیں۔

باب الاعتدال فی السجود | آخر اش ذرا عین مکروہ ہے۔ استعانت بالرب سجدہ یا ضعیف میں اسکی ضرورت ہوتی ہے بل ضرورت نہ چاہیے۔

باب النهوض من السجود | جلسہ استراحت کو خفیہ زمانہ ضعیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہیں اور اس طرح تارض بھی نہیں رہتا و نہ صرف موجود ہے یہ نهض علی

نہوض کر رکب کے مشاغل میں ہے کہ اگرچہ مبالغہ فی الاستراحت

صلح و عقد میں چنانچہ آئمہ روایت میں ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ زمین پر ہاتھ رکھ کر سہارا لگا کر اٹھتے چنانچہ بعض نے اسی کو مہل کہا ہے۔ لیکن جو نحو اس قسم کی روایات صرف فعل میں کوئی قول نہیں پائی جاتی اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے آخری زمانہ میں جو مصنف ایسا کیا ہے کسی محدث نے کسی متابعت سے کسی محالی کا تشہید کیا اور کسی نے کسی کا۔ بہت سے تشہید مروی ہیں امام نوویک خصوصیت ان سو دس سے ہے لہذا اس کو اختیار فرمایا اور نیز بہت سے علماء و صحابہ و تابعین نے اسی کو لیا ہے اور اس کو جامع تو فخری فرماتے ہیں تمام صحاح میں یہ روایت موجود ہے اور جب سے نیچے صحیح ہے تمام روایات میں ایک زبردست کا بھی تو فخری نہیں۔

باب الجلوک فی التشہد | تورک کو خفیہ حالت کمر سن بر حمل کرتے ہیں اور یہی ظاہر ہے کیونکہ اس میں کوئی حدیث قول نہیں بلکہ وہ ذرا آرام کی صورت ہے لہذا آخر قریش ضعف کی ضرورت سے اختیار کیا۔ امام شافعی نے قعدہ اخیرہ میں تورک کو مسنون فرماتے ہیں اور قعدہ اولیٰ میں نہیں کہتے مگر یہ تقسیم کسی روایت سے مستنبط نہیں معلوم ہوتا۔

باب فی السبابة للاشارة | بلا شک و شبہ ثابت ہے اور امام کا یہی مذہب ہے جو لوگ حکم اور اعراف اصحاب عن القبلة وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہیں محققین منصفانہ بحث سے یاد کرتے ہیں۔ ابتداء سے رفع سبابة کی تفسیر روایات سے نہیں پائی جاتی مگر ظاہر ہے کہ کولوں ہی سے اٹھنے کی بات اشارات حدیث سے ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ آخر تک محال رکھے فقہاء میں بعض کہتے ہیں کہ قول تشہد سے رفع سبابة کر لے بعض کہتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ پر اور الا اللہ پر پست کر لے بیعت رفع اور حلقہ کی تصریح ان روایات میں نہیں لیکن اور بعض روایات سے یہ دونوں تفسیر دریافت ہوتی ہیں ایک تو حلقہ و سطر و ابہام یعنی محس و محسین کا اشارہ اور ایک کہ ابہام کو ذرا دبا لے اور بعض نے صرف سبابة کا رفع کہا ہے۔ جو حلقہ وغیرہ کے تاکر اعراف عن القبلة ہو و بذالیں جتنے معلوم نہیں کون ہیں وہ یک حکم دیکھئے۔ اعراف عن القبلة کی وجہ سے انھیں کتین چھڑ دینگے یا نہیں؟ ایک سلام کے کان ہونے اور اس سے اولے واجب

باب التسليم | بوجھنے میں کام نہیں۔ لیکن طریقہ مسنون عند اللہ دو سلام ہیں چنانچہ اکثر حضرات کا یہی مذہب ہے۔ امام شافعی اختیار دیتے ہیں اور قویٰ کرتے ہیں کہ جس طرح چاہے کر لے جس حدیث میں ایک سلام کا ذکر ہے ممکن ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ آپ پہلا سلام قعدہ وجہ سے یعنی بلا التفت ادا کیا نہیں کرتے اور پھر وائیں جانب پھر مبارک کو ذرا مائل فرماتے باقی رہا سلام ثانی اس کا اس میں ذکر نہیں اور ظاہری معنی یہ ہیں کہ ایک سلام کے بعد وائیں طرف کو توجہ ہو کر بیٹھ جاتے۔

باب ما یقول بعد التسليم | ان احادیث سے بالکل اس مقدار کا حصر مطلوب نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ پیش و کمر اس قدر پڑھتے چنانچہ بعض ائمہ ان میں ذرا طویل و قصیر میں غرض یہ ہے کہ جن فرائض کے بعد سنن گئے ہوئے ہیں ان کے بعد دیر نہ کرنی چاہیے۔

باب لا انصراف یمنۃ وئیسرة جس طرف پہلے انصراف کرے
کسی ایک جانب کو واجب سمجھنا صحابہ
شیطان ہے۔

باب التعدیل اس روایت سے امام شافعی سند لاتے ہیں کہ
تعدیل ارکان فرض ہے اہل اصول نے تو دوسری
طرح اسکا جواب دیا ہے اور جھگڑا پیدا کیا ہے خواہ فی نے اسکی جواب بھی
دیئے ہیں مخفیہ جواب یہ ہے کہ یہ مفصل روایت کسی طرح حنفیہ کے خلاف نہیں
کیونکہ امام صاحب نے حدیث کے معنی وہاں لکھے ہیں جو صحابہ نے آپ کے
فرمان کے بعد کچھ تھے جس سے انکا اطمینان ہو گیا تھا لیکن امام شافعی
اب تک وہی مطلب سمجھ رہے ہیں جو صحابہ پہلے سمجھتے تھے اور میں بنا پر
آپ کا قول شاق گذرا تھا اس حدیث میں آپ صحابہ فرماتے ہیں کہ ان
التقصت شینا فقد اتقصت من صلواتک اس سے صحابہ معلوم
ہو گیا کہ صلوة کی نقل نہیں بلکہ کمال کی نفع ہے کیونکہ آپ تعلیم فرمودہ نماز سے
کم کرنے کو نقصان سے تعبیر فرماتے ہیں نہ بطلان سے اگر یہ مفصل روایت جو
صرف ترمذی ہی میں ہے مذکور نہ ہوتی تو شوافع اس حدیث پر خوب ہم
رہتے اور حنفیہ کو الزام دیتے لیکن اس تفصیل سے ایک بڑا جواب حنفیہ
کے ہاتھ آگیا۔

باب القرات صلوة حصر میں تو یہ ہے یعنی خواہ قصار پڑھے یا
اوساطا مفصل۔ ظہر میں رکعت اول کی طوالت کے
بعض حنفیہ نے جواب دیتے ہیں کہ وہ تطویل من حیث التوزع والتسبیح یعنی
اور آپ نے پہل میں دُعا سے اختلاف بھی پڑا ہے۔ ہوگی اور ایک روایت بھی

دوسری سے زیادہ پڑھی ہوگی اس وجہ سے اول تطویل معلوم ہوئی لیکن
ان جوابات کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اصل
بات تو تساوی بین المکتبین ہے کیونکہ اہل ہادی کی تفسیر کی کوئی وجہ نہیں
البتہ جو جو عوارض کے اول کی تطویل جائز بلکہ مستحب ہے مثلاً کسی وجہ سے
مقتضی دیر میں آنے یا وضو کر رہے ہیں انکی رعایت سے اول کی تطویل
کر دے کہ وہ فضل رکعت سے محروم نہ رہیں صبح کا بھی یہی حال ہے کہ
فضل رکعت للمقتدرین کے لحاظ سے رکعت اول کو طول دے کیونکہ وہ
وقت غفلت اور نوم کا ہے لوگ دیر میں آتے ہیں پس جو طول کے
وہ پہلی رکعت پالیں گے اور فضیلت رکعت حاصل ہو جائیگی۔ الحاصل
اہل تویہ ہے کہ سب نمازوں میں ہر دو رکعت مساوی ہوں البتہ
عارض کی وجہ سے اس میں استحباب آگیا ہے کہ اول تطویل ہو پس
اگر ضرورت ہو تو اس عارض وجہ میں ظہر و فجر برابر ہیں۔ مغرب میں
طوال کی عادت کر لینا مکروہ ہے۔ ایماناً تطویل بڑھنا درست ہے آپ کا
معمول بہا قصار ہی تھا کیونکہ حضرت ابو بکر و عمر و عبد اللہ بھی بڑھے
تھے اور حضرت عروہ نے اپنے عمال کو بھی قصار ہی بالمغرب کے لئے بھیجا
تھا۔ عشاء میں بھی زیادہ طول نہیں ہے۔ آپ خود حضرت معاویہ کو
طول فی العشاء سے منع فرما کر والنہم وغیرہ کا حکم فرما رہے ہیں چنانچہ
احادیث سے بھی اس قسم کی سورتیں ثابت ہیں۔

باب لقراءة خلفاً لا امام اس حدیث سے امام شافعی قراۃ فاتر
خلف الامام کو ضروری اور فرض سمجھتے
ہیں۔ بڑی حجت انکی ہیں دو حدیثیں ہیں ایک لاصلوة کی اور ایک یہ

لیکن وہ جو قوی نفس وہ تو اسے مدعا پر نفس نہ تھی کیونکہ لاصلیٰ سے نفی
جواز وصحت سمجھنے میں کلام ہے بلکہ لہر یہ ہے کہ نفس کمال مراد ہے چنانچہ
اس میں جو اوصاف زیادہ مسودہ معہا وارد ہے اس سے تو امام شافعی
صرف سنیت سمجھتے ہیں۔ غرض اس سے فرضیت سمجھنا ایک بعید احتمال ہے
جیسا کہ دوسرے جملہ میں فرضیت کے شواہد بھی قائل نہیں۔ یہ روایت
بھی اول تو مدعا پر نفس نہیں اور اگر بالفرض اسکو نفس علی المدعا کہا
جاوے تو قوی نہیں۔ ترمذی اسکو من کہہ رہے ہیں لیکن محمد بن اسحاق
کی جس قدر تضعیف کی گئی ہے اس سے یہ حدیث قابل عمل نہیں رہتی
جو محمد بن ان پر زرا کم خطا ہیں وہ بھی سمجھتے ہیں کہ انکی روایت فضائل
اعمال وغیرہ میں قبول کرل جائے لیکن حرام و حلال فرض واجب میں
برگزر نہیں۔ پھر بھلا انکی روایت سے کس طرح فرضیت ثابت ہو سکتی ہے
اور وہ میں باوجود معارضہ احادیث صحیحہ اور اگر باوجود ان تمام وجوہ
کے حدیث کو بالفرض صحیح مان لیا جائے تب بھی اس حدیث سے فرضیت
بھلا کس طرح ثابت ہوتی ہے اس میں آپ نے مطلقاً قرأت کی معافیت
فرما کر فاتحہ کو مستثنیٰ فرمایا اور ظاہر ہے کہ معافیت کے بعد اجازت سے اجازت
ثابت ہوگی نہ کہ وجوب والزام۔ حدیث حلالی انا ذاع سے ظاہر ہے کہ
جس نے خلف الامام پڑھا ہوگا اس نے بالجہ پڑھا ہوگا، نہ بالسر نہیں جب
آپ نے معافیت فرمایا تو ہم تو وہاں سے فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے مطلب و مراد سمجھ کر قرأت سے باز آئے اور بعض لوگ صرف جہرہ میں باز
آئے لیکن امام صاحب نے ہمیں سے دریافت فرمایا کہ جیسے معافیت جہرہ
میں ہے وہی سرہ میں ہے کیونکہ منازعت بالقرآن دونوں جگہ برابر ہے

سرہ و جہرہ کا فرق نہیں۔

ترمذی نے اس حدیث کو مخالف شوافع دیکھ کر کہا ہے کہ اس حدیث
سے امام شافعی پر کچھ اعتراض نہیں کیونکہ ابوہریرہ راوی حدیث تو خدا کا
کی حدیث کو روایت فرما رہے ہیں اور انہوں نے جب اپنے شاگرد کو حدیث
سنائی تو اس نے وراہ الامام کا عندیہ پیش کیا جس پر حضرت ابوہریرہ نے
اقرار دہانی فضک فرمایا۔ پس بموجب قول ابوہریرہ راوی حدیث خلف
الامام سر پڑھنا جائز ہے لیکن انصاف سے دیکھئے تو کبھی اس تقریر سے
دفعیہ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اول تو خدا کا کی حدیث سے صاف انکار ہی
کا مذہب ثابت ہے کہ نماز ناقص رہتی ہے۔ نفس صلوٰۃ کہیں سے نہیں ملتی
اور خیر اسکے علاوہ اور دیکھئے کہ حضرت ابوہریرہ کے شاگرد کے سوال اور
اور ان کے جواب میں مطابقت نہیں ہو سکتی کیونکہ اسکو مشہور ہے ہوا کہ خلف
الامام کس طرح پڑھوں وہاں تو منازعت بالامام لازم آئیگی تو میں سر آہی
پڑھوں۔ پھر اسکا جواب یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہاں سر پڑھ دیا کرو پس
حق یہ ہے کہ ابوہریرہ کے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اپنے نفس میں خیال و
تصویر الفاظ کر لیا کرو۔ نہ کہ لفظ باللسان اور اسکو حنفیہ بھی منع نہیں کرتے
چنانچہ فی نفسک سے صاف ہی مطلب پچھتا ہے۔ دیکھئے اس حدیث کا مذہب
میں آپ فرماتے ہیں کہ انی اقول پس کیا یہاں قول کے حقیقی معنی مراد ہو سکتے
ہیں ہرگز نہیں حالانکہ یہاں فی نفس بھی نہیں فرمایا صائم کے لئے حدیث
میں آتا ہے کہ اگر اس سے کوئی جھگڑا کرے تو یقول انی صائم اس کے
ایک معنی نووی یہ بھی سمجھتے ہیں کہ دل میں خیال کرے کہ میں صائم ہوں
اور یہ معنی صرف اس وجہ سے لئے گئے ہیں تاکہ قول کے حقیقی معنی لینے

میں ظہار موم اور شہرہ ریاض ہو جائے حالانکہ ظہار موم کچھ منع نہیں پس اس عمل خلاف اور باطن فیہ میں کیا قتل سے خیال فی النفس مراد لینا کچھ بعید ہوگا نساں میں ہے کہ ان اللہ تجاود عن امتی متحدث بہ انفسہا صالحہ یتکلم (اوکا قال) اور نساۃ اسکو عدم وقوع طلاق بحدیث النفس میں لائے ہیں ظاہر ہے کہ مراد یہاں عدم تصحیح حروف باللسان ہے ورنہ تصحیح الفاظ سے تو طلاق واقع ہو جاتا یعنی پس اقوال بھائی نفسک سے بھی تصحیح الفاظ باللسان مراد نہیں (را قیام زند)

پس ضرور ہے کہ وہاں اقوال فی نفسک سے صرف تحلیل کلمات و آیات مراد ہو پس اب شوافع کو صاف مضمر ہوگا اور امام ترمذی کی تقریر سے فائدہ نہیں ہوتا۔ اور بالفرض اگر اقوال فی نفسک سے قرآنہ سری مراد ہو بھی تو فرمائیے کہ یہ فتویٰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کسی حدیث کے اشارے سے دیا ہے یا صرف قیاس سے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ قیاس ہی سے فرمایا ہے کہ فاتحہ ایسی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ قسمت الصلۃ یبذلہا ویبذل عبدہ سے نصفین فاذا قال الحمد لله قلت هذا، ولعبدی علیہ السلام الخ فرماتا ہے تو فاتحہ ہرگز قابل ترک نہیں اور طرح بھی نہ ہو سہواً وغیرہ پڑھے لیکن ظاہر یہی مراد معلوم ہوتا ہے کہ خیال الفاظ و حروف مراد ہے ورنہ کسی طرح جواب و سوال درست نہ ہوگا۔ اور دیکھئے جو راوی حدیث نے خلاف حدیث فتویٰ دیا ہے اس سے ترمذی استدلال کر رہے ہیں اور ولونا کلب میں لکھ ہی ابوہریرہؓ اور انہی روایت اور انہیں کا فتویٰ تھا۔ وہاں فتوے پر عمل نہ کیا بلکہ عذر کر رہے ہیں کہ ممکن ہے کہ راوی کو حدیث حاضر نہ

رہی ہو البتہ حنفیہ کا یہ قیاس ہے کہ راوی حدیث کے فتوے اور عمل کا لحاظ کرتے ہیں اور لوگ بھی اسی قاعدہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن ہر جگہ نہیں ملتے جہاں موقع ہو امان لیا ورنہ عذر کر دیا۔

جو وجوہ مذکور ہوئیں یہ کافی ہیں اور امام کو زائد جواب کی ضرورت نہیں علاوہ انہی نسخ کا بھی بہت سے علماء نے دعویٰ کیا ہے کہ ابتدا میں جائز تھا پھر منع فرمایا گیا۔ اور تحقیق بات یہ ہے کہ امام صاحب نے تمام روایات کو مل کر دیکھا کہ شارع کا منشاء کیا ہے مجموعہ روایات سے اگلے قسم میں یہ بات آگئی کہ خلف الامام پڑنے کو شارع کسی طرح بھی پسند نہیں فرماتے نہ ستر نہ جہر نہ دو حدیثیں شوافع کے موافق دعا تھیں ان سے بھی لازم ہی کی تائید ہوتی ہے رہیں اور روایات ان سے صراحت کوئی امر ثابت نہیں ہوتا۔ امام صاحب کی فائزہ نظر دوہا سنی کہ اس میں کسی قسم کا تغیر ہوتا آرہا ہے اور پھر یہ بھی کہے کہ اس میں وسعت سے تنگی کی طرف کو میل ہے پس وہ سب روایات کا حاصل سمجھ گئے اور کسی قسم کا تقاض نہ رہا پہلے وسعت تھی کہ مقتدی ہوا امام جہریہ ہوا سر یہ فاتحہ ہوا سورۃ سب میں جائز جائز کا حکم تھا پھر ایک زمانہ میں فاتحہ کے سوا سب ناجائز ہو گئے اور پھر کچھ حصہ کے بعد جہریہ میں سے فاتحہ بھی منسوخ کر دی گئی پس امام تو اپنی وسعت نظر سے سمجھ گئے کہ جب جہریہ سے گئی تو سرتیہ سے بھی گئی کیونکہ جو وہ اس میں موجود ہے وہی اس میں بھی ہے۔ اور پھر یہ کہ امام صاحب چونکہ امام و مقتدی کی نماز کو اپنے اصل قاعدہ کے موافق متحد کہتے ہیں تو باوجود یہ لا صلح لمن لا یقصد نفس وجہہ عمل کیا جائے پھر بھی کوئی غرابی لازم نہیں آتی کیونکہ بہت سے بہت یہ ہوگا کہ جس

صلوٰۃ میں فاتحہ نہ ہو وہ ادا نہیں ہوتی لیکن مقتدی کی نماز کو یہ نہیں کہتے کہ وہ غالی از فاتحہ ہے کیونکہ امام نے پڑھ لیا تو بوجہ وحدۃ صلوٰۃ امام ماموم مقتدی کی نماز بھی صحیح الفاتحہ ہوئی باقی رہا اتحاد اسکو امام صاحب نے اشاراتِ نصوص سے سمجھا۔ دیکھئے مُستزاد امام کو قوم کے لئے کافى کہتے ہیں اور اسکو شوافع بھی مانتے ہیں اس سے یہی ظہر ہوتا ہے کہ نماز واقع میں ایک ہے گو متصف دو ہیں امام متصف بالذات اور مقتدی بالتبع اور بالواسطہ بھی وجہ ہے کہ سب سے افضل کو امام بتانا مناسب ہے جیسے اس کی نماز ایسے ہی سب کی نماز الامامہ مضامن میں اس کی طرف مشیر ہے۔

باب تہتم المسجد منون سب کے نزدیک ہے لیکن امام صاحب اوقات مکروہ میں جائز نہیں فرماتے اور امام شافعی نے کہا ان اوقات المکر وہ سے اسکو مستثنیٰ کہتے ہیں علحدہ نے اتنا لکھا ہے کہ اگر برودہ نہ ہو سکے تو جس مسجد میں بیٹھا نہ حاضر ہوتا ہے کہ از کم اس میں ہر روز ایک دفعہ تو پڑھ لیا کرے امام میں بوجہ نجاست اور بوجہ کشف

باب الارض کلہا مسجد عورت وغیرہ سے اور مقبرہ میں نجوت نجاست و تشبہ بعبادۃ القبور منع فرمایا۔ ظاہر ہے کہ تو مقبرہ میں نماز جائز ہے بشرطیکہ قبر سامنے نہ ہو۔ قبر پر نماز پڑھنا اور قبر کو مسجد میں لیکر فرش کے مستوی کر کے اس پر نماز جائز نہیں۔

اور مستنبط من بعض کتب الفقہ اذہم بکوز ماقم

باب من جئ للہ مسجد یعنی جو مکان اس کے مناسب ثواب میں ہو گا وہ عطا ہو گا یا سادات

باقتبار طول و عرض مراد ہو۔

باب تخاذل المساجد علی القبور یعنی قبور کو مسجد گاہ نہ بننا اور قبور کو مسجد نہ کرنا چنانچہ آپ نے فرمایا ہے

کر لعن اللہ الیہود والنصارے اتخذوا قبور انبیائہم مساجد۔
یہاں میں ہی مراد ہے اور مسجد اصطلاحی بھی مراد ہو سکتی ہے کہ مسجد بنا کر کھربہ کیا جائے تو وہ بھی قبور کا مسجد اگر ہو گا تو باعثِ مذمت ہے۔

عورتوں کے واسطے زیارتِ قبور میں خلاف ہے بعض لوگ اجازت فرماتے ہیں اور اس قسم کی احادیث قبل الاجازت پر عمل کرتے ہیں اور ایک گروہ علماء کا کہنا ہے کہ آپ نے ممانعت عامہ فرمائی ہے بعد جو اجازت فرمائی وہ اجازت عورتوں کو شامل نہ تھی بلکہ صرف مردوں کو خطاب ہے کفایت نہایت کچھ عن زیارۃ القبور الا فرور وہا۔ عورتیں محالہا ممانعت میں داخل ہیں غرض کثرت صرف اس میں ہے کہ یہ اجازت نسوان کو بھی ہے یا نہیں جو لوگ اجازت کو عام کہتے ہیں وہ بھی امورِ عارضہ مثل کثرت بزرع و فروع اور زنت قلب اور قلت ممبر کی وجہ سے انکو منع کریں گے گو اصل سے جائز ہو اور ہمارے زمانہ کے تو مردوں کو بھی نہایت قبور نزدیک ہوتی چاہیے کیونکہ جس خرابی کی وجہ سے آپ نے ممانعت عامہ فرمائی تھی وہ اب بھی متحاشی زائد ہو جو وہ قبور پر چرخ جھلانا اور اسراف کے بدعت بھی تو ہے لہذا ممنوع ہے۔

بکراہۃ البیع فی المسجد شرف خانی ممنوع ہے تذکرہ و حظ کیلئے

شرف خانی مسجد میں جائز ہے۔ ابطل کی ہاتھیں تو ہرگز جائز نہیں جن میں گستاخانہ اور غلط مضمون ہوتے ہیں۔
من کذب علی متعمداً کے مصداق بنتے ہیں۔

انشاد ضالہ کی ممانعت کے باوجود یہ معنی کہ مسجد ہی میں گم شدہ ہے
 باوجود بلند نہ تلاش کرے آہستہ جاکر تلاش جو مسجد کے باہر مطلب کہ دوسری مسجد
 کی گم شدہ اشیاء کو مسجد میں تلاش نہ کرے کسی نہ سمجھ کر مسجد کے علاوہ ایسا
 ناس شکل ہے باہر کی اشیاء گمشدہ کو ڈھونڈنے کے لئے جس نے یہ ہو دیر سے
 کی ممانعت کی یہ وجہ ہے کہ نماز کے لئے حالتِ تہجد
باب التعلق قبل الجمعہ اختیار کرنی چاہیے حلقہ میں ایک صورت تفرق کی
 ہے نیز ترتیب جماعت میں خلل آتا ہے۔

روایت میں ہے کہ جب آیت نازل
باب مسجد استس علی التقویٰ ہوئی تو آپ اہل قبلہ کے پاس آئے
 لے گئے اور ان کے اعمال حسنہ کو دریافت فرمایا انہوں نے خلیل و دھوکے
 علاوہ استنجاہ بالماء کو بتلایا آپ نے فرمایا کہ بیشک یہی وجہ تعریف ہے
 کی ہے اس میں اور اس روایت میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔ بعض
 نے جواب دیا ہے کہ آیت کا نزول دودھ ہوا ہوگا جیسے الحید کا پس ایک دفعہ
 دوبارہ مسجد نبوی اور پہلے دربارہ قبائیل ہوئی ہوگی لیکن یہ احتمال بعید
 کہ ہے بہتر تو یہ ہے کہ کہا جائے کہ ان دونوں شخصوں میں سے مسجد
 کے محسوس علی تقویٰ ہونے کا تو کوئی حکم نہ تھا بلکہ دونوں سنتے تھے البتہ ایک
 کہتا تھا کہ مسجد نبوی میں اس حکم میں داخل ہے دوسرا کہتا تھا کہ نہیں قبائیل
 لئے خاص ہے۔ اچھے جواب میں آیت نے مسجد ہی ہذا افراد یا کیونکہ قبلہ
 تاسیس علی التقویٰ کے دونوں قائل تھے خلاف یہ تھا کہ ایک مسجد نبوی کے اس
 میں داخل ہونے کو نہ تھا اور دوسرا کہتا تھا کہ مسجد شریف سب سے پہلے
 اس حکم میں داخل ہے چنانچہ اس کے موافق آپ نے فرمایا غرض قبلہ کی طرف

مقصود نہیں تاکہ تعارض ہو۔

جہر کی رائے اس جانب ہے کہ مسجد
باب فی المساجد افضل حرام افضل ہے یعنی اس میں مسجد
 نبوی سے بھی زیادہ ثواب ہے چنانچہ اور روایات سے ایک نماز کا ایک
 لاؤ نماز کے برابر ثواب ہونا ثابت ہے۔ الفاظ حدیث کا مطلب تو ہر طرح
 درست رہتا ہے خواہ ثواب میں مسجد حرام کو برابر کہا جائے یا زیادہ بلکہ
 اگر کم بھی مراد ہو تب بھی الفاظ سے خلل سکتا ہے مگر یہ مراد ہرگز نہیں۔
 لاشعہ الرجال جہور اس جانب میں کہ ممانعت صرف مسجد کے
 لئے ہے کہ سفر طویل نہ کیا جائے کسی مسجد کے لئے سوائے مسجد ثلاثہ کے کیونکہ
 حلیت میں ان سے سوا سب برابر ہیں پھر کیا ضرورت ہے باقی رہ سفر التجارۃ
 و ملاقات الاجارہ وغیرہ ان سے کچھ بحث نہیں اور بعض علماء کہتے ہیں کہ لا
 شعہ الرجال الی موضع الا الی ثلاثہ مواضع مراد ہے یعنی کسی جگہ
 مقصود بالذات بنا کر سفر کرنا سوائے مسجد ثلاثہ کے جائز نہیں باقی تجارت
 و ملاقات وغیرہ اس میں موضع ہرگز مقصود بالذات نہیں ہوتا بلکہ آغا تہذیب کو کسی
 شخص کی زیادہ امید ہے یا اس کا عزیز و قریب اتفاقاً وہاں موجود ہے لہذا
 اس جگہ جانا ورنہ اس کو موضع مقصود نہیں اور مواضع سب ایک لئے برابر ہیں۔
 اختلاف مذکور ہے کسی اور مکان کی زیارت اور ملاقات و تجارت کی
 حالت نہ ہوگی بلکہ ہر دو فریق اس کی اجازت دیتے ہیں گو طریق دونوں البتہ
 قبول اور اولیاء بموجب قول ثمان تحت النسخی داخل ہیں اور ہر دو فریق
 سوائے زیارت قبور اولیاء کے اور سب مواضع میں اتفاق ہے یعنی

اس حکم میں

سفر الی الساجد بالاتفاق تحت المانت داخل اور سفر زیارت الاخوان
والتمجرات جائز۔ ہاں زیارت قبورائے قول کے موافق جائز اور ثانی کے بموجب
ناجائز۔ اور راجح یہ ہے کہ زیارت قبور کی نیت نہ ہو اس خانہ میں بوجہ
فسادات عارضہ اس میں ممانعت کی گئی ہے آج کل سفر تو طویل و دریا و
بھی اردوں اور غور توں کو سب کو ممانعت ضروری ہے۔ ماضی سفر زیارت
القبور میں سے بعض نے تور و خضر پر جانے سے بھی منع کر دیا ہے کہ اگر وہ
جاؤ تو سجدہ نبوی کی نیت سے جاؤ۔

ابواب

دور کرنا اس طرح کہ سانس چڑھ جائے اور توجہ و مشغول
رہے۔ نہیں چاہیے تیر چلنا اور پکنا شیخ غفرہ وہ بوریا
جس پر تمام نمازیں جاتی ہو بلکہ سجدہ اور یہ ہیں کے لئے ڈالا جائے
حدیث سے جواز حاصل وغیرہ ثابت ہے جو لوگ تواضع ازین پر پڑھتے
پسند فرماتے ہیں ان کا بھی مطلب کہ اقرب الی التواضع یہ ہے وہ بھی
نہیں بشر ایک تیر اور رعونت منکور نہ ہو تا نط کہتے ہیں چار دیواری کو چوک
کے گرد و کثر چار دیواری ہوتی ہے لہذا اس بلوغ کو تا نط کہنے کے پھر رفتہ
مطلق بلوغ کو تا نط کہنے کے خواہ چار دیواری ہو یا نہ ہو اس میں استحباب
کی یہ وجہ ہے کہ جنگل اور بلوغ فرحت و رامت کا موقع ہوتا ہے۔ طبیعت
عبادت میں خوب توجہ ہوگی اور شور و غل کو آواز وغیرہ بھی وہاں نہیں ہوتا
یہ ہے کہ وہاں معاصی سے بچہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ جس جگہ انسان زیارت
ہوئے معاصی بھی کثیر ہونے لگتا ہے یہ بات نہیں۔

باب السترة

یہاں سترۃ ۱۱ کو سترہ ملن غلطہ سب نے مان لیا ہے
ہاں فاتحہ میں خلاف کر دینے مروءین یہی المصل

و جدید میں تعارض نہیں اس لئے کہ تحدید مقصود نہیں بلکہ تکثیر منظور ہے،
قطع صلوة بالمار والکلب والراۃ کے یا تو یہ سنے ہیں کہ توجہ کو قطع کرنے
میں اسی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ قطع توجہ جب ہوتا ہے کہ دوسری طرف توجہ
ہو اور دوسری طرف توجہ بوجہ نفرت یا بوجہ رغبت ہوتی ہے پس اس قدر
زیادہ مرغوب یا مبغوض شے ہوگی اس قدر توجہ زیادہ ہوگی۔ کلب و عمار کے
مبغوض ہونے کا حال ظاہر ہے اور راۃ کا مرغوب ہونا بھی عقلی نہیں پس ان
شایبہ کے ذکر کے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے چنانچہ بعض روایات میں خبر یہی
آیا ہے پس معلوم ہوا کہ مراد قطع توجہ ہے جو مرغوب و مبغوض شے سے قطع
ہوتی ہے اور بعض توجہ بیان کرتے ہیں کہ ان میں مضمون شیطانی ہوتا ہے
لہذا شیخ فرمایا کلب کو تو آپ خود ہی شیطان فرماتے ہیں۔ ہمارے بارہ میں وارد
ہے کہ وہ شیطان کو دیکھ کر کہتا ہے معلوم ہوا کہ اس کو بھی شیطان سے مناسبت
ہو صحت ہے جیسا کہ مرثیہ کے لئے وارد ہے کہ وہ فرشتوں کو دیکھ کر کہتا ہے
یہی مرثیہ عورت اس کو بھی عبادۃ الشیطان فرمایا گیا ہے۔ غرض اسی شیطنت
کی وجہ سے قطع صلوة کا حکم فرمایا گیا ہو لیکن اعتراض یہ ہے کہ شیطان کے
مذہب ان سے قطع صلوة میں مراد ایں تب بھی قطع الصلوۃ برور الشیطان مسلم نہیں اور
طبیعت کے بلوغ فرحت و رامت کا موقع ہوتا ہے۔ طبیعت
عبادت میں خوب توجہ ہوگی اور شور و غل کو آواز وغیرہ بھی وہاں نہیں ہوتا
یہ ہے کہ وہاں معاصی سے بچہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ جس جگہ انسان زیارت
ہوئے معاصی بھی کثیر ہونے لگتا ہے یہ بات نہیں۔

ہے اسی میں الشرق والغرب یہ ہی سادق ہے چنانچہ اہل ہند بھی اسی
قابض میں داخل ہیں اگر وہ مشرق وغرب کے درمیان باعتبار خلف و
قدام ہو جائیں تو ٹھیک جہت قبلہ سامنے ہوگا ماق کہے اہل مرو۔ وہ
جو کہ مشرق سے ذرا شمال کے گوشہ کی طرف مائل ہیں ان کے لئے یا سر یعنی
زمین ایشیائے جنوبیہ یا جو جانا سررایا۔

مطلب یہ ہے کہ ہر ایک نے کوئی کر کے
باب الصلوٰۃ بغیر القبلة نماز پڑھیں جس طرف دہی رائے میں
آیا آیت اگرچہ یہود کے جواب میں نازل ہوئی لیکن آئیں تعارض نہیں
بلکہ ممکن ہے کہ تحریمی قبلہ اور صلوٰۃ علی الدہاب اور جواب یہود سب کے
لئے میں نازل ہوئی ہو۔

مزید اور مجرہ میں قرب نجاست
باب کراہتہ ما یصل فیہ والیہ اور بدو علت کراہت ہے مقبرہ
میں نجاست وغیرہ کے علاوہ استقبال قبور میں لازم ہوتا ہے۔ قارنہ
اس طرح میں لوگوں کے گزرنے اور گنگار ہونے کا اندیشہ ہے۔ حمام میں نجاست
رہنے اور کشف عورت بھی ہوتا ہے، کیونکہ اکثر لوگ سامنے برہنہ ہاتھ ہونگے
ساحل الاہل میں نجاست، بدو خوف، انفار یہ سب ہیں اور یہی کہا ہے کہ لاؤٹ
میں ایک قسم کی خفاش و شرارت و شیطنیت کا مضمون ہوتا ہے لیکن
اس وجہ کو بعض لوگ نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ آپ نے اونٹ کو سترہ بنا کر
نماز پڑھی ہے اس سے زیادہ کیا قرب ہوگا۔ لہذا معلوم ہوا کہ وہاں
لجنت بود خفاش نہیں بلکہ دگر وجہ سے ہے۔ فوق بیت اللہ
پر سورہ ادب مکر وہ ہے امام صاحب کا یہ مذہب ہے۔ باقی امکان میں
فاسی یہ بھی موافق ہیں لیکن ظہر بیت اللہ پر وہ جائز ہی نہیں فرماتے۔

حدیث میں کلبہ اسود کی تخصیص کی وجہ یہ کہ زیادہ موذی و مضر
ہے اس حدیث میں تصریح آگئی کہ جب مقدار نو فرائض اصل سترہ نہ ہو تو
صلوٰۃ ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس سے کم مقدار سترہ کافی نہیں لیکن
سے صاف طرح سے ثابت نہ ہوتا تھا خفیہ کا یہی مذہب ہے امام شافعی
اور القادحی حشہ اور ترمذی مقدار کے سترہ کو بھی کافی فرماتے ہیں۔
باب الصلوٰۃ فی ثوب واحد جب دو پہرے موجود ہوں تو ہر ایک
میں پڑھنا مستحسن نہیں۔

دونوں روایتوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ
یہ واقعی وہی ہیں جس جگہ صلوٰۃ عصر میں
وہ مسجد مدینہ میں بنی عبدالاشہل کی تھیں اور جس میں بوقت صبح عصر کو
مسجد قبا تھیں جو مدینہ سے تین میل پر ہے۔ مابین المشرق والمغرب
پر سب کا اتفاق ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اہل مدینہ کے لئے ہے کہ دائیں بائیں
مشرق مغرب ہو تو کعبہ سامنے ہوگا۔ البتہ ابن المبارک کے قول میں شبہ
کہ وہ اہل شرق کے لئے اہل المشرق والمغرب قبل بیان کرتے ہیں یا نہیں
جواب تو اسکا یہ دیا گیا ہے کہ حدیث میں شرق سے مشرق پیشیتا اور یوں
مغرب سے صیف اور ان کے درمیان اہل شرق کے لئے ہی قبلہ ہے۔ کیونکہ
آفاق جب ایک طرف مائل ہے تو ہمیشہ حرکت سیدھی نہیں کرتا بلکہ غیر
حرکت ہوتی ہے۔ پس مشرق پیشیتا اور مغرب صیف کے درمیان قبلہ ہوگا
اور پھر جواب یہ ہے کہ مابین صیفا با اعتبار زمین و سیار کے ہوتا ہے اس طرح
باعتبار خلف و قدام بھی کہتے ہیں پس ابن مبارک کا قول درست ہے کہ
اہل مشرق جب مشرق کو پشت اور مغرب کو چہرہ و صدر کریں تو یہ ان کا قبلہ

کو رغبت و تمنی موت ہوتی ہے۔

باب قاتل نفس

قاتل نفس اور صاحب دین پر بڑا ناز ہے۔
صورت مال نہ چھوڑ جانے کے۔ جو حنفیہ
ضمان صبیح نہیں کہتے اسکا یہ مطلب ہے کہ ایسی صورت میں ضمان واجب
ولازم نہیں ہوتا جائز اور درست ہونا دوسری بات ہے وہ مسلم ہے۔
مقتضائے رحمت تو یہ ہے کہ عذاب

باب موت یوم الجمعۃ

بھی ہے کہ صرف جمعہ کے روز ملتوی رہ جائے اور بہتر یہ ہے کہ کہا جائے کہ
بیشک یوم جمعہ میں ذاتی برکت اتنی ہے کہ عذاب کو بالکل معاف کر دے
اب دوسرے امور اگر اگر اسکے اصل اثر میں کمی کر دیں یا روک دیں تو
وہ دوسری بات ہے کہ کثرت سے ایسے موقع ہیں جنہیں معاصی اور منکرات
کا اثر بیان کیا گیا ہے وہاں اسی طرح کچھ لینا چاہئے اس سے بہت سے
نزع و اشکال رفع ہو سکتے ہیں۔ خدا مستور رکھتے ہیں کہ کس زمانہ کیا
اسلام سے خارج ہوا۔ وہاں بھی کہہ دیا جائیگا کہ واقعی اسکا اصل اثر
تو یہی تھا لیکن دیگر مواضعات نے تخفیف کر دی یا اثر روک دیا چنانچہ
ہم دیکھتے ہیں کہ اردو یہ مفردہ کی خاص خاص تاثیریں بار و بار طلب
یا پس ہوتی ہیں لیکن مجموعہ کا مزاج سب سے بخیرہ ہوتا ہے بے پیمانہ گویا
ہے لیکن اگر سقونیا یا اور گرم درویش ہمارے ہوتے تو اور ہی مزاج ہوتا
اب اگر کوئی فہم کا پورا صرف بے پیمانہ خیال کر کے نسخہ کے مزاج کو بار
کہدے یہ اسکی لطیف ہوگی عاقل تو دیکھے گا کہ کتنے درجہ برودت میں
کتنے درجہ حرارت آئی اور اب مزاج کیا باقی رہا بے پیمانہ اسی طرح اعمال

حدیث ہوگئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل نہیں دوسرے
بیکے عافیت تو جب ثابت ہوتی کہ بعد حدیث سننے کے بعد بھی لوگ مالک
کی امامت کو کہتے اور وہ فرماتے یا عذر کرتے مالک بن الحویرث نے جب نماز
کو کیا گیا تو وہ یہ سمجھے کہ یہ لوگ خیال کرتے ہوئے کہ صحابہ عالم حدیث کے
نہیں دوسرے کو امامت کا حق نہیں اس لئے میری تواضع کرتے ہیں۔

خدا انکو مسئلہ بکلائے اور خطا کو دور کرنے کو وہ امامت سے باز رہے اور
حدیث مستناد کی کہ امام صاحب منزل کا اب بھی حق ہے البتہ اب اگر وہ
لوگ مسئلہ سن لینے کے بعد بھی تواضع اعلیٰ کرتے اور یہ انکار فرماتے تو
استدلال ممانیت مطلقہ درست ہوتا یہ تو ویسا ہی قصہ ہے کہ آپ کو
ایک صحابی نے دابہ پر سوار ہو کر تواضع زبان سے کی اور خود دابہ
کو چھوڑ کر پشت دابہ کی طرف ہٹ گئے۔ جب آپ نے فرمایا کہ مالک اسی بالعد
ہے لیکن ہاں اگر تم اجازت دو چنانچہ انہوں نے اجازت دی تو آپ دابہ
پر سوار ہو گئے۔ دیکھئے یہاں انکا بچے پھنا تو وہ اجازت تھا لیکن شاید یہاں
خیال کرتے ہوئے کہ بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی حد
ہم سخت ہو سکتا ہے لہذا آپ نے تشریف مسئلہ وازار خطا کے بعد اجازت
مستقر حاصل کی اور سوار ہوئے ایسے ہی ابن الحویرث کو خطا کا ازالہ اور مسئلہ
بکلائے مقصود تھا غرض بالا اجازت جائز ہے بلا اجازت جائز نہیں۔

باب لا اصل الا ما قاعدا

جہور کا اصل اس حدیث پر نہیں چنانچہ
ترغی خود بیان کرتے ہیں آپ کے
عرض ولادت میں حدیث امامت اہل بکرہ اسکی تاریخ ہے کیونکہ آخر شریف
کا تہذیب ہے وہاں اسکی تاریخ بیان کی گئی ہے صحیح نہیں کہ ابو بکر کے اسام

آپ تھے اور ابو بکرؓ قوم کے امام تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپؐ جو شدت حق کے تحیر وغیرہ بیکار کر دے کہہ سکتے تھے۔ ابو بکرؓ قریب سے شکر بیکار کر کہہ رہے ہیں گو لوگ ابو بکرؓ کے مقتدی تھے کیونکہ انہیں کی تحیرات پر اتعالیٰ مدون سمجھ کر دیتے تھے۔ ظاہر میں بین الروایات تعارض کہا جاتا ہے کہ بعض سے امامت الی بکرؓ معلوم ہوتی ہے اور بعض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت اسکا ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ عرض آپؐ کو کئی روز تک رہا ہے اور نماز کا قصہ کئی دفعہ بیان آیا ہے۔ یہی نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امام ہوئے اور کسی میں ابو بکرؓ پس تعارض نہیں لیکن عمدہ جواب یہ معلوم ہوتا ہے کہ کیا ہی نماز کا واقعہ بیان کر کہا جاسوے کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو صدیق اکبرؓ کے پیچھے بیٹھ گئے اور چاہا کہ وہ بدستور نماز پڑھ لیتے رہیں انہوں نے پیچھے ہونا چاہا لیکن آپؐ نے اشارہ سے منع فرمایا۔ اس پر بھی پیچھے ہو گئے اور آپؐ امام بنے پس جس نے حالت اولیٰ کا لفظ کیا اس نے صدیق اکبرؓ کو امام بیان کیا اور جس نے مال کا خیال کیا اس نے جناب رسالت تک صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ دیا۔ اب کسی قسم کا تعارض نہ رہا۔ باقی یہ بات کہ ابو بکرؓ نے آپؐ کو خلیفہ کیسے بنایا کیا حدیث میں آیا تھا۔ بعض شرار نے قویہ بیان کیا ہے کہ ابو بکرؓ کو حصر واقع ہوا تھا کیونکہ اپنے مقتدا اور بڑے کے سامنے ایسا ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ وہ رحل رقیب القلب ہیں۔ عذر کو امام بنادیتے ہیں اب یہ حصر کون ہو یا بسبب گریہ و بکا و شدت یہ عرض ابو بکرؓ جب نماز سے عبور ہوئے تب پیچھے رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیفہ بنایا چنانچہ آپؐ نے بعد نماز کے کھداریا دخت فرمایا کہ باوجود یہ

اشعار کے قلم کیوں امامت کو چھوڑ دیا تو عرض کیا کہ یا حضرت! اپنی تھافت سے نہیں ہو سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کو سے عرض کسی طرح سمجھے ابو بکرؓ کو معذور ماننا چاہیے۔ وہ اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بالکل بیچ کھتے تھے اور اپنے کو بے اصل و بے حقیقت بت کے مقابل میں سمجھتے تھے جیسا کہ آفتاب کے سامنے چرلے کی حقیقت ظاہر نہیں رہتی گو فور سلب نہیں ہو جاتا البتہ تعالیٰ ضرور ہے پس جس قدر تعالیٰ و متابعت ہوئی اس قدر اپنے آپ کو بیچ اور محض ساوہ و علی کے۔ ابو بکرؓ کو آپؐ سے تعالیٰ تام تھا وہ کہیں آپؐ کے روبرو نماز نہ پڑھا سکے اور اپنے آپ کو محض تابع سمجھا۔

باب السہو فی التشہد الاولیٰ وغیرہ | قوم نے امام کو غفلت پر مطلق کرنا چاہا اور امام نے قوم کو غفلت سے بچایا کہ تم مجھ کو آگاہ کرتے ہو اب تم خود غفلت کر رہے ہو کہ لوگ جو جاذب قرأ فی بین رکتین کے بعد بلا قعدہ اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو پھر نہ رکعت سجدہ سہو کرے۔ بعض فقہاء حنفیہ نے کھدیا ہے کہ نماز ہی فاسد ہو جائے اگر فرض سے واجب کی طرف لوٹ گیا۔ لیکن اس پر فتویٰ میں صحیح یہی ہے کہ اگر لوٹ بھی گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی مقدار تشہد سے زیادہ فیضان چاہیے چنانچہ محدث نے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

باب التصفیق | تادم پر تادم مارنے کو تصفیق کہتے ہیں خواہ یہ بلون الاکف ہو یا بلون الاکف یہاں یہ مطلب ہے کہ بیزین بلون کو شریعت کی تعبیر دے مارے للشاء اور للخیال کا یہ مطلب نہیں کہ

خلافت کرنے میں نماز فاسد ہو جائیگی۔ مطلب یہ ہے کہ مسنونہ واولیٰ یہ ہے
عورتیں تصفیٰ کریں اور مرد بیچ۔

باب صلوٰۃ القائم والقاعد والنائم

نافٹائی صورت اس کے لئے مجتہد اور محدث ہو نہ بیمار ہیں ہیں
ہو۔ پس اسکو جائز ہے کہ لیٹ کر پڑھے کیونکہ وہ من وجہ بیمار ہیں تو جب
تعدد ست کے لئے جائز نہیں اور بہتر ہے کہ یوں کہا جائے کہ یہ ست صرف
ترغیب اور حث القیام وغیرہ کے لئے فرماتے ہیں کہ دیکھو قائم کا اس قدر
ثواب ہے اور قاعد کا اس سے کم اور نائم کا اتنا کہ ہے اور قاعد کا بہ نسبت
اسکے زیادہ ثواب ہے پس حتی الامکان زیادہ ثواب حاصل کرو یہ نہ ہو کہ
ہمت دارو پس یہاں ثواب اصل بیان فرمانا مقصود ہے یہ جدا بات ہے
کہ ممکن ہے کہ مریض کو عندی وجہ سے خدا تعالیٰ قائم سے بھی زیادہ ثواب
عطا فرمادے ہاں اصل ثواب و اجر قیام و قعود کی نسبت و مقدار یہی ہے
جو میان کی گئی بیمار کے قعود سے اسکے قیام میں دو چند ثواب ہوگا۔ اور
قعود مریض میں بہ نسبت اسکی اضطراب کے معاف ثواب ہوگا غرض
بیماری و صحت و فرض و نفل سے بحث نہیں آپ مطلق نسبت اجر ہر اس
ترغیب و تحریم بیان فرماتے ہیں۔

باب التطوع جالساً

حضرت عائشہؓ کے دونوں قسم کی حدیث
تعدد حالتوں پر عمل کیا ہے کہ کبھی ایسا
ہوا ہوگا اور کبھی اس طرح اور بہتر مع یہ ہے کہ اسکو ایک ہی نماز کا حال یا
جائے جس جگہ وہ رکوع سے پہلے قیام ذکر کے کو قرآن میں تو مطلب یہ ہے

کہ آپ رکوع کے لئے قیام ذکر کرتے تھے کیونکہ بظاہر قیام رکوع اسکو کہتے ہیں
جو متصل ہیں ہو۔ آپ تو چالیس آیت کی مقدار پہلے سے قیام فرماتے تھے
پس وہ قیام قیام رکوع نہ ہوا غرض مطلق قیام کی نفی منظور نہیں۔

باب لا تسمع بکار القسی

مسلم ہوا کہ اس قسم کے اغذار حلوہ کی وجہ
سے خفیف جائز بلکہ مستحب ہے باقی رہا
کسی کی رعایت سے نماز طویل کر دینا خلاف بیت سے لوگ وضو کر رہے ہیں
اسی مصلحت سے طویل قرأت بڑھ دی تو جائز ہے اگر کبھی کے اور لوگ
رکعت کے لئے رکوع ذرا طویل کر دے تو جائز ہے بشرطیکہ وہ شخص میں
اور معلوم نہ ہو کہ کون ہے اور اگر معلوم ہو اور پھر بھی لوجہ اللہ خاصیت
سے کہے تو اصل میں جائز ہونا چاہیے تھا مگر علماء نے منع کیا ہے کہ ایسی
نہایت آج کل مفقود ہیں۔

باب السدل

اگر ایسی حالت میں سدل کیا کہ دوسرا کپڑا انہیں پہن
رہا تھا تو بوجہ کشف عورت نماز فاسد ہوگی ورنہ
مکروہ ہوگی۔

باب الحصى

حزرتنا ایک دو دفعہ کرلے بلا ضرورت مشغول نہ ہونا پائیے
نفع سے اگر آواز حروف پیدا ہو تو بوجہ پیدا ہونے صوت
کے ملا فاسد ہو جائیگی۔ بلا خروج صوت و حروف فاسد نہ ہوگی۔

باب الاختصار

یعنی پہلوؤں پر ہاتھ رکھنا نماز میں بھی مکروہ ہے اور
خارج صلوٰۃ بھی۔ اسلئے کہ شیطان کی عادت ہے،
بہر روایت میں اسکی نسبت راحت اہل التار وار ہے۔
باب یعنی بعد نماز کے دُعا میں مانگے یا ربِّ فَعَلْ کَذَا اعطٰکذا اس

سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وتر منجز نوافل نہیں ہیں کیونکہ یہ حدیث دربارہ نوافل ہے۔ پس نوافل تمام مشقیات ہیں اور وتر چونکہ مشقی نہیں ہے اس لیے معلوم ہوا کہ سنت و نفل میں داخل نہیں۔

تشیع میں الاصلح نماز میں تو مکروہ ہے ہی، انھارح صلوٰۃ میں باب بلا ضرورت نہیں چاہیے۔

باب طول القیام والسجود اس سے بصرات و تخصیص غفل

معا پر نص ہے افضل صلوٰۃ کے جواب میں آپ فرما رہے ہیں۔ شافعی کہہ رہے ہیں سجدہ کو افضل فرماتے ہیں لیکن انکی مستدل کوئی روایت اس حدیث ثوبان سے بہتر نہیں لیکن اسے معاذ کا یہ نہیں آپ نے اجتہاد و قیاس سے مستنبط کر لیا ہے جس میں ثواب کا حدیث میں ذکر ہے امام صاحب اسکے ہرگز منکر نہیں

کلام توا فضلیت بین القیام والسجود میں ہے اس کے لئے امام صاحب کے پاس حدیث موجود ہے اور اس روایت ثوبان سے ہے بھی امام صاحب کے خلاف کچھ ثابت نہیں ہوتا اسکا مطلب اس قدر ہے کہ ثوبان سے افضل الاعمال بین الحج والذکوٰۃ والصدیقا والصلوٰۃ کو پوچھا گیا کہ کونسا اس پر

سے زیادہ موجب دخول جنت ہے۔ انہوں نے سوچا اور سب سے عمدہ صلوٰۃ کو بلایا اور فرمایا اگر نماز بہت بڑھا کر واسکوا امام بھی مانتے ہیں کہ سجدے کرو اور بہت سی نمازیں پڑھو جتنا زیادہ قیام کرو گے ثواب پائے گے۔

باقی افضل الصلوٰۃ کا ایسے ذکر نہیں اور یہ نزاع گوا اس اصل پر مبنی ہے کہ امام صاحب اصل صلوٰۃ قیام کو کہتے ہیں اور امام شافعی مقصود اصل سجدہ کو بتلاتے ہیں۔ اسی اصل پر امام صاحب نے طول

تحت حرقت قرآن کو اچھا کہا۔ اس لئے کہ وہی مقصود بالذات ہے اور امام شافعی نے سجدہ کی کثرت کو اولیٰ کہا۔ لہذا اصل المقصود عندہ بہتر مذہب امام صاحب کا اور اسکے بعد رائج شافعی کا مذہب ہے اور تفصیل

و تفصیل مذہب کم درجہ میں ہیں کہ دن میں امام شافعی کے موافق اور شب میں ابوحنیفہ کے۔ امام انحنی فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی وقت معین ہوا مقدار قرآن معین ہو وہ سجدہ کی کثرت کرے کیونکہ قرآن تو وہ اس قدر پڑھے گا جتنا معمول ہے۔ اب کثرت سجدہ کا ثواب مفت لگا لے گا۔ ایسے

ہی جس کا وقت مقرر ہے وہ نماز تو اتنی ہی دیر پڑھے گا جتنی دیر معمول ہے باقی کثرت سجدہ کا ثواب بھی پائے گا۔

باب ما جاز فی قتل لاسوین اگر ایذا کا خوف ہو تو نماز ہی میں مار ڈالے اور نہ بعد میں۔ بعض

حضرات تو مطلقاً جائز کہتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ اتنی حرکت سے مار ڈالے کہ فعل کثیر کی نوبت نہ آوے اگر ضرورتاً نوبت آگئی تو نماز فاسد ہوگی مگر گناہ نہ ہوگا۔ باقی فعل کثیر کی تعریف جامع مانع بیان نہیں ہو سکتی۔ یہ

مطلبہ ہیست کے ہے چنانچہ امام صاحب رائے مبتلا پر چھوٹے ہیں بشرطیکہ اپنی رائے میں سے ہو۔ یہ فقہار جو فعل کثیر کی تعریف کھتے ہیں یہ بھی اسی

لئے رائے مبتلا پر ک تفصیلات ہیں۔

باب سجد السہو قبل السلام وبعده امام صاحب ابتدا تسلیم اور امام شافعی صاحب قبل التسلیم کہتے ہیں حدیثیں نہایت قوی اور بکثرت ہر دو طرف ہیں بیشک آپ نے اس طرف بھی کیا اور اس طرف بھی کیا ہے حنفیہ قبل السلام کی یہ تاویل

کہتے ہیں کہ قبل سلام الانقطاع مراد ہے اور شاخیر اپنے مخالفین کی کچھ تاویل نہیں کر سکتے۔ امام صاحب قبل السلام مطلقاً اور شوافع مطلقاً بعد التسلیم۔ دو مذہب تو یہ ہوئے تیسرا قول امام مالک کا ہے زیادہ میں بعد السلام اور نقصان میں قبل السلام جو تھا مذہب امام ابوہریرہ کا جو کہ آپ سے ثابت ہوا۔ تو کالہ رہے اور باقی میں قبل السلام۔ پانچواں قول امام احنی کا ہے کہ اجابت میں تو کالہ رہے باقی میں امام مالک کا مذہب۔ امام صاحب کے سوا اور مذاہب میں رابع مذہب امام شافعی کا ہے اور اصل امام صاحب کے بعد التسلیم فرماتے کی یہ ہے کہ جب سجدہ جزمی ہو تو نہیں پس فضل ہونا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ جزمی ہو تو نہیں کیونکہ یہ کہ خواہ کوئی واجب کسی قسم کا ترک ہوا اس کے قائم مقام سجدہ ہو جاتا ہے البتہ جابر نقصان پہلے سجدہ جزمی ہوا۔

باب سجدۃ السہو بعد السلام والکلام

اس باب کی حدیث میں تو آپ کا کلام ثابت نہیں اور جواب آسان ہے کہ صحابہ کی نماز نہ ہونی ہوئی۔ البتہ دوسری حدیث مفصل ہے اور ثبوت میں کلام نہیں حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ ابتدائے اسلام وصلوۃ کا قاعدہ ہے اس کے بعد قَوْلُ مَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَائِمَتِیْنِ وظہر آیات سے منسوخ ہو گیا شوافع اس کو کلام سہو پر عمل فرماتے ہیں اور اب تک اس کے قائل ہیں کہ سہو کلام سے نماز قاسم نہیں ہوتی لیکن ظاہر ہے کہ اس قاعدہ کو کلام سہو پر عمل کرنا کسی قدر عجیب ہے اول تو یہ کہ صحابہ کی طرح سمجھ سکتے تھے کہ نماز میں غیر ہوا ہے اور نماز تمام ہو گئی کیونکہ عادت شریفہ یہ تھی کہ سجدہ چلتے حکم پر عمل فرمائیں اور امت کو اعلان اور اطلاع نہ دیں اور اگر تسلیم بھی

کیا ہے کہ وہ لوگ یہ کہے کہ شاید نماز کا حکم بدل گیا ہو اور یہی احتمال ہے کہ کثرت کو سہو ہوا ہو پس وہ مرد و پوجے اگرچہ پورا یقین تمام صلوات کا نہیں ہو سکتا۔ مگر ظہر اسے میں ماضی بتلایے کہ اس کے بعد کے مقابلہ کو کس پر عمل کیا جائیگا۔ آپ نے فرمایا کہ کل ذلک لیسرین کیا یہ فرماتا تھا۔ اور اگر اس کو میں سہو پر عمل کیجئے تو پھر جو ذوالیدین نے کہا کہ بعض ذلک قد کان کیا اب بھی انکو نماز پوری ہو جائے کا احتمال تھا اب تو حجاب سہو یا کثرت عمل لاشعیرہ وسلم کا سہو یقینی ہو گیا تھا کیونکہ وحی کو تو نمود یا نظر آپ اس میں نسبتاً منہیات فرما سکتے تھے پھر جلازوالیدین کا یہ کلام کہ کس بات پر عمل کیا جائے گا اور کیجئے کہ آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ اصناف ذوالیدین انہوں نے کہا نہ ہو پس کیا یہ بھی خطا و سہو ہی ہے اور کیا اتنے قعدہ کو بھی سہو خیال کیا جائے گا۔ اور روایت میں ہے کہ آپ حجۃ شریف کے روز لاہور کیسٹن گئے۔ اور کہ آپ ایک کلاوی پر سہارا لگا کر مستطاب ازبوجہ تھے۔ بعد کیا یہ مشی الی الخ و غیرہ مضرب نماز نہ تھی معلوم ہوا کہ صحیح ہی ہے کہ یہ پھر حکم تھا اب منسوخ ہے نسخ میں شوافع یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ یہ قعدہ اصل کلام فی الصلوۃ کے بعد کا ہے لہذا منسوخ نہ ہوگا کیونکہ ابورہزہ اس کے راوی ہیں اور وہ مؤثر اسلام میں کمالہ یعنی حنفیہ کہتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ ابورہزہ اس واقعہ میں موجود ہوں کیونکہ ذوالیدین بدر میں شہید ہو گئے تھے اور ابورہزہ اخیر کے ہی بعد آئے ہیں شوافع کہتے ہیں کہ بدر میں شہید ہونے والے ذوالشمال ہیں نہ ذوالیدین ہیں یہ تو شخص ہیں ایک بدر میں رہے ہو گئے اور ایک اس قعدہ میں موجود تھے اگر بہت سے شوافع اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہیں چنانچہ انساب سمانی

کے مؤلف جو بڑے بچے شافعی ہیں انکو ایک ہی شخص کے نام بتلاتے ہیں اور
مٹوٹا میں ایک روایت ہے کہ جس میں راوی نے پہلے ذوالیدین کہنا ہے
اور پھر اسی فقہ میں ذوالشالین بولا ہے جس سے اتحاد معلوم ہوتا ہے
(ولم) ابوہریرہ کا صلیبنا کہنا باعتبار نسخ کے دوسروں کے اعتبار سے
ہوگا جیسا کہ شافعی کہتے ہیں کہ فقہ راجع میں حضرت عائشہ کا متفقنا
کہنا دوسروں کے اعتبار سے فقہ خود قائل تھیں۔ باقی ایک روایت
ہے جس میں ابوہریرہ فرمے مروی ہے کہ صلیبنا خلف رسول اللہ اک
اسکا جواب حنفیہ یہ دی گئی کہ راوی نے ابوہریرہ سے صلیبنا سنا اور پھر
بعینہ واحد صلیب سے تعبیر کر دیا اور یہ خیال نہیں رہا کہ ان کا صلیبنا
کہنا دوسروں کے اعتبار سے تھا۔ غرض ضرور ہے کہ ابوہریرہ دوسروں
سے سنکر روایت کرتے ہوں اس فقہ اور کلام کے منسوخ ہونے کی عمدہ
دلیل یہ ہے کہ اس واقعہ کے وقت حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما موجود
تھے چنانچہ روایت میں ہے کہ فی الناس ابو بکر و عمر فقہا بہ ان یخلفا
اور پھر نہ ان خلافت جب عمر کو حینہ کی قسم کا واقعہ پیش آیا تو انہوں نے نہ
غیب کی جگہ از سر نو غماز پڑھی اس سے زیادہ نسخ کی کیا دلیل ہو سکتی ہے
صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں جملہ ثانیہ کے ہونے نہ ہونے
کا ذکر نہیں ہر دو احتمال پر ایمان نہیں پس اس روایت سے حنفیہ پر جرح نہیں ہو سکتی
مکن ہے کہ جملہ ہو گیا ہو۔

باب الشک فی الزیادۃ والتقصان

اس حدیث میں کیفیت بیان نہیں بتلائی گئی صرف آنحضرت

سورجہ میں کیفیت بنا جو روایات میں مذکور ہے خفیہ اسکو تن حالتوں پر
تقسیم و ترتیب کر دیتے ہیں حالت شک میں یا تو شک ہو کر پھر ایک جانب
میں ہو جائے اور شک راضل ہو جائے یہ تو جو ایک ز تھا اسے کا عدم
سمجھا جائے گا البتہ اگر حالت شک میں سوچتے ہوئے تعین احد الجانبین
کے لئے اسکو کچھ دیر تک بالکل بیکار اور ساکت رہنا پڑا تو کہتے ہیں کہ
سجدہ سہو ہو کر ہے۔ اگر شک ابتداء حادث ہوا ہو یا شاذ اور ہوتا ہو تو
انکے لئے حکم استیفاء فرماتے ہیں اور اگر شک کے بعد تعین احد الجانبین
دہوا اور قری میں کچھ نہ آئے اور یہ شک ابتداء حادث نہ ہوا ہو تو اب
جملے الاقل کرے اور اکثر کا خیال رکھے یعنی ہر رکعت پر فقہہ کرے اور
تیسرے یہ کہ شک کے بعد کوئی حالت یا قری تعین نہیں ہو جائے غرض
لام نے ہر س روایات کا محل اور موقع بیان کر دیا اور سب پر عمل رہا۔

باب التسليم علی الرکعتین فی الظهر والعصر

اب اس مفصل روایت کو ذکر کر کے باللفظ اعتقلوا مذہب امام پر
ترجیح کرتے ہیں اور پھر اہل فی الصوم ناسیہ کے مسئلہ کو پیش کرتے
ہیں کہ اسیں حنفیہ عدم فساد کے قائل ہیں اور غماز میں حیلہ کرتے ہیں
لیکن بروئے انصاف یہ بات ظاہر ہے کہ صوم کی حقیقت اساک عن
اشیاء ثلثہ ہے منوعات میں اکل ناسیہ بھی داخل تھا۔ اور چاہئے تھا
کہ اسیں بھی فساد صوم ہو جائے لیکن ہم کو حدیث سے معلوم ہو گیا کہ
انما هو ذوق رزقہ اللہ یعنی اس سے فساد صوم نہیں ہوتا اور حدیث بھی

اقول هذا داخل فی الاول ۱۲ اعتقل ملت کلام میں غالی بیان کیا

قول جو صراحت دعا پر دال ہے ایسے ہی کلام فی الصلوٰۃ میں امر بالمعروف
فرمایا ہے پس کلام ناسیا بھی مقصد نماز ہوگا۔ اب شواخ کوئی تخصیص
بتلاش۔ لیکن اس میں سوا اس حدیث فعل کے کوئی استدلال نہیں
میں چند احتمالی مخالف دعا اقرب الی الفہم موجود اور پھر حنفیہ قسم کے
مثل تو اب بھلا کس طرح حدیث صوم کو صلوٰۃ کے مسئلہ میں پیش کرنا درست
ہوگا۔ صحابہ تو احتمال نسخ سے بھی بچتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو حدیث
جریر بن عبداللہ دربارہ مسخ بہت خوش معلوم ہوئی تھی کیونکہ
ان سے اسی تاریخ پر بھی کریم قبل از نزول المائدہ کا قصبہ یا بعد
المائدہ کا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو اسلام ہی بعد نزول مائدہ قبول
کیا ہے۔ پس صحابہ کو جو احتمال و شک نسخ تھا وہ راض ہو گیا۔ پھر
یہاں جو صریح احتمال نسخ ہے اور اس کے سوا احادیث میں نہیں آسکتے کیونکہ
کلام سہو یا اسکو حمل کرنا سراسر بعید از فہم ہے (کما حقہ) کیا قرعہ کے
قریب تک جانا اور مصلحت تک واپس آنا فعل کثیر تھا جو عند الشافعیہ بھی
مفسد صلوٰۃ ہے اس طرح تمام مکالمہ من اول الی آخرہ کس طرح سہو میں
خیال کیا جاتا کیونکہ آپ کے ایک دفعہ کل ذلک لہر یکس فرماتے تھے
ظاہر ہو گیا تھا کہ نماز تمام نہیں ہوئی اور حکم نہیں بدلا۔ اور اگر رب کچھ
بھی تسبیح ہی پر یا فرض حمل کر لیا جائے تو یہ آپ کا فرمانا کس طور پر
نسیان یا خطا پر حمل کر لیا جائے گا کہ آپ نے فرمایا کہ جب میں بھول جاؤں
تو یاد دلادیا کرو خانا انا بشارہ مشکم۔ روایت سے اس ارشاد کا
قبل اتمام صلوٰۃ فرمانا بھی ثابت ہے جو بعد الصلوٰۃ بھی فرمانا مروی ہے
لیکن مدعلے حنفیہ کو معترض نہیں اس لئے کہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے

قبل اتمام اور بعد اتمام دونوں دفعہ فرمایا ہوگا۔ الحاصل کوئی جہت
تقریر متعصبہ شواخ کے پاس نہیں ہے البتہ حنفیہ تو صوم میں یک مرتبہ
جہت متعصبہ اپنے مدعا کے لئے پیش کر دیں گے۔ دوسرے خطا اور نسیان
میں بہت بڑا فرق ہے سہو میں عمدًا ایک کام کیا جاتا ہے لیکن حالت ہی
کو فراموش کیا ہوا ہوتا ہے بخلاف خطا کے کہ وہاں حالت تو یاد ہوتی
ہے لیکن بلا قصد کوئی فعل صادر ہو جاتا ہے پس صوم کے بارہ میں مغیرہ
کافری بن الخطاء والسہو کوئی بے موقع امر نہیں امام احمد کے صرف
تعداد متفق کا فرمانے سے کام نہیں چلتا جبکہ یہ مذہبات کر دیں کہ صوم
صحابہ و خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ذوالیدین کا کلام من اول الی
آخرہ سہو و خطا تھا اور آخر تک یہ یقین رہا کہ نماز تمام ہو گئی۔ تو ایس
سہو تبہ کے لامحالہ شافعیہ کو بھی صلوٰۃ کے فساد کا حکم لگانا پڑے گا پس
نسخ کے سوا چارہ نہیں۔

باب القنوت

امام صاحب عند النزول سنت فرماتے ہیں ورنہ وتر کے
سوا اور کسی نماز میں قنوت نہیں کیونکہ بھنگا نہ تو لازم و نہ
نافع بھی نہیں فرماتے بلکہ نزول صرف قرین ہے اگر عند النزول پڑھے تو
غنیہ بھی رکوع کے بعد قنوت میں پڑھنے کو فرماتے ہیں۔ ترمذی نے بھی حدیث
کے اوقات و اردہ مغرب و قرین سے غبری کا اختلاف بیان کرنا شروع کیا
ہے مغرب کو ذکر نہیں کرتے کہ امام شافعی اسکو کیوں معمول بہا نہیں بلکہ
حدیث ترک آئندہ باب میں مذکور ہے۔

باب الطس فی الصلوٰۃ | اگر بدل میں الحمد کہے جائز ہے اسکو قنوت پر

۱۲۵

قول کرتے ہیں ترمذی بھی مقرر ہیں کہ بعض اہل علم من التا بینین نے تطویر میں اجازت دی ہے عرض یہاں سے اتنی بات معلوم ہو گئی کہ فی نفسہ نوبل ہونے سے ہر جگہ اس فصل کا جواز اور ولایت نہیں ہوتی چنانچہ یہاں باوجود عظم ہونے اس ذکر کے کہ انہوں نے انہوں میں فرمایا اور اہل علم میں اس سے جواز ولایت فی الکتاب نہ لکھے یہاں تو ترمذی نے بھی ایسا ہی کیا مگر بعض جگہ اس قاعدہ کو بھول جاتے ہیں۔

باب صلوة فی الزمان اور ترک جماعت ضرورت میں جائز ہے چنانچہ سخت ضرورت کا واقعہ ہے۔

باب لفصلوة علی الدابة نماز جائز ہے لیکن کلام عرف جماعت میں ہے امام صاحب کے نزدیک جائز

نہیں اول تو حدیث کی اسناد میں کلام ہوا ہے اسکے علاوہ امام صاحب وجہ بیان کرتے ہیں کہ مکان امام و مقتدی میل جائیگا اور اقتدار صحیح نہ ہوگا پس بہتر یہ ہے کہ عینہ علیہ السلام کی یہ ضرورت ہے اور جمع کا ہفتہ ہے اگر متصل ہوئی وجہ سے گھوڑے کہیں لڑنے لگیں تو نماز بھی گئی اور منت میں جوش بھی مٹی غبار یوں معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑوں کو خوب متصل کر کے جماعت کر لی جائے تو مکان مختلف نہ رہے لیکن ظاہر ہے کہ نہ گھوڑے اس طرح مل سکتے ہیں اور نہ ایسی حالت میں سوار کی جان کی خیر ہے پس اختلاف مکان موجب عذر ترک جماعت ہے اور اتحاد مکان ایسی ضرورت ہے کہ خوف میں اتحاد مکان امام و موم کے لئے شیے کثیر جائز رکھی گئی لیکن ذرورت ابتداء اتحاد مکان ضروری ہوا یہ نہ ہو کہ جہاں تھا وہیں سے اقتدار کر لیا ہاں جب بقیہ نماز کو عینہ تمام کر لے تب اتحاد کی ضرورت

میں اہل الوقت الاقترار اتحاد ضروری ہے ایسا ہی اگر مسجد کبیر میں حضور کو چھوڑ کر اقتدار کرے تو صحیح نہیں اور اگر تہریر بین الامام والمقتدی جائز ہو تو تب بھی اقتدار جائز نہیں۔ بہر صغیر کا مضائقہ نہیں ایسے ہی شاہراہ کے حائل ہو جانے سے اقتدار درست نہیں یہ جذبات سے کہ کثرت مسکن کی وجہ سے کسی موقع پر متصل صفوف ہو کر شاہراہ سے گذر جاویں اور پھر بھی اقتدار درست رہے۔ اتحاد ہی کی رعایت سے کہتے ہیں کہ مقتدی بلا ضرورت بالائے سقف نہ پڑھے۔ الفضا حدیث بظاہر جماعت کی تفسیر دیتے ہیں لیکن کوئی خاص تصریح و نص نہیں دوسرا احتمال بھی ہو چو ہے کہ عید ہو کہ آپ نے نماز کا حکم فرمایا ہو اور خود آگے بڑھ گئے ہوں تاکہ آپ کے انکار وغیرہ کو دیکھ کر اس طرح سب لوگ علیہ و علیہ اور اکر لیں۔

باب قول ما یحاسب یا تو مطلب یہ ہے کہ اولیت حقیقہ صلوة کو ہے دوسری اشیاء مشغولہ دار وغیرہ کو بالاضافہ

اول فرمایا گیا ہے اور ایک تاویل یہ ہے کہ من اول ما یحاسب مراد ہوسانو علی عمل ذلک یعنی تمام اعمال اس طرح ہونے کے کہ انصاف کا جن نقصان واقع سے ہو سکے یا یہ کہ کسی نماز مقام حساب میں پوری آ کر گئی اسکے اور اعمال بھی کامل ہوتے چلے جاویں گے واللہ اعلم اور ذقنی النوافل جو اس میں نظر و کامل رہا وہ آخر تک باہر دار رہے گا۔

باب السنن المؤکدة علیہ پلے عام میں اختلاف ہے امام شافعی صاحب دور خمس سنت بتلاتے ہیں اور حنفیہ

دو دنوں قسم کی احادیث آتی ہیں نحو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دو دنوں طرح کی روایت کرتی ہیں حنفیہ کہتے ہیں کہ دور کتب صلوة بعد الزوال کے پڑھنا

ہونے یا ایسا نہ ہونا ہوگا۔

باب کسحقی الفجر سب سنن مذکورہ افضل و نیکو فرکی اور اس کے لئے رکعت قبل الفجر ہیں۔ باقی سب کو برابر سمجھئے۔

بعض روایت میں سنن فجر میں قلن یا اور قلن هو اللہ کے سوا اور کلام پڑھنا بھی ثابت ہے (مثل سورۃ توبہ کے آخر کی چند آیتیں) آپ ﷺ سترے پڑھتے ہونے اس واسطے ابن عمرؓ نے سن لیا بعض فقہاء کلام بعد طلوع الفجر کو مکروہ لکھتے ہیں۔ کلام غیر اور ضروری کا مضائقہ نہیں۔ فضول کلام نہ چلیئے اشعراج بعد رکعتی الفجر کو بعض نے مطلقاً سنت ہے لیکن امام صاحب صرف اچھے لئے مستحب و سنت کہتے ہیں جو رات جاگ کر دوبارہ اذکار کسل مند ہوئے ہوں تاکہ نماز کے لئے تازہ دم ہو جائیں ورنہ یہ کہ ذکر اللہ کرو سنن کو بعد اقامت و انقضائے پڑھنا چاہئے لیکن سنن فجر کی حقیقہ اجازت دیتے ہیں کہ جب تک ایک رکعت پالینے کی بھی امید ہو سنت پڑھنے کیونکہ احادیث میں تاکید ہونے کی وجہ سے وہ قریب بواجب ہیں۔ نیز ایک روایت میں الارکعتی الفجر بھی آیا ہے۔

خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا اسین فلا اذا کنتے شوافیہ لیتے ہیں کہ غیر انکا کھڑی نہیں مینن فلا باس اذا اور اس جملہ پر قضا سنن کو قبل الطلوع جائز فرماتے ہیں حنفیہ لا اذا کے معنی فلا تفعل اذا فرماتے ہیں اور درحقیقت دونوں احتمال مساوی ہیں۔ حدیث پر ہر دونوں عمل کرتے ہیں صرف معنی اور مراویں اختلاف ہے اگر کسی وجہ سے ایک کو ایسی ترجیح دیئے کہ دوسرے کا شک نہ رہے تو پھر مابین القاضی

لحمین ہرگز نہ ہوگی

اس پر اتفاق ہو جائے کیونکہ حدیث پر تو سب عمل کرنا چاہئے ہیں اجمال معنی کی وجہ سے اختلاف ہو گیا شوافیہ کہتے ہیں کہ فلا اذا آپ ﷺ نے ان کے کس قدر کو شکر فرمایا کہ سنت قضا پر کئی قسم پس بھی مراد ہوگا کہ غیر کو مضائقہ نہیں حنفیہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے سنتوں کو بھی نسخ فرمایا لیکن فلا اذا میں کثرت کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ آپ ﷺ کے قول اصولاً تان معانی میں غور کیا جائے کہ اس سے آپ ﷺ کی کیا مراد ہے پھر اس کا مطلب بھی معلوم ہو جائے گا ظاہر ہے کہ آپ ﷺ بھی یہی سمجھے تھے کہ سنتیں قضا کرتے ہیں اور دوسری نماز کا کوئی موقع اس وقت نہ تھا اور جو امر معروف و نہی اور بڑا نہیں اس طرف جاتا ہے اس وقت کوئی نماز معمول و مردوح نہ تھی۔ نیز روایت کو سنت کا خیال ہوا ہوگا۔ باقی اب صحابہ کا بھی اس کو بیان و قرار خطا ہے کہ شک مجھے غلطی ہوئی۔ سنن پڑھنا تھا یہ نہیں کہ آپ ﷺ وفات واقعہ سمجھے تھے اور اب اسکی اطلاع دینی مقصود ہے یہ بعینہ کسی کو لاوا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ ایک شب بقیع میں تشریف لے گئے اور حضرت عائشہؓ نے اس کی خبر خیال فرما کر کچھ گئیں اور آپ ﷺ سے پہلے جلد واپس آنے کے خیال سے ان میں اور دم چڑھ گیا۔ آپ ﷺ نے تشریف لاکر پوچھا کہ اے عائشہؓ یہ شخص میرے آگے دوڑنا تھا کون تھا کیا تم تھیں کیا تم کو یہ خوف ہوا تھا کہ لا رسول تم پر ظلم کریگا پس اسنے جواب میں حضرت عائشہؓ نے یہی فرمایا کہ مجھے شب اور عار ہونے کی آپ ﷺ کس اور اہل بیت کے یہاں تشریف لے گئے تھے ظاہر ہے کہ آنحضرت کے ان صحیف قرآن کے کا میں وہی مطلب تھا کس کو عائشہؓ نے بیان کیا پس یہاں اطلاع واقعہ مقصود نہ تھی صرف اقرار خطا منظور تھا پس اصولاً تان معنا۔ آپ ﷺ نے یہی سمجھ کر فرمایا کہ

یہ سنت پڑھتے ہیں انہوں نے خطا کا اقرار کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں اس بار بار
ذکر و شواغ نہیں کہہ سکتے کہ آپؐ کو تحریار فرض کا شبہ ہوا کیونکہ جب
امامت معاذہ میں تحریار فرض کا جواب دیتے ہیں تو شواغ اس کے ثبوت
میں کلام کرتے ہیں۔ اگر ان میں لیا جاوے تو تحریار فرض صحابہ و اہل
کرتے تھے کہ کوئی مصلحت یا نفع خاص ہوتا تھا جیسا کہ معاذہ کی امامت
کا حال مشہور ہے یہاں تو صحابی نے آپؐ کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی
بھلا پھر کیا وجہ تھی کہ فوراً دہرائے گئے اور اگر بالفرض وہ دہرائے بھی ہوں
تو ذہن ہمیشہ اسی طرف جاتا ہے جو معروف اور قریب ہو پس اس کے سلف
جو اقرب تھا اس طرف ذہن اور خیال گیا ہو گا نہ کہ تکرار فرض کی طرف۔

تخصیص طلوع الشمس کو امام صاحبؒ ضروری نہیں کہتے کیونکہ وہ
مطلق نقل رہ جاتی ہے البتہ یہ اعلیٰ جہت ہے کہ غنصت صل اللہ علیہ وسلم
بعد الطلوع کو فرما رہے ہیں معلوم ہوا کہ بعد الفرض قبل الطلوع جائز نہیں۔

باب الاربع قبل الظهر پہلے اسلامیان گذر چکا ہے احادیث چار
کی اور دو کی موجود ہیں معمول یہاں
سنن نوکدہ امام صاحبؒ چار کہتے ہیں حضرت عائشہؓ سے متعدد روایتیں
اس بارہ میں مروی ہیں۔ دور سختوں کو خفیہ تحیۃ الوضو یا رکعت الزوال پر
معمول کرتے ہیں احادیث قول بھی چار کی تائید کرتی ہیں۔ امام شافعیؒ
بھی چار کو قبل الظهر کہتے ہیں مگر وہ دو سلام سے کہتے ہیں۔ علاوہ دو
نوکدہ کے۔

باب الاربع قبل العصر التعلیم کے معنی کہ شہید پڑھتے صلوٰۃ مثنی مثنی
کی تاویل و معنی آئمہ مذکور ہوئے۔

باب الصلوٰۃ فی البيت اگر مکان میں زیادہ حضور و فراغت ہو تو
وہاں پڑھے اور اگر وہاں احتمال شغل
و ضرورہ عمل ہو تو مسجد میں پڑھنا اولیٰ ہے۔

باب ست رکعات بعد المغرب ظاہر یہ ہے کہ صحیح نوکدہ کے آپؐ
چھ کے اجر کو بیان کرتے ہیں
فرض سنت صرف چھ سے بھی اور اگر علاوہ نوکدہ کے چھ چھ پڑھے۔
یہی کل آٹھ پڑھے جب بھی دونوں صورتوں میں ادا ہو جائے گی۔

باب صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی اس حدیث کے تین جملے مستقل
حنفیہ کے مخالف اور ظاہر ثغیر
کے موافق و مستدل ہیں مثنی مثنی فرمایا گیا ہے اس سے شواغ سلام علیہ
الرحمتین سمجھتے ہیں حنفیہ کہتے ہیں کہ مثنی مثنی یہاں متقابل مفرد و ترہ ہے
مطلب نہیں کہ ایک تحریم سے صرف دو ہی رکعتیں ہوں چنانچہ اتروا واحدہ
سے صاف ظاہر ہے کہ وہاں مثنی بمقابلہ وتر فرمایا ہے یا پوئیں کہنے کے جبکہ
دو رکعتیں مراد ہیں لیکن اعلیٰ فضیلت تو نہیں بیان فرماتے کہ چار سے افضل
ہیں اور اگر افضلیت بھی مراد ہو تو ممکن ہے کہ آٹھ اور چھ تحریمہ واحدہ
سے افضل ہوں ذکر اربعۃ تسلیۃ واحدہ کے یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں اس کی
افضلیت بوجہ تمام ہو یعنی جو نحوہ و وجوہ افضلیت تکلف ہوتے ہیں یہاں
کس وجہ خاص سے رکعتیں تسلیۃ واحدہ اولیٰ ہوں۔ باقی اصل فضیلت
اور ثواب اہتمام تحریمہ وغیرہ کا چار میں ہو جیسا کہتے ہیں کہ تراویح کو مثنی
مثنی پڑھنا اولیٰ ہے اس وجہ سے کہ اس صورت میں سہوت لغو ہے
گو اصل و ذات افضل چار چار میں ہے حضرت عائشہؓ کی صریح روایت پہلے

اور بقا فلا تسئل عن حسنہن وطلوہن موجود ہے امام صاحب کے مذہب کے بعد عمدہ و رازح مذہب شوافع کا ہے جو دن میں اور رات میں شفیق مقرر کرتے ہیں کیونکہ ایک روایت میں صلوٰۃ الیل والنہار ملتے ملتے ہیں آیا ہے باقی تفریق الیل والنہار مذہب اس سے کم درجہ پر ہے دوسرا جملہ اوتر بواحد ہے شافعیہ کہتے ہیں کہ وتر ایک ہے کیونکہ آپ بواحدہ قرأتے ہیں مخفیہ کہتے ہیں کہ یہ منیٰ ہے کہ ایک کو ہلا کر دو کو وتر کر لو کیونکہ حقیقت میں وتر تو ایک ہی ہوتا ہے مجموعہ کو بھی اسکی وجہ سے وتر کہتے ہیں پانچ اور سات یہ سب ایک ہی وجہ سے وتر ہیں منیٰ مذہب میں آپ کا فرمان درست ہے کہ ایک کو ہلا کر دو کو وتر کر لو حاصل یہ ہے کہ جب صبح قریب ہو تو تین کی ایک کو اور دو میں ایک ہلا کر دو صبح کا خفیہ نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ یہ منسوخ ہے لانه علیہ السلام عن البقیۃ بقرۃ لیکن اس تاویل کے بعد منسوخ کہنے کی حاجت نہیں۔ دیگر احادیث کی وجہ سے شوافع کو یہ تو ماننا پڑا کہ وتر تین ہیں پس وہ تین ہی رکعت پڑھتے ہیں مگر دو سلام سے لیکن اس طرح پڑھنے کو شافعیہ کہیں حدیث سے ثابت نہیں کر سکتے بعد اوتر کی دو رکعتوں کو بوجہ اس جملہ کے شافعیہ اولیٰ نہیں کہتے ہیں اجعل اخذ صلوٰۃ تک وترًا۔ امام صاحب رکعتیں بعد اوتر کو مستحب کہتے ہیں مسئلہ مخفیہ بعض روایات ہیں جو ترمذی میں ہیں آئی ہیں شوافع اسکو میان جواز پر عمل کرتے ہیں اس جملہ کا جواب مخفیہ دیتے ہیں کہ آخر صلوٰۃ سے مراد صلوٰۃ واجبہ ہے منیٰ صلوٰۃ فرض واجب میں حسب ہے آخر وتر کو روایات فاضل کا اس کے بعد پڑھنا محل آخر وقت نہیں ہے اگر فاذا خفت کے ساتھ اسکو مقید کریں تو بلا تکلف منیٰ ہیں

بوجہ خوف فجر کے وتر پڑھ لو۔ گو دو نفل رہ جائیں پس خوف میں وتر آخری نماز ہوئی اور بلا خوف صبح نفل بھی پڑھ لو (ہذا ما خطر فی ولا اعتماد علیہ واتر)

باب فضل صلوٰۃ اللیل

صلوٰۃ اللیل سے چونکہ تہجد مراد ہوتا ہے لہذا اس کے جواب میں حضرت عائشہؓ نے فرمادیا کہ تہجد رمضان وغیر رمضان میں برابر تھا۔ اس سے تراویح کی نفی نہیں نکلتی کیونکہ صلوٰۃ مستقلة علیہ ہے عرفا اسکو صلوٰۃ الیل نہیں کہتے۔ محمد بن اور فقہار اسکو تہجد کے علاوہ مستقل باب میں بیان کرتے ہیں اسکو تہجد کے ساتھ مقدمہ ماننا اسر غلطی ہے گو بعض صورتوں میں تہجد بھی انکے ضمن میں ادا ہو جاوے لیکن اس سے اتحاد لازم نہیں آتا۔ دیکھئے تجزئہ المسجد پڑھنے سے تجزئہ الوضو ادا ہو جاتا ہے اور اسکا عکس بھی لیکن ان دونوں نمازوں کو کوئی متحد نہ کہے گا۔ اسی طرح اگر کسوف وقت چاشت واقع ہو تو دو چار رکعت بہ نیت کسوف صلوٰۃ منیٰ ادا ہو جائے گی لیکن اتحاد کا کوئی قائل نہیں تاہم اس طرح اگر آپ نے تمام شب تراویح میں گذاردی تو تہجد ادا ہو گیا لیکن انکا اتحاد ہرگز لازم نہیں آتا۔ آپ کا رات کو بھی چار چار پڑھنا اس حدیث سے ثابت ہے حضرت عائشہؓ نے سوال کیا کہ آپ وتر سے پہلے آرام فرماتے ہیں اور آپیں خوف فوت فرما رہے آپ نے فرمادیا کہ جس قلب پر مدہ غفلت و ہوش ہے وہ سوتا ہی نہیں پھر کیا خوف ہے کم از کم سات اور زیادہ کے زیادہ تیرہ رکعتیں وتر کی ایسی ثابت ہیں اس میں شک نہیں کہ اگر ہزار رکعتیں رات بھر میں ادا کرے وہ میں تہجد میں شمار ہوگی اور اگر دو پڑھے وہ بھی لیکن کلام اس میں

ہے کہ سنوں اور آپ کا معمول یہاں کیا تھا پس اس میں نور کتب الی الوتر
اور گیارہ مع الوتر بھی ثابت ہیں تیرہ کی روایت میں یا تو وہ دو رکعت خفیہ
شمار کر لی گئی ہیں جو آپ قبل الہجرت بطور تحیۃ الوضو پڑھتے تھے یا سنت
فکر بوجہ اتصال کے اس میں شمار کر کے بخود تیرہ میں کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم قضا رتبیہ کرتے تھے اور لوگ بھی کرتے تھے جو جائز ہے۔ چنانچہ حدیث
میں وارد ہے کہ جس کا کوئی وظیفہ اور ذکر میں فوت ہو جائے تو اس کو
قبل از دوال ادا کر لے تو گویا اپنے وقت ہی پر پڑھا گیا۔ وتر پچھلے قبل از
خواب ادا کر لیتے ہونگے اور اس میں شک راوی کے لئے ہے زرارۃ بن اوفی کا
قصہ وقت صرف انہی توثیق و فضیلت کی غرض سے بیان کیا ہے کیونکہ وہ
بھی حدیث کے ایک راوی ہیں۔

جہاں معنی ملا ہیں یا حقیق ہی ہوں آئندہ اس
باب نزول الرب سے تردید بحث فرمیں گے۔

ابواب الوتر ان اللہ احد کہ خفیہ کی حجت ہے کہ وتر واجب
ہے کیونکہ اذکر نماز کیا ہے اور مزید کے لئے ضرور
ہے کہ خمس در علیہ سے ہوگی وتر بھی نماز واجبہ ہے ہوں گے۔
قیس بھٹو بھٹو ان کے لئے نفی وجوب نہیں ثابت ہوئی لا بیس فی
شئ یمین جلت طویلی نہ کہتے تھے یا مسورج ہے لان الاجماع علی خلاف
ذلک اور نیز یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضرت عائشہ تر و تک کے جوئی
کی نفی فرمائی ہیں مطلب یہ ہے کہ جب آپ چار رکعت پڑھ لیتے تو سلام
کے بعد بیٹھ کر دو رکعت نوبہ ذکر الہ کرتے رہتے اور پھر اسی طرح چار
لے میں میں روز تہجد قضا ہوتی تھی ۱۲ ۱۳۳

تھمک پڑھتے اور ترویج میں دو رکعت پڑھتے رہتے۔ اس کے بعد جب دو پڑھتے
تو اس قسم کا جلسہ نہ کرتے بلکہ دو کے بعد فوراً تین وتر پڑھتے اور کل پانچ
رکعت کے بعد جلسہ بطور ترویج نہ کرتے تھے اور تینوں میں وہ نفی اس کی کرتے
ہیں کہ نہ تو آپ دو رکعت ترویج پڑھتے اور نہ چار پر ایک بلکہ ان دو پر تو
سلام ہی نہ ہوتا تھا۔ اس لئے کہ یہ ترویج پہلے دو میں بلکہ پانچ پوری
کر کے بیٹھنے میں جلوس خارج صلوٰۃ بطور ترویج نہ کر کے اس رکعت میں کی
نفی فرمائی گئی ہے والاذان فی اذانہ میں ایسے جلسہ پڑھنے کو یا بحجیر
شکر بوجہ فرض کی جلدی فرما رہے ہیں۔ مذہب مشہور وقوی وتر میں
دو ہی ہیں ایک تو تین رکعت کا اور دوسرا صرف ایک رکعت وتر کا
بعض کا پانچ کا بھی ہے لیکن تین کے استحباب اور افضلیت کا کوئی حکم
نہیں یہاں تک کہ خود تردید کہتے ہیں کہ وہ اذان و تروا للوجل میں پڑھے
تو تین مگر اس ترکیب سے کہ دو کے بعد سلام و ذکر فوراً اور ایک پڑھے
گویا سبب ایک صورت اتصال کی ہے۔ اس سے ہماری سمجھ میں حدیث
عائشہ کا مطلب آگیا کہ وہ جو پانچ وتر پڑھنے کو کہتے ہیں اس کا مطلب
یہ ہو گا کہ اپنی دو رکعت پڑھے اور فوراً سلام کے بعد تین اور پڑھے
پانچ ہو گئیں تین آخر کے وتر ہے۔ باقی عائشہ کا سبب کو وتر فرمایا
ہے جیسا بعض اہل علم کا باوجود فصل بین الرکعتہ والرکعتین کو تین شمار
کرنا قرابت وتر کی روایات سے پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ تہجد ہمیشہ
تین رکعت وتر پڑھتے رہے۔

مجاہد و قتیبہ ان روایات سے نہیں بچا جاتا کہ وتر کی قضا
میں نہیں بلکہ تاکید ہے کہ اس سے پہلے ادا کر لو ورنہ قضا ہو جائے گی۔

محوار و نفق و ترنی یل و اءة جموړ کے نزدیک جائز نہیں بلکہ اولا جہوړ گئے وہ وتر رہیں گے۔ اس سے بھی وجوب ثابت ہوتا ہے کہ جب تک کہ فرض جنس متکار واجب بھی نہیں ورنہ نوافل کے متکار کو کون من کرنا ہے۔

راحتہ پر وتر پڑھتے ہوئے حضرت عمرؓ نے آپؐ کو دیکھا ہوگا مگر معلوم نہیں کہ کس وقت اور کب کس ضرورت سے راحلہ پر پڑھے ہوئے باقی نماز شریفہ تو ہمیشہ زمین پر آکر پڑھنے کی تھی۔

باب صلوٰۃ الزوال ممکن ہے کہ یہ چار رکعت عظیمہ فی الزوال کی ہوں یا وہ بھی سن ہو کہ وہ ہوں صلوٰۃ حاجت کی دعا یا تو قعدہ اخیر میں درود کے بعد پڑھے یا سلام کے بعد متصل پڑھے۔

ابواب صلوٰۃ الاستخارۃ اس دعا کے لئے صرف من غیر الغرض فرمایا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مستقل نوافل کی بھی ضرورت نہیں اگر مسکن روایت کے بعد بھی پڑھنے کا وقت متکار ادا ہو جائیگی اگر اس دعا مقبول ہوگی تو جانب غیر وقوع میں آئیگی۔ صلوٰۃ القسب میں یہ جلسہ بعد السمیعین جلسہ استراحت نہیں بلکہ یہ تو پڑھنے کی فرض ہے اس قاعدہ سے پڑھے کیونکہ حدیث میں بھی کہتا ہے۔ ام سلمہؓ کو جو قسمیں فرمائی یہ ہیں صلوٰۃ اتسبع ہے عبد اللہ بن ابی بکر کا طرز بھی بعض روایات سے ماخوذ ہے اور آپؐ کے اصناف کو مفید سمجھیں تو پڑھیں اس لئے کہ عدد معین تو پہلے ہی لیا ہو چکا ہے۔

درود صلوٰۃ بتالا نیار اپنے لئے بھی جائز ہے تشبیہ صلوٰۃ فی المقادیر مراد نہیں جس سے اللہ تعالیٰ علی محمدؐ و آلہٖ وسلم صلیت ان میں ایمان ہو گیا۔

مطلق جنس و نوع مراد ہے مثلاً زید کو کہیں کہ ہمارا قرض بھی دید دیجیے تم نے عمرو کا پیسہ ادا کر دیا حالانکہ ہمارا قرض ہزار روپیہ ہے مگر صرف تشبیہ فی الاداء و کیفیۃ مراد ہے صلوٰۃ علی ابراہیم دوسری روایت میں وارد ہے درود کو امام شافعیؒ صاحب نماز میں فرض فرماتے ہیں بعض صرف عمرہ میں ایک دفعہ فرض کہتے ہیں۔

ابواب الحجۃ حضور اذہم عن الجنۃ کہ جنی نعمت شکر کیا کرے نہ کہ وہ بہت سے مصلحت کا تو یہ تمنا یا یہ کہ آپؐ صرف امور عظیمہ کو بیان فرما رہے ہیں کہ ایسا منظم دن ہے کہ اس قدر امور عظام اس میں غور پذیر ہوئے۔ وقوع قیامت و حساب کتاب منہلہ نماز کے ہے گو بعض کو یوحنا اپنے اعمال بد کے سزا میں اس روز دی جائیگی مگر وہ دن کا قصور نہیں اپنے اعمال کا قصور ہے۔ ساعت بھر کے بارہ میں مستحرم دوی قول بھی بعد العصر الی آخر النہار یا بعد الزوال کافی الحدیث اور تحقیقات جبے کرے ساعت بھی مثل شب قعدہ کے دائرہ میں ہے۔ پس آپؐ نے آگے اوقات محض بیان فرمائیے تعیین نہیں فرمائی نوافل و مقنات بتلاویز ہیں کہ یہاں بھی ہوتی ہے اور اس جگہ بھی ہوتی ہے کہیں کس وقت اور کبھی کس وقت۔

فصل جمعہ کو نبیؐ نے واجب کیا ہے جو ظاہر الفاظ و رد فی ہذا الباب کے جموړ کے نزدیک سنون ہے اس خطبہ پروردگار کی حدیث سے معلوم ہو گیا کہ واجب نہیں۔ چنانچہ ترمذیؒ خود بیان کرتے ہیں۔ اور دوسری روایات بھی مؤید جموړ ہیں۔ روایت سے مراد عثمانؓ ہیں۔ کہ جب میں اغفل خود غسل کیا اور غفل وجہ کو غسل کرا دیا یا صرف

مہاجر ہو گیا یہ ہوا سر کو دھوتا مراد ہے کما قال ابن المبارک البتہ خود گیا
اور نیکو دوسروں کو لے گیا اور تعالیٰ کی یا بطور سابق مبالغہ تاکید
مراد ہو نا الفضل افضل اس تمام حدیث سے غسل کا مفضل ہونا اور
وضو کا بھی کافی ہونا ثابت ہوا اور معلوم ہو گیا کہ غسل واجب نہیں۔
تبکیہ کا جو ثواب فرمایا گیا ہے اس میں رد قول ہیں ایک یہ کہ ساعات
ثواب موعودہ بعد الزوال شروع ہوتی ہیں اور زوال کے بعد غلبہ شروع
ہونے تک جس قدر فاصلہ ہو اسکے مساوی حصے کر کے جز اول میں بد
ثانی میں بقرہ ثالث میں شامہ رابع میں وجاہ خامس میں بیضہ کا ثواب ہوگا
مثلاً اول سے شروع غلبہ تک ایک گھنٹہ تھا۔ پس اس کے اجزاء اور
حصوں میں بہ ترتیب ثواب شمار ہے گامینی اول کے بارہ منٹ میں
بد دوم منٹ کے بارہ منٹ میں ثواب بقرہ۔ تیسرے میں کبش۔ چوتھے میں جہر
پانچویں بارہ منٹ کے عرصہ میں یعنی آخری حصہ میں بیضہ کا ثواب
علیٰ هذا القیاس اگر زوال وغلبہ کے مابین زمانہ یا عرصہ ہو تو وقت کے
حصے اس حساب سے کئے جائیں گے۔ مثلاً اگر گھنٹہ کا فاصلہ ہو تو چھ
منٹ کے حصے۔ پس اس صورت میں ساعات سے دران لحاظ ہونے کا
ہوئی ساعات۔ دو صرا قول یہ ہے کہ ساعات با ثواب صبح سے شروع
ہوتی ہیں اور تا شرف غلبہ رہتی ہیں۔ اب ساعات سے مراد اصطلاحی
ساعات ہوتی کیونکہ اکثر صبح سے زوال تک چھ ساتھیں ہوتی ہیں تو
سے فرق کا اعتبار نہیں۔ آپ نے بھی فرمایا ہے کہ چھ بارہ ساعات کا ہونا
ہے۔ میں جب شخص سے غلبہ تک چھ ساعات ہوتی تو ایک ساعت میں
بہ ترتیب ثواب موعودہ شمار ہے گا اس روایت میں گو پانچ کا ثواب

نکلیے۔ لیکن نسانی میں روایت ہے جس میں چھ ساعات مذکور ہیں اور
کبش کے بعد بطل اور نہر مایا ہے اس حساب سے ہر ایک ساعت کا ایک
ثواب ہوگا۔ گو آسان تو قول اقل ہے۔ لیکن اشارہ حدیث دونوں طرف
ہیں۔ بجز کے معنی صبح کو جانے کے ہیں۔ اور بعض روایات میں ہجر آنا ہے
یعنی معنی دوپہر کو جانے کے ہیں۔

وغیر ذلک من الاشارات۔ ترواجعہ تھا ونا سے یہ مراد ہے کہ اس
معنی اور کسل سے جمعہ چھ روزہ اور نہ اوقات شمار اللہ اور تہا ونا بحکام
شرعیہ تو کفر ہے۔

کہ موقوف الی المجموعۃ۔ اختلاف علماء کو تو خود ترمذی بیان کرتے
ہیں۔ لیکن یہ معلوم ہو گیا کہ قبل میں جمعہ نہ ہوتا تھا۔ جو لوگ جمعہ کو من اوا
لیل ہر واجب سمجھتے ہیں۔ انکی حجت حدیث ہے کہ ضعیف ہے اور جو
یعنی من سح الزمان پر واجب کہتے ہیں انکی کوئی دلیل نہیں لہذا ترمذی
من اوا للیل کی روایت کو ناقابل اعتبار ثابت کر کے کان لہر
دیکر دینا چاہا ہے۔ امام صاحب صرف اہل شہر اور اہل قباہ شہر پر
مستفزیٰ ہیں دوسرے لوگ اگر ان کر۔ تو تویمان اللہ یعنی ان پر
مستفزیٰ اور واجب نہیں۔ باقی اہل قباہ کو اگر اللہ واجب نہ تھا بلکہ تحصیل
کے لئے فرمایا گیا تھا چنانچہ اہل قباہ کہتے ہیں کہ ہم نوبت بہ نوبت جایا
کئے قریہ میں اگر جمعہ کیا جائے تو ادا نہیں ہوتا کیونکہ دس دس جمعہ
ہو ادا بخلاف مریض و مسافر و اہل قریہ کے جو جمعہ میں شہر میں حاضر
ارواں وجوب ادا تو ہے گو نفس وجوب نہ تھا۔ شہر کی تعریف جائز
ہیں ہو سکتی کیونکہ وہ امر مذہبی ہے۔ فقہار مضیہ جو مالہ صیغ

آل اس طرح آہستہ آہستہ آتی ہے اہل فہم پہلے سے سمجھ جاتے ہیں روک دیتے ہیں دوسرے لوگ بعد میں متنبہ ہوتے ہیں۔ اگر کوئی نصیحت ہی کرنا ہے تو دوسرے اوقات میں بزبان اور دلی نصیحت کرنے اور سمجھانے کو کہیں نے منع کیا ہے خطبہ پڑھ کر ساتھ ساتھ پڑھ کر بھی اچھا نہیں گو فرح تو ادا ہو ہی جائے گا اور دو شمار بالکل بھٹکتا ہے

باب قرآن علی المنبر اور جلوس میں الخطبتین۔ اس قسم کے امور ابو حنیفہ نے بھی منع و مقرر کیے ہیں کلام اس میں ہے کہ اگر امور ضروری اور واجب ہیں یا نہیں امام صاحب انکو ضروری نہیں کہے شافعی واجب فرماتے ہیں۔ استقبال امام بہتر ہے لیکن چونکہ مجاہد اور کثرت مردمان میں یہ مشکل ہے اور جماعت وصفوف میں خلل پڑے اس لئے استقبال قبلہ ہی پر اکتفا کرنا چاہیے۔

باب الرکتین عند الخطبة

یہ رکتیں تحفۃ المسجد ہیں۔ امام شافعی اس حدیث کی وجہ سے انکو بوقت نماز جائز کہتے ہیں اور اکثر صحابہ و جمہور تابعین ممانعت کے قائل ہیں پس امام صاحب جمہور صحابہ و تابعین کے ساتھ ہیں بعض کی مخالفت انکو ضروری دوسرے امام صاحب کی مؤید وہ روایات کثیرہ ہیں جو ممانعت عند الخطبہ پر دال ہیں۔ شوافع انکی تخصیص اس روایت سے کرتے ہیں لیکن روایت کثیرہ کا مخصص اس روایت خبر واحد کو کرنا قابل تسلیم نہیں اسلئے کثرت سے صحابہ و تابعین امام صاحب کے موافق ہیں یہی بات نووی نے بھی پہلے خود تصریح کی ہے کہ جمہور ائمہ و صحابہ اس طرف ہیں پھر کہتے ہیں کہ لیکن انکا قول صحیح نہیں۔ اس قدر حضرات کے قول کو

اور فرمایا کہ نہ تو وہی کو شایان نہیں اور آیات انصاف میں رائج ہیں دو قول ہیں کہ خطبہ میں نازل ہونی یا خلف الامام کے بارہ میں اقوال کثیرہ ہیں سے بھی دو قول معتبر ہیں اور دونوں امام کے مؤید و موافق ہیں جب روایات کثیرہ اور جمہور سلف صالحین اور آیات قرآن امام کے ساتھ ہوں تو امام پر کیا الزام آسکتا ہے یا منہ امام صاحب کہتے ہیں کہ یہ بھی اس روایت ذوالیدین کی طرح منسوخ ہے اور ابتداء کا قصہ ہے جب کہ خطبہ میں کلام بھی جائز تھا۔ شوافع کے جواز عند الخطبہ کے مسئلہ میں خطبہ کو صرف مخالف احتمال نکال دینا کافی ہے کہ ممکن ہے کہ یہ ابتداء کا واقعہ ہو جیسا کہ ذوالیدین کی روایت میں خفیہ نے ابتداء ہی سے احتمال کو رائج کر دکھایا۔ اور شافعیہ نے اسے خلاف زور لگایا اس طرح شوافع یہاں بھی کسی صورت سے یہ ثابت کر دیں کہ یہ آخر کا قصہ ہے ابتداء کا نہیں امام صاحب تو کلام فی اثناء الصلوۃ کے مانند اسکو بھی کہیں گے کہ اس وقت کا قصہ ہے جبکہ کلام عن الخطبتین جائز تھا۔ ابتداء میں بطرح نماز میں کلام بلا تکلف جائز تھا ایسے ہی خطبہ میں۔ نماز میں بھی ممانعت ہونی اور خطبہ میں بھی چنانچہ آیات انصاف کے دو ہی محل معتبر ہیں خلف الامام یا خطبہ دیگر جملہ امور کی ممانعت کو تو شوافع تسلیم کرتے ہیں لیکن تحفۃ المسجد میں اگر اڑ گئے کہ یہ بوقت خطبہ جائز ہے جیسا خلف الامام میں اور اشیا کی قرآن کو تو منسوخ مانتے تھے الحمد پر اگر کرم گئے تھے اس روایت کو مستدل و محمول بہا نہ کر دیں روایات کا خلاف کیا جیسا ذوالیدین کی روایت پر ہم کر دوسرے نصوص و روایات سے اغماض کرنا پڑا تھا۔ اور بیعت اس روایت کی طرح اس روایت کے بعض پر عمل کرتے ہیں بعض کو چھوڑتے

ہیں کہ جو پورا قصہ اس طرح ہے کہ ایک شخص شکستہ حال بوقت خطہ عاجز
ہوا آپ کو اس پر رحم آیا آپ نے منبر سے اتر کر ایک آہنی کرسی مشکوٰۃ
اور صحابہ سے ارشاد فرمایا انہوں نے کچھ کپڑے لا کر بیچ کئے آپ نے دو
کپڑے اٹھا کر ان میں سے اس شخص کو دیے پس اگر عمل کرنا ہے تو
روایت کے تمام افعال کی اجازت دیجئے۔ منبر سے اترنا خطبہ ترک کرنا۔
سامعین کا وہاں سے جا کر کپڑے لانا۔ پھر آپ کا اس کو خطا فرمانا اتنی حرکتیں
اور افعال خطبہ میں واقع ہوئے۔ یہ کوئی بات نہیں کہ اور افعال کو تو منسوب
کیدا جائے صرف رکعتیں پر رحم جائیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے
کہ آپ نے جب تک خطبہ شروع ہی نہ فرمایا تھا لیکن یہ جواب نام نہیں۔ اس
پورے واقعہ کے معلوم ہونے سے صراحت معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابتداء کا قصہ
ہے ورنہ دیگر افعال کو تو شوافع بھی جائز تھیں فرماتے تعجب ہے کہ ام
بالعرف اور نبی عن النکر تو اس وقت منع اچانچہ اذات لے صاحبك
انصت فقد لغوت وارد ہے اور تحیۃ المسجد جو عند الشوافع بھی
نوافل سے زیادہ مرتب نہیں رکعتی بوقت خطبہ جائز ہو غرض جہود سلف
کا موافق ہونا اور آیت کے شان نزول اور روایات کثیرہ کی تائید یہ
لیئے اور ہیں کہ اچھے بعد امام صاحب کو اپنے مذہب میں کسی قسم کی رقت
نہیں رہتی اور حریج کا دعویٰ اور وہ بھی ح القرآن المفیدہ قویہ پھر جملہ
کس طرح مخالفت رکعتین عند القیۃ کے قائل نہ ہوں۔

باب اذان ثالث

جن حضرات کے فہم ایسے ہوں اور تفقہ فی الدین
حاصل ہوئے زیادہ کرنے کا نام بدعت نہیں
ہے۔ یہ وہی صحابہ ہیں جو قرآن شریف کے جمع کرنے میں اس قدر مہر درختے

مہر تھی بحث کہ بعد رائے طے ہوئی تھی یا غیر طعن بعض بدعت حسنہ کہا
جائے کہ تحقیق کے یہاں بدعت تو حسنہ ہوتی ہی نہیں لیکن یہ نزاع
فصل ہے قرآن فی الجمع والعیب کے بارہ میں جو سوریں وارد ہوئی
ہند۔ بطور یقین نہیں ہیں البتہ سنت ہے اگر بظن اتباع حدیث ان کو
بجائے تو بہت بہتر ہے لیکن امام صاحب ضروری نہیں فرماتے بعض نے
اس میں بہت تشدید و تاکید کی ہے۔ اعتبار میں چونکہ اکثر غلوئی آجالت ہے
اصح محنت جالب نوم ہے لہذا اگر است ہے نفس اعتبار کروہ نہیں۔
وہوں کے بچے کے اشارہ بالبدین اور رفع ید کا جو ذکر ہے وہ یا تو بوقت دعا
کا تھا صرف اشارہ کے لئے حضرت صل اللہ علیہ وسلم کا رفع سبائی
فی الخطبہ جو مروی ہے وہ بوقت تشہید ہوتا ہوگا کیونکہ خطبہ میں بھی تشہید ہے
بصرف اشارہ اور اعلام کے لئے۔

کلام اس میں ہے کہ سنن نوکدہ
باب السلوۃ قبل الجمعۃ وبعدہ | کس قدر ہیں۔ امام صاحب
حدیث قول کو لیتے ہیں اور ابن مسودہ کا تعامل مؤید ہے صاحبین پھر رکعت
لے رہے ہیں امام صاحب بوجہ حدیث قولی چار رکعت کو لیتے ہیں۔

باب درگاہ جمعۃ | امام صاحب کے نزدیک جمعہ ہی ادا کر کے گو کسی
جز میں اگر کلام کا شریک ہوا ہو اور ایک روایت
کے موافق تو بچہ ہو میں بھی شریک ہو کر جمعہ ہی ادا کرے۔ وہ فرماتے ہیں کہ
مذہب رکعت واحدہ پر کل نماز کے ثواب کا وعدہ تھا اب اگر کسی جو میں
شریک ہو تو پورا ثواب نہ سہی کم یا کسی قدر بولا تو سہی باقی اور اگر رکعت
محدود فرمادے اس روایت میں بحث نہیں یہاں تو ثواب کو فرما رہے ہیں۔

لام مجرہ ایک رکعت کے بعد حکم اس سے کہ میں ظہر ادا کرنے کو فرماتے ہیں قیام
بعد الحمد کا یہ مطلب ہے کہ پورا ایہ تمام و شغل نے الخطبہ والصلوۃ کے تہنیت
اور قبول کی نوبت بعد الحمد آتی تھی نہ کہ جمعہ سے فراغت ہی کھانسنے کے
وقت سے اور قبول کے وقت سے پہلے ہو چکی تھی اور وقت ہی اس کا
کا بعد الحمد آتا تھا اور ظلالام مالک کا ابواب الحمد دیکھو تو ایک حمد و مدح
لے گی (راقم) قبل مجلس سے چونکہ انقطاع نوم ہو جاتا ہے لہذا نوم نہ لے کر
کا عادت ہی بتلایا گیا ہے جتہ کے دن سفر کرنا جائز ہے چنانچہ روایت
سے خود ثابت ہے لیکن یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ضرورت ہو تب
کرنا جائز ہے البتہ وقت صلوۃ داخل ہونے کے بعد ادا سے جمعہ سے پہلے
سفر نہ کرے۔

خروج الی المصلیٰ اشیا مستحب ہے بلا غدر و
ابواب العیدین ہونا خلاف اولیٰ ہے عید کی نماز میں بلا غدر

اقامت و اذان نہیں یہاں ترمذی بھی اہل علم کا اس پر عمل بتلائے
ہیں کہ نوافل کے لئے اذان نہیں پھر معلوم نہیں کہ تجدید میں کس لئے
اذان کے قاض ہوئے۔ بحیرات عیدین کی تعداد اور عمل میں اختلاف
ہے۔ امام صاحب دونوں قراتوں کو متصل رکھنے کے لئے پہلی رکعت
کی ابتدا میں اور دوسری میں بعد القراءۃ یعنی اخیر رکعت پر بحیرات فرماتا
ہیں اور نبوی تعداد بحیرات کی کل چھ فرماتے ہیں۔ غرض بحیرات عیدین
میں امام صاحب ابن مسعود کے اثر پر عمل کرتے ہیں کیونکہ زیادہ بحیرات
میں احتمال ہے کہ راوی کو بوجہ جمع و کثرت مصلیان شبہ ہوا ہو
غیر کی بحیرہ کو بحیرہ امام سمجھا ہو اس لئے زیادہ بحیرات روایت کیں نیز

بحیرات فی الصلوۃ خلاف اصل ہیں لہذا الوضیفۃ اقل کو اختیار فرماتے ہیں
لان فی الاستیاطہ جمع میں اگر لام و غیر امام کی بحیروں میں غلط اور اشتباہ
ہو جائے تو چاہئے کہ جب بحیرے فرمائیے میں بحیرہ کہ لے گورس بارہ بحیروں
کی نوبت آجائے اس لئے کہ اس طرح پران کے ضمن میں وہ بحیریں بھی
ادا ہو جائیں گی جو امام کہہ رہا ہے گور واید بھی کہیں گئی مگر اصل تو وقت
نہ ہوں۔ خمس تکبیر اپت قبل القراءۃ کا یہ مطلب نہیں کہ پانچوں
بحیریں قبل القراءۃ تھیں بلکہ تعداد بحیرہ اور عمل بحیرات نہ واید بتلانا
منظور ہے۔ یعنی بحیرات زوائد کی تعداد پانچ ہے اور عمل زوائد قبل
القراءۃ ہے۔

مصلیٰ میں مطلقاً و پڑھے بلکہ
باب النوافل قبل العیدین و بعدہ قبل نماز عید تو گھر میں پڑھنا

بھی اچھا نہیں بعد نماز اگر گھر میں نوافل پڑھے تو بلا مشہد درست ہے۔
باب خروج النساء فلتخرجن لجلنباہا اس سے خروج کی تاکید
نہیں نکلتی بلکہ غرض یہ ہے کہ اگر نکلیں تو
تشر اور پردہ سے نکلیں اس سے پردہ کی تاکید نکلتی ہے آپ نے ازواج
کو یہ حکم فرمایا کہ اپنی عورتوں کو نکلتے سے منع نہ کرو نساء کو امر بالادرج
نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ عورت کی نماز بہ نسبت صحن کے مکان کے اندر
اولیٰ ہے اور اس میں بھی جردہ میں اولیٰ اور پھر حجرہ کے بھی گوشہ اور
پردہ میں بہتر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے زمانہ میں بھی آپ
نے دربارہ خروج تشر کو پسند فرمایا تھا حضرت عائشہ صدیقہ نے فہم حال
سے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آجکل کے حال کو دیکھتے تو ضرور

منع فرمادیتے صحابہ کے فہم عالی پر قربان چاہیے کہ وہ حال زمانہ کو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارت کو سمجھے اور مخالفت کا حکم فرمایا جسکی شکایت عورتوں نے حضرت عائشہؓ سے کی اسے جواب میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا لو مائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما أحدث النساء بعدہ لم تعھن المساجد اور اس زمانہ میں جو کچھ قنادیہ لکھی بنا رہی رہائش کا حکم ظاہر ہے عہد کا قصہ مشہور ہے کہ وہ اپنی زوجہ صاحبہ کے خروج الی البہد کو ناپسند کرتے تھے لوگوں نے کہا کہ آپ منع کر دیجئے مگر انہوں نے ظاہر حدیث کے خلاف کو ناپسند نہ فرمایا۔ ایک روز جب وہ مسجد کو تشریف لے گئیں تو حضرت عمرؓ غضبہ اس راستہ پر چاہینے اور پوشیدہ ہو کر پیچھے سے انکی چادر پر قدم رکھ دیا وہ چادر اس وجہ سے رکی تو انکی زوجہ نے پیچھے کو دیکھا مگر چچا نہیں انہوں نے فوراً قدم اٹھایا اور پیچھے آئے انکی زوجہ نے گھرواپس آکر کہا کہ بے شک آپ کی رائے صیح ہے آجکل زمانہ درست نہیں رہا اب مسجد میں نہیں جاؤ گی جوڑنے فرمایا کہ اگر اب بھی یہ باز نہ آئیں اور انکو خیال نہ ہو تا تو میں انکو ضرور مت کرنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت اور خوشبو کے ساتھ نکلنے کو عورتوں کو منع فرمایا ہے اس زمانہ کی عورتیں تو بلا زینت نکلنے کو ہرگز پسند ہی نہ کریں گی وہ کہیں گی کہ اس روزی حالت میں نکلنے سے تو نہ نکلتا بہتر ہے پس اس زمانہ میں خروج نسا کہیں طرح درست ہو نہیں سکتا اس قدر اہل علم اپنے ہی زمانہ میں خروج نسا کو منع فرماتے ہیں پھر آجکل تو کیا نکلتا ہے۔ اختلاف طریق فی الرجوع والخروج مستحب ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے آپ کے اس فعل میں

البواب

مقتدہ امتثال ہو سکتے ہیں یا تو آپ کو دو طرف کے اہل محلہ کو خوش کرنا مقصود ہو تاکہ دونوں کو برکت حاصل ہو جائے یا عدم تعین طریق تاکہ مقصودوں کو موقع فساد کا نہ ملے وغیرہ تاکہ من الاحکامات اکل قبل مشوۃ النظر بعد الاصلی مستحب ہے۔ انہی میں صاحب خیمہ اگر پہلے خیمہ میں سے ہی کھلے تو مستحب و اولیٰ ہے۔

البواب السفر

مذہب مشہور شافعیہ کا یہ ہے کہ تمام عزیمت اور قصر رخصت ہے احادیث جس قدر اس باب میں وارد ہیں ان میں دو ہی رکعتیں پڑھنا ثابت ہے ایک روایت سے بھی تو آپ کا تمام ثابت نہیں ہو تا چنانچہ عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہم سب کے ساتھ حج کئے لیکن سب قصر ہی پڑھتے تھے اور حضرت عثمانؓ بھی پھر یا آٹھ سال تک قصر ہی پڑھتے رہے۔ شوافع نے سب روایات کو چھوڑ کر حضرت عائشہؓ کے فعل اور حضرت عثمانؓ کے تمام سے استدلال کیا ہے اب دیکھنا چاہیے کہ استدلال کس قدر کمال تک قابل اعتبار ہیں حضرت عثمان ہمیشہ قصر کرتے رہے ایک دفعہ تمام کیا تو صحابہ نے کس قدر اعتراض کئے اور چار طرف سے لے دے ہوئی۔ شوافع نے ان کے فعل کو دیکھا مگر صحابہ کے اعتراض پر خیال نہ کیا ان اعتراضات کا جواب کسی کو تو حضرت عثمانؓ نے یہ دیا کہ یہاں میں نے کھان کر لیا ہے اور کسی سے یہ کہا کہ میں چونکہ خلیفہ المسلمین ہوں تمام مسلمانوں کا مسکن میرا مسکن ہے کسی کے جواب میں فرمایا کہ اعاب میرے ساتھ تھے اگر دور کوت پڑھتا تو وہ اس کو اصل سمجھ لیتے۔ غرض یہ کسی نے نہ فرمایا کہ میں نے عزیمت پر عمل کیا ہے

بلکہ دفع الوقی اور نالغے کے طور پر مختلف جواب دیتے رہے دوسری بحث حضرت عائشہ کا فعل ہے مگر وہ بھی اس قسم کے جواب فرماتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کا مسلک شوافع کے موافق نہ تھا۔

باب کم تقصر اس بارہ میں مختلف روایات ہیں جہوں میں سب سے زیادہ وقت قصر حنفیہ کی ہے باقی کوئی تیرہ کوئی صرف چار دن کا قائل ہے جہوں سے علیحدہ امام اسحاق انیس روز فرماتے ہیں ہم اسکو عدم نیت اقامت پر عمل کریں گے۔

باب المنطوق اس میں ہر دو قسم کی روایات ہیں۔ ابن عمرؓ میں سفوفی نوافل پڑھنا بیان کرتے ہیں اور نہ پڑھتے کو بھی وہی روایت کرتے ہیں۔ اچھی تطبیق یہ ہے کہ جب ظہر طریق اور حالت سیر میں ہو اس وقت نہ پڑھے اور تمام دن نزول منزل کے وقت پڑھے۔

باب الجمع بین الصلوٰتین حنفیہ جمع صوری پر عمل کرتے ہیں۔ ابن عمرؓ کا قصہ بظاہر اس کے مخالف ہے جس سے بظاہر بعد غروب شفق مغرب پڑھنا معلوم ہوتا ہے لیکن دوسری روایات سے ثابت ہے کہ نماز کے بعد شفق باقی تھا۔

(تفصیل فی تقریر البخاری و مسلم)

باب لکسوف اس میں ایک رکوع سے پانچ تک رکوع مردی ہیں۔ امام صاحب قاعدہ اہلبیت اور رکوع واحد کی روایت پر عمل کرتے ہیں اور باقی پر چونکہ عمل ممکن نہیں لہذا چھوڑتے ہیں شوافع نے دور رکوع کے سوا سب روایات اور حدیث کو چھوڑا (مسلم کی تقریر دیکھو)

باب صلوٰۃ الخوف اس میں حنفیہ اپنی عمر کی روایت کو لیتے ہیں کیونکہ وہ نص قرآنی کے مضمون کے مطابق ہے اور ہر حالت میں جاری ہو سکتی ہے خواہ دشمن چنانچہ قبضہ ہو یا دوسری طرف اور صورتیں امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں۔
باب سجود القرآن امام در دار نے گیارہ سجدے آپ کے ساتھ کئے ہوئے زیادہ کی نفی نہیں مفصلات و نجم کے سجدہ کو امام مالک نہیں مانتے۔

باب ید رک اللام اساجدا حدیث سے معلوم ہوا کہ ادراک رکوع سے رکعت مل جاتی ہے ورنہ فوت ہو جاتی ہے۔ شوافع کے مذہب پر مدرک فی الركوع کی نماز نہ ہونی چاہیے کیونکہ اس نے فاتحہ کی قرات نہیں کی۔

باب مقدار المار ملکوت یعنی نماز مدافع صاع اور صلح آٹھ رطل کا ہوتا ہے غرض دو رطل سے وضو فرماتے تھے امام صاحب صلح عراقی کو صاع شری اور امام شافعی صلح مدنی کو کہتے ہیں۔ والیہ مال ابو یوسف رحمہ۔

ابواب الزکوٰۃ

زکوٰۃ الذهب والورق چالیس درہم میں سے ایک واجب ہے بشرطیکہ مقدار دو توکب پہنچ جائے اور اخراجات فیہ میل تجارت میں بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہے اور جو خدمت

کے لئے ہوگا۔ ہر دو ہون ان میں کسی کے نزدیک واجب نہیں اور
خدمت کے لئے ہوں نہ تجارت کی نیت ہوں میں خدا کا نام یاد
ہے زکوٰۃ اہل وغیرہ معقول ہے والا غلاف فیہ جمع وتفريق جزا
من حیث العکام اور ہے یعنی مالک کو نہ چاہئے کہ صدقہ کے استقلال
میل کرنے کو خود شخص مال طلائیں تاکہ مالک واجب ہو یا ایک شخص یا
مال دو جگہ کرے جس سے نصاب سے کم ہو جائے اور کسی پر واجب
نہ ہو امام شافعی جمع وتفريق من حیث العرفی کہتے ہیں۔ مثلاً اس مال
خرابی ہے کہ ہر مالک نصاب میں بعض صورتوں میں زکوٰۃ واجب
ہو جائیگی مثلاً دو شخصوں کی چالیس بجز ان اگر ایک طرف میں ہو جائے
ان پر زکوٰۃ آجائیگی حالانکہ کوئی بھی ان میں سے نصاب کا مالک نہیں
اور اگر ان تالیس بجز ان میں ایک شخص کی دیک جگہ چرائی جائیں
مجموعہ ۳۹۰ ہے تو صدقہ واجب نہ ہوگا حالانکہ ۳۹۰ کا مالک ہے
وصاکان من الخلیفین الی راجح بالسوی میں ظاہر معنی یہ ہیں جو کوئی
لیتے ہیں کہ اگر مشترک میں سے وہ صدقہ دیا گیا جو پورے عدد پر واجب
ہے مثلاً ۶۱ میں سے چند دیا جائے تو شریکین ترجیح بالسویہ کریں
اگر ۶۱ میں سے پچیس کا مالک ایک ہے اور چھتیس دوسرے شخص
میں اور چند کی قیمت صدقہ سے تین روپے بھی تو چھتیس کا مالک
اعشارہ روپے دے گا اور پچیس والا بارہ روپے آٹھ آنہ غرض
صورت میں یہ نہ ہوگا کہ پچیس پر نہ نیت خاص اور چھتیس پر نہ نیت
لیون دیا جائے بلکہ پورے ۶۱ میں جو واجب تھا وہ دیا جائے اور
حصہ رسد ہر دو شریک ادا کریں۔ ذرا خفی معنی یہ ہیں جو اب وضیفہ

میں ہو دو شریک جو پچیس و چھتیس کے مالک ہیں ایک بر نیت خاص اور
ایک بر نیت لیون ادا کریں اور یہ دونوں صدقے کو یا کل اکٹھے میں
دے گئے آپ پچیس کا مالک دوسرے سے کہے کہ میں نے بر نیت خاص
دیا لیکن اس کی قیمت کے لئے مجھے کر کے چھتیس تو دے اور پچیس میں دیتا
ہوں کیونکہ ۳۶ تیری طرف سے لگے اور پچیس میری طرف سے اور ۳۶ والا
پچیس جو بر نیت لیون میری طرف سے ادا ہوا ہے اس میں سے مجھے اکٹھے کے
۳۶ خود میری طرف سے لگے اور ۲۵ رقم دو اس طرح برابر حلب کر لیں
مثلاً بر نیت خاص اگر ۲۵ کا تھا تو ۳۶ والا ادا کرے اور سب سے ۲۵
کا مالک دے اور نیت لیون اگر ۲۵ کا تھا تو ۳۶ والا دے اور
۲۵ کا مالک ۱۴ ادا کرے (زکوٰۃ البقر میں کسی کو غلاف نہیں)

باب صدقۃ الزرع

زرع جب تک پانچ وقت نہ ہو دیگر اگر کے نزدیک
عشر واجب نہیں ہوگا امام صاحب مطلقاً ما
اخرجت الارض میں عشر واجب فرماتے ہیں یہ جواب ناقص ہے کہ
چونکہ لفظ عام ہے لہذا سب میں عشر کو فرماتے ہیں بلکہ لیس فیما دون
خمسۃ اوسق در بارہ زکوٰۃ تجارت فرمایا گیا ہے۔ اس وقت وقت سے
داد و ستد ہوتی تھی اور وقت اس وقت غالباً چالیس درہم کی قیمت کا
ہوتا تھا اس حساب سے آپ نے پانچ وقت پر زکوٰۃ کو فرمایا کیونکہ پانچ
کی قیمت دو سو درہم ہیں جو دس درہم سات و نثار کے ہونوں ہوں
اور ۷ نثار ساڑھے سات شقال کے ہوتے ہیں ایک درہم تین ماشہ
سے کچھ زیادہ کا ہوتا ہے ساڑھے تین ماشہ نہیں ہوتا۔ عید خدمت میں
بالاتفاق زکوٰۃ واجب نہیں۔

باب | عمل میں بعض کے نزدیک صدقہ ہے عزرا بعض نہیں
پھر بعض دس شک سے کم میں نہیں کہتے کما قال الامام
اور بعض مطلقاً کہتے ہیں وہم یؤتیہ ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ فی حشو زنی
زنی صاحب کے لئے ہے کہ اس صاحب سے دیا کرو نصاب نہیں بتلاتے
اگر پہلے سے مال ہی نہ تھا یا نصاب سے کم تھا تو
باب المال المستفاد | بلا اتفاق زکوٰۃ جب سے واجب ہوگی جب سے
کر نصاب تام کا مالک ہوا ہے اور اگر نصاب موجود ہی کے منع اور نانی
سے مستفاد ہوا تو حلال حول میں اصل نصاب کے تابع ہوگا بلا اتفاق
اور اگر نصاب موجود کے متاع و غرات سے یہ مال مستفاد نہیں ہے تو
امام صاحب اسکو بھی تابع نصاب موجود فی حلال کہتے ہیں شوافع
اسکو تابع نہیں کہتے یہ کول علیہ قول کی روایت اس کے خلاف نہیں
کیونکہ اس میں تمنا اور حکم حلال ہو گیا چنانچہ تابع نصاب موجود میں
شوافع بھی ملتے ہیں۔

باب کوۃ الحل | اس بارہ میں جس قدر روایات ہیں حنفیہ کے موافق
ہیں شوافع ان روایات میں ضعف کا حیر کے
سب کو چھوڑتے ہیں اگر ضعف کو مان میں لیا جائے تو کثرت میں وجہ سے
ایک درجہ کی تقویت آگئی ہے پھر بھلا شائب بذلہ پر قیاس کی وجہ سے
انکو کیسے چھوڑنا درست ہوگا اقوال و آثار کو پیش کرنا عزت شومنا
کو حدیث کے مقابلہ میں نہ چاہیے بعض دفعہ تو روایت قوی کے مقابلہ
میں ضعیفہ پر عمل کر لیتے ہیں پھر یہاں تو بکر قیاس کے اور کوئی معارف
بھی نہیں اور روایت کو بھی بعض نے حسن بلکہ صحیح کہا ہے لایصح فی

هذا الباب یعنی حدیث کو نہیں پہنچی نہ یہ کہ مطلق ثبوت ہی نہیں ہوا
باب لیس نے المختصر و ات کی روایت ضعیف ہے ما اخرجہ الاوض
اسے ساری ہے اس لئے خبروات میں بھی امام صاحب حشر واجب
فرماتے ہیں۔

باب کوۃ علی التیمم | اسکو امام مالک و ابو حنیفہ واجب نہیں فرماتے۔
امام شافعی اس روایت کی وجہ سے واجب
فرماتے ہیں لیکن اس روایت میں صدقہ سے مراد زکوٰۃ نہیں کیونکہ وہ
آپ کی مال نہیں ہوتی بلکہ صرف چالیسواں حصہ آتا ہے اور پھر جب
قدر نصاب سے کم ہو جائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے بلکہ صدقہ سے
مراد نفقات ہیں اور اگر زکوٰۃ ہی مراد ہو تو یہ مطلب ہوگا کہ بلوغ تیمم کے
بعض مال میں تجارت کرو کر زکوٰۃ جواب واجب ہونے لگی ہے وہ
آپ نہ ہو جائے کیونکہ گو تیمم مانع ہو گیا ہے مگر بکر دبلوغ توصیت و ولایت
مخارج نہیں ہو جاتی پس تجارت جائز ہوگی۔

باب الرکاز | العجماء و جرحا حجابی میں اتفاق ہے کہ رکاز سے
امام صاحب محمد بن مراد لیتے ہیں شوافع فیض طہلیت
کہتے ہیں واقع میں یہ لغت کی بحث ہے اور لغت سے امام صاحب کی
روایت نایب ہوتی ہے (ما نظرق تقریرات أخر)

باب الخرص | رقت سے پہلے کو امام اندازہ کر دے کہ اس قدر پیداوار
ہوگی اسکا عشر صدقہ میں امام کو ادا کر دیں چنانچہ خبر
میں عبد اللہ بن الزباح خرص کے لئے بھیجے جاتے تھے ثبوت درج چھوڑنے کو
لئے فرمایا کہ کبھی وغیرہ کاٹنے کے وقت جو مال آجاتے ہیں انکو دیا جائے

کیونکہ یہ عشر تمام حق مساکین و فقراء میں بکھریا جائے گا۔ مالک کو اپنے پاس سے دینا پڑے گا۔ آجکل جو غرض مروان ہے کہ جاکر معین کر آتے ہیں کہ اس قدر پیداوار ہوگی اور بموجب حساب بتلائے ہیں کہ پانچ بن یا دس من ہم کو دینا یہ ناجائز ہے کہ انہوں نے حق معین ثلث یا ربیع میں اس مقدار معین کے فروخت کر دیا۔ ان غرض نہیں کہ اس میں سے دے یا کہیں اور سے اور یہ جائز نہیں یہ کہ معلوم نہیں کہ اعزاز سے کم کیا ہو یا زیادہ اگر کم زیادہ ہو تو مکمل ہمارے کو نقصان رہے گا کیونکہ ان کا تو حق بالکل معین تھا بخلاف حرام کو اس میں اعزازہ میں کسی بیشی ہو جائے تو کچھ حرج نہیں وہاں تک کہ ہلام و عامل کسی حق معین کے مالک نہیں تھیک کے بعد فقراء ہوتے ہیں فاحفظ هذا الفرق

باب السوال والصدقة

اس بارہ میں چونکہ بہت ہی مختلف ہیں کسی میں تسون در ہمارے حوال فرمایا ہے اور کسی میں قوت یوم پر اور کہیں ذی صوة سوئے (مستند) کو اور پھر آپ نے ایک ذی مرقہ سوئی (یعنی اچھے خاصے تندرست انسان) کو دے بھی دیا اس سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ اس اختلاف پر نظر کر کے ہے کہ کیا جائز ہے کہ حرام غنیمت نہیں بلکہ حرام دون حرام کے قیام بموجب مطلب یہ ہے کہ ذی فقر مدق کو سواں بالکل جائز ہو تو کسی (یعنی ذی مرقہ سوئے) کو بہتر نہیں اور چاس درہم والے کو بہت بڑا ہے البتہ ضرورت میں اسکو بھی جائز ہے کیونکہ حالات لوگوں کے مختلف ہیں بعض تو قوت یوم ہی سے فائز المال ہو جاتے ہیں اور بعض بوجہ

مال یا دیگر وجوہ کے چاس درہم کے بعد بھی ممکن رہتے ہیں۔ سادات زکوٰۃ یعنی بہتر نہیں گو جواز کا فتویٰ ہے۔

باب صدقة العارم

لیس لکم الا ذلک منی بالفعل یونی لے لو پھر ہوگا تو وصول کر لینا۔ مفلس کا یہ صانع کا یہی منصب ہے حق المال سوئے الزکوٰۃ مثلاً بھائی اگر مفلس ہوں تو انکا نفقہ بشیر کے مسکو مست ہوا جبکہ بیوف اور غفلت اور نزوہ کے جتنا تقصیر حالت میں واجب ہوتا ہے وصت دینا چاہی ہو۔

باب وصال صوم شعبان

صوم شعبان کی فضیلت مفید ہے شعبان کے روزہ کے علاوہ کے ساتھ یہ نہیں کہ تمام شعبان میں جب کہیں روزہ کے افضل مشتبہ ماہ میں صفات باری کو مشابہات کہہ کر کہتے ہیں کہ ہم نزول و یکساں سب پر بلا کیف ایمان لاتے ہیں۔ جیسے انکار کرتے ہیں کہ اس سے تو تشبیہ خالق بالخلق لازم آتی ہے اور قرآن میں جو کچھ صفات مذکور ہیں وہ مجاز ہیں۔ اہل سنت میں سے جو مجازی سمجھتے ہیں کہ حقیقی سمجھ کر انکار نہیں کرتے۔ بخلاف جمعیہ کے کہ حقیقتہ کا انکار کرتے ہیں۔ اہل سنت نے صرف صفات فقائد کے لئے مجازی معنی بیان کئے ہیں ورنہ وہ حقیقت پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور بلا کیف مانتے ہیں۔

مولفۃ القلوب اب مصرف نہیں رہے یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک خاص تھا شوخ اب بھی مصلحتاً دینا جائز کہتے ہیں۔ اگر وراثت میں لوٹ کر آوے تو لینا بلاشبہ جائز ہے۔

صوم فرض میں نیابت عند الغیۃ جائز نہیں۔

صومی جنہا کا مطلب عند الغیۃ یہ ہوگا کہ اسکا صوم ادا کر دینا ضروری ہو۔
دو محلہ میں سبب کو ذکر کر کے سبب مراد لیا جائے گا کسی کو مؤید قول
ہے کہ لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد۔ قیاس
علی الصلوۃ بھی اسی کو مقتضی ہے۔ صوم فرض میں نیابت عند الغیۃ
جائز ہے نماز میں بالاتفاق ناجائز۔ اور حج میں بالاتفاق جائز۔
الاتفاق بین بیت الزوین جائز ہے جبکہ ولایتی اور قاضی جہازت ہو
باب اجازت ہونی چاہیے خواہ کسی قسم کی ہو۔

باب صدقۃ الفطر

میں ایک صاع بالاتفاق ہے زعیب میں
صاحب سے دو روایتیں ہیں لیکن جبروہ ہے جو حدیث کے موافق
اس باب کی حدیث شوافع کی تحت نہیں ہو سکتی کیونکہ معاویہ کا
محض اجتہاد ہے نہ تھا بلکہ حکم انکو کسی حدیث سے معلوم تھا چنانچہ انہوں نے
صلح کی روایت ہے۔ اور اگر محض اجتہاد ہوتا جب بھی پوری بحث
تھا کیونکہ صحابہ نے اسکو قبول فرمایا باقی ابو سعید کا قول بھی حنفیہ کے
خلاف نہیں اور اگر خلاف ہو بھی تو دیگر صحابہ و تابعین کے مقابلہ میں
نہیں۔ انکے قول کا مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کے زمانہ میں ایک صاع
اب خطہ کا بھی ایک صاع نکالیں گے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
میں خطہ بہت کم تھا۔ زنی مقدور لوگ حضور اہبت اپنے لئے استعمال
کرتے تھے اہل و عیال و خدام کے لئے شیعرو وغیرہ ہوتا تھا چنانچہ ایک
کی عیادت کو آپ کے تشریف لے جانے اور اتحاد دل بیہوں کی رونق کو

کا خطہ روایات میں موجود ہے۔ پس اسی کیابی کی وجہ سے اسکا حکم
زادہ حروف ربا و ہاں ایسا گون تھا جو خطہ سے صدقہ ادا کرنا کیونکہ
نیابت کیاب اور گراں تھے بعد کے زمانہ میں جب وسعت ہوئی تو لوگوں
نے اور غریب قیاس کر کے حسب عادت یا رغبۃ للثواب خطہ سے بھی
ایک ہی صاع بخلا البتہ جن لوگوں کو وہ روایتیں اور حکم خطہ معلوم تھا۔
انہوں نے نصف صاع کا حکم دیا روایات میں من المسلمین کا لفظ بھی
ہے اور بعض میں نہیں امام صاحب کی طرف سے ہر ایک غلام مسلم و
غیر مسلم کی طرف سے واجب ہے کیونکہ مکلف و مخاطب بالا دار مولانا ہے
جب وہ مسلمان ہو گا سب غلاموں کی طرف سے ادا کرنا واجب ہوگا۔
شوافع صرف عبد مسلم کی طرف سے واجب فرماتے ہیں مولانا مسلم ہو یا کافر مگر
لا فرق جو غلام سے ادا کرائیں۔ جن روایات میں من المسلمین کا لفظ
ہے ان میں از روئے سند کلام ہے اس زیادتی کو بعض محدثین نے معتر
تیں مانا فرض کے معنی قدر یا آؤ جب کے ہیں امام شافعی صدقۃ الفطر
کو فرض فرماتے ہیں تاخیر عن یوم الفطر کے جوازیں اتفاق ہے البتہ بہتر و
سنون ادا قبل الصلوۃ ہے تقدیم من یوم الفطر میں اختلاف ہے امام صاحب
جائز کہے ہیں مروی ہے کہ حضرت عمرؓ پہلے سے دیتے تھے شوافع جائز نہیں
کہے اور حضرت عمرؓ کے اس فعل کی تاویل کرتے ہیں کہ وہ وکیل وغیرہ کو دیتے
ہوئے کہ یوم فطر میں ادا کر دینا۔ زکوۃ کی تقدیم میں حنفیہ و شوافع ہر دو موافق
ہیں اور بھلا بھلا شرط جو ہر تقدیم ہے۔

باب النہی عن المسئلۃ

ابو یوسف و مسند ہو اسکو سوال کرنا باطل مباح
مفسر صحیح کے لئے ذرا مکروہ اہل اہل صحت

کے ساتھ کچھ عبادت بھی ہو تو زیادہ بہتر۔ اسی طرح برائی شے سے بچنے کے
 حتیٰ کہ صبح تا شب غصہ کو حرام ہے (کام مقرب)

صفت الشیاطین کا جب علم کرنے دیکھا کہ وہ
باب رمضان

میں بھی تو معاصی سرزد ہوتے رہتے ہیں۔
 وہ قاتلوں کی طرف متوجہ ہوتے اور یہ سنی بیان کے کہ مژدہ قید ہو جائے
 دینا اور پھولے شیاطین وہ جاتے ہیں جو ابدت سے آسمان اور سرور
 پہنچیں اسکی ضرورت نہیں کہ یہ شخص کی جگہ بلکہ شیاطین کو قید
 ہو جاتے ہیں مگر شیاطین الانس تو کہیں نہیں چلے جاتے وہ کافی ہیں
 غلامان ہیں اثر ڈالنے کے لئے قریب و متصل آنا کچھ ضروری نہیں بلکہ کہیں
 ہے کہ وہ دور ہی سے برا اثر پہنچاتے رہتے ہوں اور صدور معاصی اسی
 وجہ سے ہوتا رہتا ہوا البتہ جو قوی اثر قریب سے ہوتا ہے وہ بعید سے نہ
 ہو۔ اگر اگر بھی نہ ہو تو وہ گیارہ مہینہ کا اثر و فتنا اس نہ ہو جائے گا
 کچھ تو ضرور باقی رہے گا۔ اگر آئین گرم و محرومہ بانسار کو آگ سے نکالیں تب
 بھی کچھ عرصہ تک ویسا ہی سُرخ رہتا ہے رفتہ رفتہ اثر زائل ہوتا ہے اور
 گرم پانی کو آگ سے علیحدہ کر لیں بلکہ برف میں بھی ڈال دیں تو بتدریج
 حرارت زائل ہوگی ذکر و فتنا اسی طرح انسان میں جو اثر گیارہ ماہ تک
 آتا ہے وہ صدور معاصی کا سبب ہوگا۔ اور قطع نظر سب باتوں کے
 صدور معاصی کے لئے وجود و اتصال شیاطین ضروری نہیں بلکہ ان کے بھی
 معاصی صادر ہو سکتے ہیں۔

فلم یفتم منها بائک بعض کہتے ہیں یہ سب کے لئے عام ہے
 کفار کو بھی تخفیف رہتی ہے لیکن اصل یہ ہے کہ نفع و غلق ابواب کے

یہ بھی تو یقیناً درکار ہے مگر یاد شاہد وہ ہر عام فہمہر کا وزن مان
 رہ ہیں کہ چاہے آئے تو اسکا مطلب نہ ہوگا کہ کلک و تھلا اور بادشاہ کے
 غاصب و سرکش ہیں داخل ہوں۔ اسی طرح گونا گویا مبارک سراسر رحمت ہے
 لیکن کھدے کے نہیں۔ باقی جو کفار رمضان میں مہتے ہیں ان کے لئے شاید
 دروازے کھل جاتے ہوں کیونکہ دروازوں کا تھرا ہوتا اسکے منافی نہیں کہ
 مڑھتا کھول بھی لیں مسلمانوں کے لئے بقول بعض حضرات عموماً مغفرت
 ہوتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جو اسکے لائق و سزاوار ہوگا وہ مغفور ہوگا۔
 فتاویٰ اللہ یا تو رمضان ہی کے ساتھ خاص ہوں یا عموماً۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلا شرعی نہیں کیا تھا جو
باب لایلا چار ماہ سے کم کا نہیں ہوتا لکھنا فی الفقہ بلکہ قسم کھانا
 بھی کہ ایک ماہ تک ازواج میں نہ جاؤں گا حضرت عائشہؓ نے عرض کیا
 کہ ایلا تو ایک ماہ کا تھا آپ انیق دن میں کیسے تشریف لے آئے۔
 کہنے نے فرمایا کہ مہینہ انتیق روز کا ہے۔ یعنی الشہر سے ذی الحجہ راہ تھا۔

امام صاحب و امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک
باب شہادۃ الصوم شہادت صوم میں نہ لفظ شہادت ضروری ہے نہ
 عہدہ ازیل سے آپ نے اقرار شہادت میں زیادہ تو شہادت کی غرض سے کہ لایلا
 عادت تو صحابہ میں بلا تفریق موجود تھا (الصما علیہم بدول) لہذا صرف
 شہادت الیمانی کافی تھی عید کی شہادت میں عہد و عدالت و لفظ شہادت
 ضروری ہے۔

شہر اعیان لایمقضان میں دو احتمال ہیں یا تو یہ غرض ہو کہ
 (ابرو قیاب) ان مرد و عورتوں کا کم نہیں ہوتا تو تعداد

ایام کم ہو جائے جو کچھ فضیلت رمضان و ذی الحجہ کی ہے وہ پھر بھی
بجا ہوا قائم رہتی ہے۔ اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ
ارشاد ایک قاعدہ کلیہ ہو جائیگا اور شہر احمد سے ہر فرد شہر مراد ہوگا
یعنی ذی کہ ہوتا ہے ذوہ یا مطلب یہ ہے کہ اکثر ایسا نہیں ہوتا کہ ذی الحجہ
و رمضان دونوں انتہائی انتہائی دن کے ہو جائیں بلکہ اگر احد ہوا انتہائی
دن کا ہوگا تو دوسرا انتہائی کا ہوتا ہے۔ اس طرز پر یہ قاعدہ اکثر یہ ہوگا اور شہر
عید سے جو عید مراد ہو کر مجموعہ پر حکم ہوگا یعنی دونوں کم نہیں ہوتے اور باقی
تو کچھ مضائقہ نہیں (یا آپ نے خاص اس سال کے لئے فرمایا ہوگا اس خصوصیت
کی دلیل کوئی نہیں۔ راجح)

باب الرویت

اختلاف مطالع کا شواہد اعتبار کرتے ہیں اور ان میں
دوقول ہیں ایک یہ کہ ہر شہر و دیار کا حکم علیحدہ
ہوگا اور دوسرا یہ کہ جو جگہ و شہر اس قدر فاصلہ پر ہوں کہ مطلع بدل جائے
وہاں حکم علیحدہ علیحدہ ہوگا۔ یعنی ایک جگہ کی رویت سے دوسری جگہ والا
پر لازم نہ ہوگا (و محمد النوری) امام صاحب کی اقویٰ روایت یہ ہے کہ اختلاف
مطالع کا بالکل اعتبار نہیں ایک جگہ کی رویت سے سب جگہ واجب ہوئے
ہے یہ روایت انا کی صحیح و قوی ہے گوارہ بین بین روایتیں بھی میں ہلکا
امرونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرح اسکا جواب دیتے ہیں کہ ہلکا
امرونا کا شار الیہ لا شک فی جویسۃ معاویۃ کو نہ بناؤ بلکہ شار الیہ یہ
ہے کہ چونکہ ابن عباس سے کریم نے یہ ذکر کیا کہ میں نے دیکھا ہے بلکہ رویت
معاویہ وغیرہ کا ذکر کیا۔ پس ابن عباس نے فرمایا کہ ہم اسکا اعتبار نہیں
کرتے لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہکذا اعونا۔ شواہد کی

حجت جب ہوئی کہ وہ صاف اپنی رویت کا اقرار کرتے اور پھر بھی ابن عباس
مستبر نہ سمجھتے ولا کذلک لکھنا۔ اس روایت میں وقت مختصر کو صرف اس
وجہ سے ہوئی کہ ابن عباس نہ ہکذا اعونا فرماتے ہیں ورنہ کہہ سکتے تھے
کہ یہ انکا مذہب ہے اور وہ حجت ملزم نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ
ہکذا کا مشار الیہ عدم اعتبار ہی کو رکھا جائے لیکن اس وقت روایت
چاہیے کہ وہ امر کو سنا تھا جسکی وجہ سے ابن عباس اعونا فرماتے ہیں۔
تمام روایات میں کوئی امر اس بارہ میں نظر نہیں آیا۔ البتہ ممکن ہے کہ
صوموا الرویتہ و افطروا الرویتہ سے ابن عباس نے یہ مطلب
استنباط کیا ہو کہ بلا اپنی رویت کے دوسرے شہر کا اعتبار نہ کرو۔ پس
انجام و منتج وہی ابن عباس کا اجتہاد ٹھہرا جسکو حجت ملزم کوئی نہیں
مانا۔ اور چونکہ اور کوئی روایت امر فرمانے کی موجود نہیں لہذا یہ احتمال
گواہتیں ہی سمجھنا چاہیے اور سب سے بہتر یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ نزاع
اس روایت میں کس چیز میں ہے فطر میں یا صوم میں ظاہر ہے کہ صوم
تو یہاں ایک روز بعد کو شروع ہوا تھا۔ اب یہ تو ممکن ہی نہ تھا کہ اس
شہادت سے رمضان کو ایک روز مقدم بنا دیا جائے بلکہ بحث یہ تھی کہ کریم
کی شہادت کے موافق تین دن پورے کر کے عید کرادی جائے یا اپنے
صحاب سے اکمال ششیں (یعنی تین دن پورے کرنے) کا یا رویت کا اختلاف
کیا جائے۔ ابن عباس نے فرمایا کہ ہم تو اکمال ششیں کے بعد اظہار کریں گے
یا رویت ہو جائے گا امرونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ یہ سند راجح
ہے کہ ایک شخص کی شہادت رویت پر روزہ رکھا گیا ہو تو اسے صحاب سے تین
دن کے بعد باحقوق رویت عید نہیں ہو سکتی ہاں امام محمد کے نزدیک بیجا

پہلے سے صائم ہی نہ ہوں تقارعدو میں افطار کی بعض مطلقاً اجازت دیتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ روزہ رکھے اور لڑتا رہے جب ضعیف و ضرورت مسموح ہو افطار کر لے۔ تقارعدو کے افطار میں یہ حضرات سفر کی شرط بھی نہیں کرتے۔

عالم و محدث عبداللہ امام صرف قضا کریں اور خدا شواہخ **الجواب** قضا کے ساتھ فدیہ بھی دیں صوم عن الیت کی روایت میں ہر دو احتمال ہیں۔ ابن عمرؓ کی روایت الا بصوم واحد عن احمدؓ کی وجہ سے اسکے بھی وہی نسخے لئے جاویں گے کہ وہ چیز دو جس سے صوم ادا ہو جائے یعنی فدیہ دو۔ یت کی طرف سے خدا اللہ و یت کے بعد دینا واجب ہے اور اگر بلا و یت بھی دے تو تبرع ہو جائے گا۔

تے خدا میں قضا کئے گی اور بلا عمد میں قضا نہیں و علیہ الخفیہ۔ شیعان میں باتفاق امام اعظمؒ و شافعیؒ قضا و کفارہ نہیں۔ شوافع خطہ میں بھی واجب نہیں کہتے امام صاحبؒ افطار خطہ میں قضا واجب فرماتے ہیں۔ افطار تنہا کر کے پھر قضا کر کے ہرگز وہ فضیلت اور اور ثواب حاصل نہیں ہو سکتا جو وقت پر تھا گو کثرت صوم سے بہت سزا و ثواب حاصل ہو جائے۔

باب کفارة الفطر امام صاحبؒ ہر ایک مفسر کے استعمال سے وجوب کفارہ کے قائل ہیں شوافع صرف افطار بالجماع کو موجب کفارہ کہتے ہیں اس شخص کے بارہ میں ہر دو احتمال ہیں قاعدہ کا مقتضار تو یہ ہے کہ آپ نے فی الحال اسکو صرف کر لینے

بقول الشہادۃ فی الصوم عید ہیں اس حساب سے تیس دن کے بعد ہو سکتی ہے۔

غرض اس طرح پچاس روایت میں خلاف مابین الامامین نہیں رہتا بلکہ اعتبار شہادت لفظ کا قاعدہ ہو گیا اور اختلاف مطامع کا جھگڑا نہ رہا۔

باب الفطر یوم تفتطرون یعنی جماعت سلیمین جس روزائی و فطر کریں وہ مجتہد ہے چنانچہ وقوف عرفہ کے بعد اگر خیرے کے وقوف دسویں کو واقع ہوا ہے تو کچھ حرج نہ ہوگا بلکہ وہی وقوف مجتہد سمجھا جاوے گا غیر اترے صبح صادق مراد ہے۔ یہ غرض نہیں کہ احرار تک اکل و شرب درست ہے۔

باب الصوم فی السفر سفر میں صوم باتفاق حنفیہ و شافعیہ جائز ہے دو روایتیں جو مخالف معلوم ہوئی تھیں امام شافعیؒ نے انکی تاویل کر دی۔ کراہت صرف دو صورتوں میں ہے یا تو یہ کہ اسکا دل رخصت کو قبول نہ کرے۔ یا وہ محنت اٹھاتا ہے اور مشقت میں پڑتا ہے مگر افطار نہیں کرتا۔ لیکن میں ان دو باتوں کا ایک ہی معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ جو شخص باوجود محنت و مشقت کے افطار نہ کرے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل کو قبول رخصت میں کچھ دغدغہ و شگ ہے غرض جب یہ ہر دو علتیں مفقود ہوں تو جائز بلکہ مستحب افضل ہے (شوافع کی ایک روایت وقول حنفیہ کے مخالف بھی ہے لاقم سفر میں روزہ شروع کر کے تو نیا بہتر نہیں کوئی وجہ پیش آجائے تو مضائقہ نہیں۔ آنحضرت صل اللہ علیہ وسلم کا فعل افطار محمول علی الضرورت ہے یا آپ

کی اجازت دیدی کہ پھر جب موجود ہوا کر دے اور مقتضائے وقت تو یہ ہے کہ بوجہ آپ کی خصوصیت کے وہ احتیاجاً خود استعمال کرنا ادا سے عمدہ ہے۔ میں محسوس ہوا کہ ذمہ پر کچھ باقی رہا۔ صاحب شرع کو اجازت ہے کہ وہ کسی خاص شخص کو کسی حکم و قاعدہ سے بری کر دے۔

باب صوم میں سواک خد لغتہ و اشافعیہ جائز ہے لیکن یہ قول اسکے مخالف ہے جو حنفیہ نے کتب شوافع سے نقل کیا ہے کہ خد اشافعی بعد از زوال سواک عوم میں مکروہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی صاحب سے اس بارہ میں دور روایتیں ہونگی یا نقل مذہب میں غلطی ہوئی ہے چنانچہ ہر ایک ایسے موقع میں اسی قسم کا جواب دیا جاتا ہے لیکن کراہت تنزیہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ وجہ اس کراہت کی یہ بیان کی گئی ہے کہ اس سے زوال راتگہ ہوتا ہے جو محبوب عند اللہ حق۔ سرور لگتا، بلا کراہت جائز ہے۔ قبلہ اور مساس بھی اسکو جائز ہے جسکو اپنے نفس پر وثوق ہوا اور اگر منقضی الی الجماع ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں مکروہ ہے۔

باب صیام لمن لم یعزم من اللیل بعض صیام نگاہے امام شافعی ادا سے صوم رمضان میں نیت باللیل ضروری فرماتے ہیں۔ امام صاحب نصف النہار شرعی تک جائز فرماتے ہیں۔ امام و جہور کے نزدیک وہ روایت ہے کہ آپ نے صوم عاشوراء میں منادی سے ندا کرادی کہ جس نے اب تک کچھ کھایا یا پیا نہ ہو وہ روزہ رکھے اور جو کھائی چکے ہو وہ بھی شام تک اساک کرے اب کچھ نہ کھاوے نہ پیوے اور اس وقت

عوم عاشوراء فرض تھا گو شوافع اسکا انکار کرتے ہیں مگر وہ لاکھ سے بوجہ ثابت ہوتا ہے (غرض فرض کی نیت دن میں جائز ہوئی) نیز رمضان میں صوم ہے نہ صرف صوم کا فی الاصول باقی یہ روایت جہور و رحمت نہیں ہو سکتی کیونکہ خد شوافع بھی مخصوص البعض ہے صوم تطوع میں بالاتفاق رات کو بھی اور دن کو چاشت تک نیت ہے فقہار رمضان وغیرہ مطلق بالاتفاق رات سے نیت ضروری ہے البتہ نذر صیام میں امام کے نزدیک دن میں بھی نیت درست ہے۔

باب صوم تطوع جو روایتیں اس بارہ میں آئی ہیں ان سے یہ کہیں نہیں ثابت ہوتا کہ تضاہیں آتی باقی رہی نفسی اثر اسکے خفیہ بھی قائل ہیں کہ گناہ نہیں ہوتا۔ وجوب تضاہ کی روایت مختصراً آتی ہے مضوم شہودین معتاد بعین کی وہی تفسیر ہے جو ان المبارکات سے منقول ہے۔

باب صیام آخر شعبان نبی شفیقتنا للعباد ہے یا صوم لحال رمضان سے منع فرمایا ہے۔

ابواب یتوب فیہ حل قیوم تخرین آن تک و اقترار کے سوا کوئی مصداق اسکا معلوم نہیں لہذا اسی کی طرف اشارہ منظور ہوگا۔ اکثر روایات یہ لے کر ہیں کہ کوئی بچہ روایۃ فضل یوم عاشوراء ہے نہ مطلق صوم عزم قبل نماکان یفطر یوم الجمعۃ یعنی ادھر یا ادھر ایک ملا کر پس یہ اسکے منافی نہ ہوگا جو نبی وار وہ ہے کیونکہ نبی و ماضیت انفرادی صوم جس کی آتی ہے غرض یہ ہے کہ یوم کی کوئی خصوصیت نہ سمجھ کر روزہ رکھے سبت والاثنين کی اعانت شریف نہ بہرست اس باب کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے باب اول وصال شعبان رمضان کے ساتھ ہے۔

یہ تھی کہ کبھی شنبہ یا کبھی شنبہ دو شنبہ کو اور کبھی سر شنبہ چار شنبہ بخشید کہ
 کبھی ایام بھی میں کبھی ابتداء شہر میں غرض کوئی صورت میں
 تھی غرض کل شہر سے مراد ایام بیض ہیں یا ابتداء شہر۔ صوم جمعہ کی
 سنت کے جوہر قائل ہیں کہ اگر سنت جب ہے کہ انفراداً جمعہ ہی کا ہو صوم
 یوم عرفہ عرفات میں اس کے لئے چاروں بے جو قوت رکھتا ہو اور دوم
 افعال میں حرم نہ آوے مگر اولی نہیں چنانچہ ابن عمرؓ کے قول لا
 اصوم الا سے معلوم ہوتا ہے۔

باب العاشوراء اب فرض نہیں اگر رکھے تو ثواب بے حساب
 چاروں نہ رکھے تو کچھ نوافل نہیں خدا مجبور
 عاشوراء دسویں تاریخ ہے ابن عباسؓ کی پہلی روایت صرف کیفیت
 صوم بتلائی غرض سے ہے ورنہ انھی محل دور روایتوں کو چھوڑنا چاہیے
 ہاں اگر اس روایت کو میان کیفیت صوم کے لئے کہا جائے (کہا ہوا اظہاراً
 تو ایک روایت سے یوم العاشوراء صاف ظاہر ہے۔

باب صیام العشر احادیث قول کے سنت صیام معلوم ہوگی باقی
 صیام کے صوم کا یا تو حضرت عائشہؓ کو ظہر نہ ہوا
 ہو یا آپؐ نے رکھا ہی نہ ہو۔ مگر اس سے سنت ہونے میں کچھ فرق نہیں
 کہ اگر طارنے کہا ہے کہ ایام ذی الحجہ افضل الایام ہیں اور لیالی رمضان
 افضل الالیال ہیں لان فیہا لیلة القدر الحق ہی خیر من الف شہر۔

باب صوم شوال جس طرح چاہے شوال میں چھ پورے کر دے
 سال بھر کا ثواب اس حساب سے بل جالب
 گا کہ تین دن کا ثواب دس مہینہ کے برابر لان الحسنۃ بعشر امثالہا

یوم صوم کے لئے نماز کے عمل کے القیاس بل تین سو ساٹھ ہو گئے۔
باب ثلث من کل شہر صوم دہر کا ثواب اس لئے کہ الحسنۃ بعشر امثالہا
 پس تین وہابی تین گویا ہر مہینہ میں تین
 تین روزہ رکھے۔ آپ کے صوم کی تعیین نہ تھی حسب کیفیات مذکورہ
 فی الاولیات کبھی کسی طرح اور کسی کسی طرح صائم ہے کہ اقلیت عائشہؓ
 لایبالی تھی۔

باب فضل الصوم الصوم فی میں شہر واقع ہوتا ہے کہ اور
 عبادات بھی تو خدا ہی کے لئے ہیں اسی کی کیا
 تخصیص ہے اسکی توجیہات میں سے ایک یہ ہے کہ صوم چونکہ ریاض کا
 اتمل نہیں رکھتا پس وہ محض لوجہ اللہ ہے بخلاف دیگر عبادات کے
 یہ کہ صوم میں حفظ نفس بالکل نہیں بالکل قہر و محنت ہی ہے بخلاف
 صلوات و حج و زکوٰۃ کے کہ اس میں بسا اوقات طبیعت لگتی ہے اور
 دل چاہتا ہے نماز میں بوجہ قرات قرآن یا قاری خوش الحان کی وجہ
 سے سورج میں اکنتہ مختلف بعد کی سیر حاصل ہوتی ہے اس وجہ سے کبھی
 دل لگتا ہے زکوٰۃ میں استیلا کو دینے اور خرچ کرنے سے ایک خط حاصل
 ہوتا ہے۔ یا یہ کہ صوم صفات خداوندی سے ہے یعنی عدم لکل و شرب و غیرہ
 پس عباد اس حالت میں جن صفات بصفات مبود ہوتا ہے۔ یا یہ کہ صوم
 ایسی چیز ہے کہ جس میں زمانہ جاہلیت میں شریک نہیں ہوا۔ روزہ بجز خدا
 تعالیٰ کے اور کسی کے لئے نہیں رکھا گیا بخلاف حجۃ اور اقصیہ وغیرہ کے۔
 مگر فی زمانہ یہ خصوصیت صوم کو حاصل رہی کیونکہ میر ہر سنتوں نے
 وکروں کے نام کے روزہ بھی گھر لئے اور بعض ہنود بھی احضام کیلئے

رکھتے ہیں ایسا ہی مشبہ انا اجزی بہ میں ہے کیونکہ ہر عبادت کا شرف
خدا تعالیٰ ہی عطا فرمانے والا ہے پھر تحصیل کیسی توجیر رہے کہ بلا واسطہ
عطا فرمائیں گے بخلاف اور عبادات کے کہ وہاں بواسطہ ملائکہ عطا ہوا
اس پر واسطہ عطا میں زیادتی کے طلب کرنے کی بھی گنجائش ہوگی لہذا
اللہ مالک الملائک بخلاف ملائکہ کے کہ وہ حکم سے جبر یا زیادہ نہیں ملے
سکتے نیز خود عطا فرمانے میں فضل و شرف ہے بعد ہے اور باعث فخر و
مہابت ہے یہ جیسے بادشاہ کسی کو اپنے ہاتھ سے خلعت پہنا دے یا
کہ انا اجزی بہ سے مطلب یہ ہے کہ جو کچھ چاہوں گا عطا کروں گا اور
قید تعین و اعزازہ فرحت خدا اللہ تعالیٰ تو ظاہر ہے خدا لا افطار میں دو فرشتے
ہیں ایک حسب الطبیع لذہاب لموانع و وصول الغذاء الی الجوف کما قال
النبی علیہ السلام ذہب النظماء وابتلت العروق الا اور ثانی فرحت
بسبب انعام و انعام مامور بہ کے اور بسبب یقین ثبوت اجر خدا اللہ کے
کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام وثبت الاجر انشاء اللہ تعالیٰ

باب سوم الذہر

اشخاص اس میں ہے کہ صوم دہر سے کیا مراد ہے
اشخاص اس طرف مائل ہیں کہ صوم ایام منہی عنہا
کے تمام سال روزہ رکھے یہ صوم دہر ہے اور وہی مکروہ ہے
اہم صاحب کے نزدیک مکرہ ہے مراد تمام سال کے روزے ہیں علاوہ قسم
ایام منہی عنہا کے اشخاص اس صورت کو جائز کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مکروہ
وہی ہے کہ مطلقاً افطار نہ کرے لیکن ظاہر ہے کہ اگر صوم دہر سے یہ مراد
ہو جو شوافع کہتے ہیں تو وہ تو حرام ہونا چاہیے نہ کہ مکروہ اور یہ وجہ
مخفیہ کی راہ پر دال ہے لہذا وجہ علیہ کی یہ کہ ایام غم میں

غفلت کر لینے سے حق ندوت وغیرہ ادا نہیں ہو جاتا حالانکہ شوافع اس میں کراہت
نہیں لیتے ہیں معلوم ہوا کہ صوم تمام سال علاوہ ایام غم منہی عنہا کے
ہیں بہتر نہیں اور صوم دہر سے وہی مراد ہے غرض صوم دہر خدا اللہ امام
بہترین ہے جائز ہے لا صاغر من صاغر ولا افطر یا تو فرستے نہیں ہے اس
فرز پر تو مریض معافیت ہوگی یا فطر ہے تو بھی غیر پسندیدہ ہے لا
صاغر ولا افطر اسلئے کہ وہ تو عادی ہو گیا افضل صوم صوم راؤد
ہے کہ ایک روز روزہ رکھے ایک روز افطار کرے لا یفطر اذا لا فطر سے اشارہ
ہے کہ وہ ایسے قوی تھے کہ باوجود صوم کے بھی کاروبار میں اور عبادت و
جہاد میں فرق نہیں آتا تھا پس اس سے تم بھی قیاس کر لو کہ جس میں
اس قدر طاقت ہووے روزہ رکھے ورنہ یہ اچھا نہیں کہ دیگر افعال میں
فرق و خلل واقع ہو عبد اللہ بن عمر بن العاص کے والد نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ وہ صوم بہت رکھتے ہیں روایات
میں آیا ہے کہ آپ خود ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور کھلیا اور ہر ماہ
میں صرف تین روز صائم رہنے کی اجازت دی پھر انہوں نے عرض و
سروض کی کہ صوم داؤد تک کی اجازت حاصل کرنی اور جوانی میں اس
پر حامل رہے لیکن بعد وفات سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) جب
بدلتے ہوئے ہوئے تو یہ روزے شکل ہوئے وہ افسوس کرتے تھے کہ
میں نے اس حکیم امت کی اجازت کو قبول کیوں نہ کر لیا اور اب اس ہمت
میں کمی کرنے کو دل نہیں چاہتا جسکا اقرار ابمرا خود آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے کر چکا ہوں آخر کو جو جمہوری پند رہ روز صائم رہتے
اور پندہ روز افطار کرتے تاکہ حساب بھی پورا ہوتا رہے اور ایک طرح

کی تخفیف میں رہے۔ غرض صوم داؤد شکل بھی ہے اور قوت کا کام ہے۔
اس میں صوم کی عادت ہوئی نہ افطار کی اس سے یہ آسان ہے کہ روزہ
روزہ رکھے اور دس روزا افطار کر لے۔

باب العید والتشریق

عید میں بالاتفاق روزه حرام ہے۔
تشریق میں شوائع تحصیل کرنے
کہ متنع وقارن فاقد الہدے نے اگر قبل التشریق صوم شمس ایام
منکے ہوں تو امام تشریق میں رکھے وہ بقال مانگت اور امام صاحب
کے نزدیک اگر عید تک نہ پورے کئے تو بدی متعین ہو جائیگی غرض
تشریق میں بھی مطلقاً ناجائز کہتے ہیں۔

باب الحجامة

مراد ہے یعنی محموجہ بوجہ ضعف کے اور عام بوجہ وصول دم وغیرہ
حلق میں اس سے بات معلوم ہوگی کہ خطا سے بھی روزہ افطار ہو جائے کہ
عام کے حلق میں خطا ہے جسے چھوڑ دے اور کسی بعض اصحاب کے نزدیک
فی اللیل کرانے سے قنات کا مضطر ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ دوسری
روایات سے صحاف معلوم ہوتا ہے کہ مضطر نہیں۔ امام شافعی کو بغیر
میں تو دونوں حدیثیں ثابت نہ تھیں۔ لہذا وہ ان اور قول تھا بمصر
اگر جب ابن عباس کی روایت قبل احتجاج ثابت ہوگئی تو حنفیہ
جمہور کے موافق دوسرا قول فرمایا۔ اسی طرح اور بعض مسائل میں اقول
یا تو امام شافعی صاحب کو احادیث نہ پہنچی تھیں یا پہنچی مگر ثابت نہ تھیں
مصر میں اگر بعض اور حدیثیں تھیں اور بعض کا ثبوت پورا ہو گیا۔

سے اکثر مسائل میں انکے دو دو قول ہیں۔

یعنی صوم کا خد کر دے ورنہ سخت کرنے
باب غوة الصائم

والا رنجیدہ ہوگا اور اگر ضرورت ہو تو
افطار بھی کر لے۔

باب صوم الوصال

بعض کہتے ہیں کہ یہی شغفہ ہے اور اگر قوت
ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں بعض فرماتے
ہیں کہ وصال صوم فی نفسہ مکروہ ہے پس وہ فرماتے ہیں کہ اگر وصال
بوجہ ایسے تو کسی نہایت قلیل سے افطار کر لیا کرے تاکہ نماز سے بھی
اس جائے اور وصال بھی ہو جائے۔ مثلاً دو قطرہ پانی وغیرہ سے افطار
کرے یا وقت افطار کے بعد کس چیز سے افطار کرے مثلاً بعد العشاء یا
شب کو افطار کرے۔

باب

سائل فی المضمضہ صائم کو منہ ہونے سے معلوم ہوگا
اگر خطا کوئی چیز حلق میں داخل ہوگی تو بھی روزہ جہاں رہیگا۔

باب الاعتكاف

جمہور کے نزدیک کیوس شب بھی داخل ہے
اس میں بھی اعتکاف ہی میں ہونا چاہیے۔
پورا مشرود ہوگا۔ کیونکہ اقول قولیال آتی ہیں۔ امام صاحب کے
عبادات شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہیں اور شافعی کے
اعتکاف میں جو ہیں اس بنا پر خروج من الاعتکاف کے بعد شوافع
اعتکاف کا حکم نہیں دیتے یہاں مسئلہ اعتکاف میں امام صاحب بھی
محقق ہیں کہ شروع سے قضاء لازم نہیں آتی کیونکہ عند الخفیہ
روایت کے موافق کہ از کم اعتکاف ایک ساعت کا ہے اور دوسری
مترقب میں تقدیر و غیر ہوتی ہے تب تک نماز وصال پہلے ہے تب تک صائم ہوتی ہے

روایت کے بموجب کم سے کم ایک دن پس اگر قضاء آئی تو بموجب روایت
اولیٰ صرف ایک ساعت ہوگی۔ یا بموجب روایت ثانیہ ایک دن کی
یہ نہ ہوگا کہ جس قدر ایام کی نیت کی قصی سب کی قضاء کرنے یا ایسا
جیسا کہ اگر چار رکعت کی نیت کرے اور نماز توڑ دے تو صرف دو رکعت
کی قضاء لازم ہوتی ہے البتہ اعتکاف مندر میں پورے دنوں کی
کئے گی سنت و نفل اعتکاف میں نہیں۔ امام مالک اعتکاف کے
میں ذرا تشدد کرتے ہیں انکے نزدیک جان مسجد ضروری ہے خروج
وغیرہ امام صاحب کے نزدیک نفل اعتکاف میں جائز ہے اگر شرط کرے

باب لیلۃ القدر

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض
اور اخیر میں بعض سے لیا لیاقار اور بعض
باتین بعض خاص لیا لی میں۔ امام شافعی سوال پر مہل کرتے ہیں
جس نے جس وقت کی نسبت دریافت کیا کہ اس میں تلاش کریں آپ نے
فرمایا کہ ہاں۔ اور بہتر ہے کہ دائرہ ساڑنا جائے اس میں کسی طس
تعارض روایات نہیں رہتا۔ ہر ایک شب کی نسبت جس قدر روایات
میں آیا ہے سب میں احتمال ہے کبھی کسی میں اور کبھی کسی میں اس
میں اتنی ہی کعب کا حلف کرنا بھی درست ہو جائیگا کہ انہوں نے اس
شب میں پایا ہوگا۔ ورد شوافع کے قاعدہ اور طرز پر اس حلف میں
دوسری روایت میں تعارض ہوگا تبع یقین یعنی مع اس شب کے
رہیں جس میں تلاش کریں اسی طرح آخر تک سن و نس و غلث میں
ہے کہ اس لیل متمسک فیہ کے معنی میں جس میں تلاش کرتے ہیں
سات اور پانچ اور تین باقی رہیں اس طرح پر ۲۹ یوم کے حساب

یہ قدراتیں ہو جاتی ہیں یعنی انکے و تین و پچیس و ستائیس اور اتریل
سے مراد انیسویں شب ہے۔

باب علی الذین یطیعونہ میں اس تقریر پر نہ ہر روز کو سلب کے
نے کہنا چاہئے گا اور نہ لامقدور مانا بلکہ آیت کا حکم منسوخ ہوگا کیا نظیر
من الروایات۔

جہور کا یہ مذہب ہے کہ قبل خروج من البلد افطار واکل جائز نہیں۔
مکن ہے کہ انس شہر سے باہر شہر سے رہے ہوں چنانچہ اہل عرب کی یہی عادت ہے
کہ سفر سے پہلے اسباب وغیرہ باندھ کر شہر سے باہر آکر شہر جاتے ہیں پھر
روانہ ہوتے ہیں محمد بن کعب نے وہاں کھانا کھانے دیکھ کر تعجب کیا
کہ شہر متصل ہے اور سفر شروع نہیں ہوا۔ ابھی سے افطار کر لیا۔ انس
نے جواب دیا کہ سنت ہے غرض جہور اسکو بھی قصہ صلوٰۃ کی باندھتے ہیں
کہ قبل خروج جائز نہیں تحفۃ صانع طیب و بخور ہونے سے یہ مطلب
ہے کہ کفہ یا کول تو وہ کھا نہیں سکتا اس کے لئے یہ تحفہ مناسب ہے معلوم
ہوگا کہ خوشبو اور بخور اور دین سے روزہ نہیں جاتا۔

باب التراویح

تراویح کی سنت میں اختلاف نہیں جماعت
میں خلاف ہے۔ البتہ تعداد رکعات میں اختلاف
ہے بعض انکا لیس مع الوتر کہتے ہیں اور بعض حضرت چلتیں اور جہور
دین میں سے کم کسی کا مذہب نہیں۔ ۳۱۔ اور ۳۲ کا کسی روایت سے

نہ میں اول ب پھر ع ہے معنی انکے دھون کے ہیں اور جس چیز کی دھون دی
سکو بھی کہتے ہیں دین تیل کے کو غیر مقدس ہیں کم کے ۱۱۔

پر نہیں لگتا۔ البتہ میں رکعت کی روایت حضرت عمرؓ سے ہے گو اس کی
تفسیر کمال کی گئی ہے۔ تراویح ایک مستقل نماز ہے جو تہجد سے
بالکل علیحدہ ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آپؐ تہجد کے لئے
بعض تمام شب نہیں بیدار رہے اور یہاں حق تعالیٰ توفیق فرمایا
گیا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ تہجد سے جدا نماز ہے۔ البتہ تہجد کا اس کے
ساتھ اور اس کے ضمن میں ادا ہو جانا وہ ایسا ہے جیسا عید پر حصے کے
صلوٰۃ میں ادا ہو جائے یا قیامہ مسجد میں فجر الوضو اور ادا ہو جائے لیکن
یہ کوئی ماحول نہ ہے گا کہ یہ دونوں نمازیں ایک ہیں کماثر سابقہ ایک ہے
صرف تین شب تراویح پر فرض ہے پھر تین فرضیت و شفقت علی
الامت آپؐ نے نماز تراویح نہ پر فرض آپؐ کے بعد لوگ علیحدہ علیحدہ
پڑھتے رہے۔ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں بھی اور حضرت عمرؓ کی خلافت
کے شروع میں بھی اس کے بعد حضرت عمرؓ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی موت
سے رب مصل ایک قاری کے پیچھے جمع کر دیئے گئے اس پر بعض نے اجماع
نہیں نقل کیا ہے پس اس کو بدعت کہنا صریح غلط فہمی ہے۔ میں رکعت
و جماعت میں شوافع بھی حنفیہ کے موافق ہیں البتہ جو شخص خود قاری ہو
اشکوہ علیہ پڑھنے کے لئے بھی قرآن ہے اس کے اہل حدیث
نے علاوہ رکعتوں کی تعداد میں خلافت کرنے کے جماعت و تراویح ہی کو
مکروہ قرار دیا ہے۔ (راقم)

ابواب الحج

فلا علیہ ان یموت ان یحییٰ جب اس نے التہجد
لگنا کیا ہے تو یہودی اور نصرانی ہو جانے میں کیا حد
ہے جیسا پہلے گذرا ہے کہ اگر رغبت وغیرہ کو چھوڑا تو کھانا بھی کیوں
نہیں کھا لیتا۔ آیت ہے مستبہا و اس طرح ہو سکتا ہے کہ آخر تک آیت

پڑھ جائے یعنی ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین اس میں کیا ہے
من نہ بھیج کے من کفر فرمایا گیا گویا حج نہ کرنے کو کفر سے تعبیر کیا گیا
خدا کی تو ایسا بہت جگہ کرتے ہیں کہ شروع آیت لکھ دیتے ہیں اور عمل
بمشہاد آگے ہوتا ہے تو قلت لوجبت یعنی تم کیوں خواہ خواہ سوال
کرتے ہو اگر آپؐ میں نفعہ کبدوں تو تم کو ماننا پڑے اور فرض ہو جائے
اور دقت میں پڑو۔ یہ امر علیحدہ رہا کہ آپؐ بلا حکم خداوندی فرما نہیں
سکتے تھے۔

باب کم حج النبی ﷺ

قبل البہت جو حج کے وہ فرض نہ تھے
بہت کے بعد فرض ہوئے اور ادا
میں بعض وجوہ سے تاخیر ہو گئی حتیٰ کہ وفات سے تین ماہ پہلے آپؐ
نے حج ادا فرمایا یہ حج فرض تھا وجاہ علی بقیۃہا۔ یعنی حضرت علیؓ کو
میں میں تھے انہوں نے اپنے ساتھ بقیہ ہجرت لاکر عداۃ کو پورا کر دیا۔
جیتے سے مراد بقیہ آتا ہے جس نے حجۃ واحدہ کہا اس نے حج فرض واجب
بہت کر لیا ہے۔ چارہ رخ حدیبیہ کے ہوئے ہیں۔ حدیبیہ میں بھی
بعض افعال عسہہ مثل حلق و زرع پائے گئے تھے اور طواف سعی نہ
ہوا تھا۔ لہذا بعض نے اسکو شمار کیا۔ بعض نے اسکو خیال نہ کیا اور شمار
کے چھوڑ دیا۔

باب منیٰ احرم

روایات اس میں مختلف ہیں جمع بین الروایات
اس طرح ہے کہ جب آپؐ نے مسجد میں بھی تبلیہ
کہا اور ناقہ پر بھی اور بیداء میں بھی۔ لیکن جب
مسجد میں تبلیہ کیا تو مسجد جو محکمہ ملک حق اور آپؐ کے ساتھ ہزار آدمیوں کی

جمع تھا تو ظاہر ہے کہ بعض مخصوص لوگ وہاں موجود ہونگے سب تو وہاں
نہیں آتے تھے انہوں نے سنا اور اس طرح روایت کیا۔ جب آپؐ
سوار ہوئے اور وہ کھڑی ہوئی تو آپؐ ذرا بلند ہو گئے اور تبلیہ پڑھا
اکثر لوگوں نے سنا اور سمجھا کہ احرام یہاں سے شروع ہوا۔ جب
چل کر عیدار میں پہنچ کر آپؐ نے تبلیہ کہا تو اب تمام جمع نے سنا اور
کہ اب احرام شروع ہوا اور اسی کو روایت کیا چنانچہ ابوداؤد نے
تفصیل کو روایت کیا ہے اور یہی قرین قیاس ہے جمع کثیر تھا اس
ایسا ہو جائے کہ امام صاحبؒ اولیٰ اسکو کہتے ہیں کہ بعد کثرت الاحرام سے
شروع ہو۔

باب لا افراد وغیرہ

قرآن پھر تمتع پھر افراد۔ امام مالکؒ تمتع کو افضل کہتے ہیں اصل
اس میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاج کس قسم کا تھا۔ قرآن
تمتع یا افراد۔ اس پر افضلیت کا خلاف مبنی ہے۔ ایک ہی جمع کو
ہے اور کثرت سے روایات اس بارہ میں آئی ہیں کہ آپؐ قارن
چنانچہ شوافع میں سے معتقین جیسے نووی اور ابن حجر اور علماء محدثین
بھی کہتے ہیں کہ روایات پر نظر کرنے سے قرآن ہی افضل معلوم ہوتا ہے
ہاں جوہر شوافع و امام شافعیؒ افراد کو افضل کہتے ہیں حضرت عائشہؓ
کی روایت جو بعد دیگر روایات کے سارے ہے تو اگر متعارض روایات
قطع نظر کر لی جائے تب بھی قرآن کے لئے دیگر روایات دلیل
ہو سکتی ہیں اور اگر حدیث عائشہؓ کو ساقط نہ کیا جائے تو افراد

سنی یہ ہونگے کہ امر الناس بالافراد اے اجازت ہم و اباح ہم ہمارے
لئے جو تکلیفوں طرح تبلیہ درست ہے لہذا جب آپؐ نے تمتع فرمایا تو
لوگوں نے آپؐ کو مسخر دیکھا اور جب تمتع و عمرہ فرمایا تو قارن اور جب عمرہ
فرمایا تب تمتع سمجھا جن روایات سے تمتع ثابت ہوتا ہے تنفیذ اعلیٰ تاویل
کر سکتے ہیں کہ تمتع نحوی مراد ہے کیونکہ دوسری روایت سے قرآن ثابت
ہے پس اگر تمتع سے مراد تمتع نحوی — لینا بعد بھی تھا تب بھی
طبیعی روایات کی غرض سے وہی لینا پڑتا البتہ شوافع کے مطابق وہ
روایتیں کسی طرح نہیں ہو سکتیں جن سے تمتع معلوم ہوتا ہے حضرت انسؓ
کی روایت لیبک بنجہ و عمرہ سے بھی قرآن ثابت ہے حضرت عمرو ابوہریرہؓ
رضی اللہ عنہما نے متعدد دفعہ جمع کئے ہیں کہیں افراد بھی کر لیا ہوگا تمتع کو
متن کرنا اسلئے تو ہو نہیں سکتا کہ وہ جائز نہیں یا اچھا نہیں کیونکہ علماء بالاتفاق
حسن حسن کہتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ تمتع سے اس غرض سے متن
کرتے تھے تاکہ لوگ صرف ایک ہی دفعہ اگر کسی نہ کر دیں بلکہ کم از کم مکہ
لئے دو سفر تو کریں ایک میں حج ہو اور ایک میں عمرہ یہ ہو کہ ایک دفعہ
بھی سفر میں کے مال دیں اور پھر رخصت نہ کریں باقی اصل فضیلت
بھی کہتے ہیں کہ روایات پر نظر کرنے سے قرآن ہی افضل معلوم ہوتا ہے
ہاں جوہر شوافع و امام شافعیؒ افراد کو افضل کہتے ہیں حضرت عائشہؓ
کی روایت جو بعد دیگر روایات کے سارے ہے تو اگر متعارض روایات
قطع نظر کر لی جائے تب بھی قرآن کے لئے دیگر روایات دلیل
ہو سکتی ہیں اور اگر حدیث عائشہؓ کو ساقط نہ کیا جائے تو افراد

جہور کا یہی مذہب ہے کہ نقض راجح اب جائز نہیں وہ آپ کی خصوصیت
اور اس وقت کی مصلحت تھی پس شیخین نے فی نفسہ مطلق منع کو مستحب نہیں
فرمایا اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی کو کسی خاص مصلحت کی وجہ سے منع
کر دیا جائے سب سے اول منع کرنے والے معاویہ رضی اللہ عنہ تھے بلکہ شیخین رضی
اللہ عنہما تھے۔

باب لبس المحرم عورت کے لئے تقاضا میں کی حنفیہ اجازت دیتے ہیں
کیونکہ وجہ انکی مخالفت کی معلوم نہیں ہوتی اگر
مخط ہونا علت مانعت سمجھا جائے تو عورت کو تمام مخط کپڑوں کی اجازت
ہے اور اگر بدن کا پوشیدہ ہونا علت مانعت سمجھا جائے تو ہاتھوں کو کھلا
رکھنا تو عورتوں پر ضروری نہیں۔ نبی کو استیجاب پر حمل کریں گے اگر ستر و دل
کے ہوا کچھ اور نہ طے تب میں قول ہیں ایک یہ کہ ظاہر حدیث کے موافق
سراویل پہن لے کیونکہ مانعت اس کے لئے ہے جسکو غیر مخط میسر ہوا
نہیں کے بارہ میں ابن عباس کی اس روایت کو ابن عمر کی روایت سے
تخصیص کرتے ہیں کہ عطف بدون قطع جائز نہیں سراویل جائز ہے۔ دوسرا
مذہب یہ ہے کہ سراویل کو ازار بنائے بدن اس کے جائز نہیں آزار بنائے
نخلوں کا قفسہ عدم جواز کی دلیل ہے لکن سب ضروری کہتے ہیں کیفیت میں
اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ پھاڑ کر نکالے ورنہ سر کو کپڑا لگائے جہور
کہتے ہیں کہ جلدی سے نکال لے پھاڑنے کی کچھ ضرورت نہیں خفیہ کہتے ہیں
کہ اگر لاعلمی کی حالت میں مخط پہنا تو بھی صدقہ واجب ہوگا اور بعض
فرماتے ہیں کہ واجب نہ ہوگا کیونکہ اس اجزائی پر لازم نہیں ہوا لیکن روایت
میں عدم وجوب صدقہ کی تصریح نہیں ممکن ہے کہ اس پر واجب ہوا ہو اور
نہ تیسرا قول یہ ہے کہ گزارا زمانے میں ستر عورت نہ ہو تو گزارا زمانے کے ہیں۔

اگر اس پر واجب نہ ہوا ہو تب بھی اب واجب ہونا ضروری ہے کیونکہ وہ ابتدا
اسلام کا زمانہ تھا۔ اس وقت جہل مجتہد تھا بخلاف زمانہ ما بعد کے جیسا کہ اگر
کوئی شخص دار الحرب میں مسلمان ہو تو عدم علم کی وجہ سے نماز صاف ہے
اور اگر دارالاسلام میں رہ کر نماز سے بے خبر ہو تو یہ لاعلمی غلط نہیں اکثر
فقہاء وجوب صدقہ کے قائل ہیں۔

باب قتل الفواشق ایسی پر دوسرے ایذا دہندوں کو قیاس کر لینا
چاہیے غراب بھی بہت تکلیف پہنچاتا ہے
کیونکہ ہر وقت کی تھوڑی سی ایذا بھی دشوار ہوتی ہے برنسبت بڑی
ایذا کے جو کبھی کہیں ہو پس غراب کی ایذا دوسروں سے بھی زیادہ ہے۔
غراب سے مراد یہاں یا تو وہ ہے جو صرف نجاست کھاتا ہے اور حرام ہے
اور ممکن ہے کہ جو غراب نجاست وغیرہ پر دوسری چیزیں کھاتا ہے وہ بھی حکم
قتل میں داخل ہو کیونکہ قتل کے جائز ہونے سے اسکی حرمت لازم نہیں
آتی بلکہ یہ قسم امام صاحب کے نزدیک حلال ہے غراب زرع جو بعض
غلہ کھاتا ہے اسکا قتل فی الاحرام بالاتفاق علماء جائز نہیں اور وہ بالاتفاق
حلال ہے فافہر فاند قد نزل فیہ اقدام کثیر من المشاہیر۔ راقم
تجارت اگر اس طرح پر ہو کہ خلق شر کی نوبت نہ آوے
باب الحجامة تو حجامت موجب صدقہ نہیں البتہ اگر نقض شر کی
نوبت آئے تو صدقہ واجب ہوگا ہاں تاں نہ ہوگا۔

باب نکلان المحرم حالت احرام میں نکاح کے تہنید یہ ہونے پر
توبہ کا اتفاق ہے کیونکہ وہ ایک خاص وقت
کی مشغول کے دن ہیں۔ نیز نکلان تو طبعی جماع ہے اختلاف صرف جواز و

عدم جواز میں ہے۔ شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا اور
 حنفیہ جائز سمجھتے ہیں۔ روایات اس بارہ میں مختلف ہیں ترمذیؒ نے بہت
 سے صحابہ کا نام لیکر اپنے موافق بیان کیا ہے لیکن معلوم نہیں کہ یہ موافقت
 کہیں صرف اس جزو میں تو نہیں جس میں امام صاحبؒ بھی موافق ہیں
 یعنی عدم اہلیت۔ بعض دفعہ ایسے تھوڑے اشترک سے بھی ترمذیؒ علماء
 کو اپنا موافق فرمادیتے ہیں۔ شوافع کی موافق جو روایات ہیں وہ حنفیہ کو
 حضر نہیں ہاں یہ بات ہے کہ حنفیہ کی مستقل وہ روایات نہیں بن سکتی
 مگر مخالفو مدعا بھی نہیں لیکن حنفیہ کی روایتیں شوافع کی مخالف مدعا
 اور مضمر ہیں اور انکو ترک یا تاویل سے چارہ نہیں۔ اول تو تعارض
 احادیث کے وقت قیاس سے ترجیح دی جائے تو بھی حنفیہ کا مذہب
 ثابت ہوتا ہے کیونکہ محض عقد نکاح میں کوئی نئے منافعی احکام نہیں
 اور اگر محمد بن کا طر زیا جائے تو آپ کے محرم ہونے کی روایت نہایت
 قوی واضح ہے بہ نسبت حلال ہونے کی روایت کے اگرچہ صحیح وہ بھی
 ہے نیز مزید بن الاصل سے ابن عباسؓ کا تفقہ اور حفظ میں زیادہ ہونا
 مخفی نہیں اور یہ بھی میسرورہ کے بھانجے ہیں۔ اس طرز پر حنفیہ کا مذہب
 ثابت ہوتا ہے پس ممانعت سے مراد سد ذرائع اور عدم اشتغال نہیں
 انکاح ہے ورنہ حدیث عثمانؓ جس میں لایتنکب بھی ہے اور بعض
 روایات جن میں لایتنکب بھی ہے شوافع کے مخالف ہونگی اور اس تاویل
 کے سوا اسکے اور کچھ معنی نہیں بن سکتے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ یہ فقہ عمرۃ القضاہ

کا ہے اور صرف آپ کو وہ دفعہ رستہ میں پڑا ہے۔ ایک دفعہ تشریف لے
 جاتے ہوئے اور ایک مرتبہ واپس میں پس اگر کسی طریقے سے یہ ثابت ہو جائے
 کہ یہ نکاح بوقت واپسی ہوا ہے تو شوافع کا قول بلا شک و شبہ یقینی
 ہو جائے اور جس طرح ہوسکے مخالف روایات کی تاویل کرنی پڑے کیونکہ
 جب آپ بعد فراغت حج وہاں کو گذرے اس وقت آپ کا حلال ہونا
 ظاہر ہے اور اگر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ آپ حج سے پہلے صرف
 میں نکاح کر چکے ہیں اور یہ واقعہ مدینہ سے مکہ کو تشریف لے جانے کے
 وقت کا ہے تو حنفیہ کا قول یقینی و قطع سمجھنے کے قابل ہوگا اور ان کی
 مخالف روایات کی خواہ خواہ بھی تاویل کرنی پڑے گی۔ خواہ بعید تاویل ہو یا
 قریب۔ اب روایات صحاح میں صرف آپ کی تو تصریح ہے اس سے زیادہ کچھ
 نہیں ہاں قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مدینہ سے آتے وقت کا
 اوس سے پہلے کا قصہ ہے جبکہ آپ بارادہ کہ تشریف لے جا رہے تھے کیونکہ
 روایات میں راوی اس بات کو تعجب سے بیان کرتے ہیں کہ عجیب اتفاق
 ہے کہ حضرت میمونہؓ کا نکاح بھی سرف میں ہوا اور بنا میں وہیں ہوئی اور
 دفن بھی وہیں ہوئی۔ اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ یمن واقعہ میں دفعہ
 کی اقامت میں واقع ہوئے ورنہ ایک جگہ رہتے رہتے وہیں پر نکاح ہونا
 و وفات ہو جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ہاں اگر یہ یمن واقعہ تین
 وقتوں کے ہوں تو واقعی قابل تعجب اور عجیب اتفاق ہے اس سے معلوم
 ہوتا ہے کہ نکاح جاتے وقت ہوا اور بنا مکہ سے واپس کے وقت۔ علاوہ
 ان غیر فصحا میں روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں
 تین روزہ رہ چکے تو ظاہر کرنے حضرت علیؓ وغیرہم سے کہا کہ اپنے صاحب

سے کہدو کہ آپ حسب وعدہ واپس ہو جائیں صحابہ نے آپ سے عرض کیا۔
 آپ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ ہم نے ابھی نکاح کیا ہے اگر تم ٹھہرنے دو
 تو ہم یہیں بنا کر رہیں اور اسی جگہ ولیمہ کر کے تم سب کو بھی دعوت دیں
 لیکن انہوں نے شومی قسمت سے نہ مانا اور کہا کہ ہم کو دعوت نہیں چاہیے
 آپ تشریف لے جائیں اور یہ روایت بھی ابن عباس کی ہے اس سے
 ظاہر ہے کہ نکاح آپ نے مکہ کو آتے وقت حج سے پہلے کیا تھا اور وہاں
 حرم یونانے شعبہ کے کیونکر دو غلیظہ و بیقات اہل مدینہ ہے وہ تو مدینہ سے تین
 ہی میل پر ہے آپ وہیں سے حرم گئے تھے۔ صرف تو بھلا کہ مکہ کے قریب ہے
 وہاں تک حلال کیسے ہو سکتے تھے۔ اس وقت آپ نے نکاح کیا اور بنا کر مکہ
 واپس کے وقت کی وہاں کفار نے ٹھہرنے نہ دیا۔ ان قرائن سے نکاح کا
 قبل رنج ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اب حنفیہ کیلئے دوسری روایت میں تاویل کی
 گنجائش ہے ورنہ بلاشبہ صبح کے تاویل کے مقبول نہیں ہوتی۔ اب حنفیہ
 کہہ سکتے ہیں کہ وہ بخلائی کے یہ معنی ہیں کہ آپ حل میں تھے گو شوافع نے
 اس پر اعتراض بھی نہیں کیا ہے مگر قرآن موجود ہونے کے بعد اعتراض کے منہ
 نہیں ہو سکتے۔ شوافع کہتے ہیں کہ سمیوہ صاحب قصبہ ہیں اور وہ خود آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کو تحلل کبھی میں لیکن اول تو یہ ضروری نہیں کہ یہ نسبت
 دوسروں کے حضرت سمیوہ آپ کے حال سے زیادہ واقف ہوں کیونکہ ایک تو
 نکاح کے بعد آپ کے پاس آئی ہیں انھو آپ کے پورے حال کی واقفیت
 کیسے ہو سکتی ہے اور اگر مان بھی لیا جائے تو ممکن ہے کہ سمیوہ نے یہ نبی اکرم
 سے کہا ہو کہ تشریف لے دو بخلائی میں جب آپ نے بنا کی تب آپ حلال تھے

ہر کسی بالغہ صریح فہرما کر بنا فی وہو حلال ان کا مطلب تو
 ان دونوں کے سے ایک تھا یہ اسکو علیحدہ علیحدہ کہے اور دونوں کو روکنا
 کر دیا اب بتانے کے مقابل میں تشریح کے کرم صاف نکاح کے معنی معلوم ہونے
 لگے۔ حالانکہ سمیوہ کی مراد اس سے وہی تھی چنانچہ نکاح تو سمیوہ نے وہی شافع
 فاضل سے ہی کہ حنفیہ تو اس کو حقیق سمیوہ کہتے ہیں اس طرح تشریح کے
 معنی بھی وہی کے آتے ہیں گو یہ شافع اور حقیق معنی نہ ہوں۔
 (اس باب میں اور بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر اس قدر کافی سمجھ کر
 بس کیا۔ راقم)

باب الصيد للحرم | شوافع صید لاجلہ کے یہ معنی لیتے ہیں کہ اسکو
 کھلانے یا دینے کی نیت سے شکار کیا گیا ہو
 اسکی بھی ممانعت ہے مگر اس میں ممانعت کو متفرقہ درج کرتے ہیں۔
 حنفیہ کہتے ہیں کہ ممانعت اسکی ہے جو اسکے اشدہ یا مد سے شکار کیا گیا
 ہو اور صید لاجلہ کے یہ معنی کہتے ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ ابو قتادہ نے تو
 نحر میں کو کھلانے کی نیت سے شکار کیا تھا ان کا ارادہ یہ نہ تھا کہ تمام کو
 خود ہضم کر جاؤں گا۔ پس اگر سمیوہ لاجلہ کے معنی شوافع کے موافق لیں تو
 انکا شکار جائز نہ ہوگا۔ شبہ یہ ہوتا ہے کہ ابو قتادہ سب کے ساتھ تھے
 پھر حلال کس طرح رہ گئے تھے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ سے مکہ کو کبھی ایسے
 راستے سے کسی ضرورت کی وجہ سے آئے ہونگے جس میں زنا و غلیظہ و بیقات
 اہل مدینہ واقع نہ ہوتا تھا۔ پس انکو وہاں سے احرام کی ضرورت نہ
 تھی آئندہ انکو جو نسایقات راستے میں واقع ہوا ہوگا وہاں پہنچ کر
 حرم ہو گئے ہونگے۔

آپ نے حمار وحش قبول فرمایا تو ثوابا۔ شافعیہ نے جو تاویل کی وہ مذکور ہے۔ لیکن بعض حضرات نے جواب دیا ہے کہ وجہ عدم قبول یہ تھی کہ زندہ تھا اور زندہ صید لیکر غرم کو ذبح کرنا جائز نہیں بلکہ وہ اسکے قبضہ میں ہو کر واجب لار سال ہو جاتا ہے لیکن انکو مشکل اس میں ہوگی کہ بعض روایات میں رجل حمار بعض میں لحم عند آتائے اب وہ اسکی تاویل کرتے ہیں کہ اس حمار کو لحم حمار مجازاً فرمایا گیا ہے اور ایسے ہی عند و رجل و حجرہ مسلم کی روایت میں یقظہر دتا ہے اس سے ہماری تاویل کو باطل کر دیا بجز اگر آپ نے صید البحر فرمایا یعنی اصل اسکی بحر ہے چنانچہ نخت الخوات بھی روایت میں آتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ کھلی نہ چھینکا اور جراد بکل کر اڑی۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر وہ ہے کہ وہ بھی صید البحر کی طرح ہے کیونکہ کئی مری نہیں بلکہ پہاڑوں میں رہتی ہے اور یہ عند دیتی ہے ممکن ہے کہ کھلی کی ناک میں ٹٹری آ بیٹھی ہو اور بواسطہ چھینک کے نکل گئی ہو۔ مگر اصل یہ ہے کہ یہ بین بین ہے اس لئے آپ نے کھانے کی اجازت دیدی ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ کھانی اجازت ہے مگر عند واجب ہوگا چنانچہ حضرت عمرؓ نے خرما خرما سے جرادہ فرمایا اور جراد کے بدلے میں تمرد لویا۔ صحابہؓ نے جب جراد کا شکار کر لیا اندیشہ کیا کہ دیکھئے اکل جائز ہے یا نہیں۔ آپ نے لہذا فرمادی۔ باقی راہ صدقہ وہ دلوادیا ہوگا۔ یہاں اسکی نفی ہے نہ اثبات۔

شافعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ صیغ حلال ہے امام صاحب باب البضیع حرام فرماتے ہیں۔ اول تو یہ حدیث دلیل حلت نہیں ہو سکتی اور اگر ہو بھی تو قاعدہ کلیہ کل ذی ناب من السباع حرام

الکناح ہو سکتا ہے کیونکہ اسکا سباع ذی ناب میں سے ہونا ظاہر ہے اس روایت میں اور کل ذی ناب اکل میں تطبیق میں ہو سکتی ہے اس میں آپ کا مقصود حلت بیان کرنا نہیں بلکہ جاری کرنے شکار یہ صید ہے اور اس میں فدیہ ہے اور چونکہ صید سے متبادر حلال ہی بھی جاتا ہے اس میں انہوں نے اسکو حلال سمجھ لیا اس میں کسی کو خلاف نہیں کرانے کے جس سے جزا بدم غرم واجب ہوتی ہے۔

امام صاحب کے نزدیک مستحب ہے **باب الغسل لدخول مکنۃ** اور ایسا ہی خروج من اسفل کمد

قول من اعلاه یہ بھی سنن زوائد میں سے ہے رفع یدین عند بیت البیت حنفیہ و امام مالک و شافعی مکروہ کہتے ہیں۔ امام احمد و شافعی یدین کو فرماتے ہیں۔ صلوۃ الطواف کو خلف المقام پر نہ اسنت ہے۔ ترل عند الجبروت من الجوال الحج ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ صرف حجرے میں تک یعنی تین طرف اور باقی ایک طرف رمل نہ کرے بلکہ اپنی بیت پر چلتا رہے۔ اسلام عند الجبروت صرف جبر اور رکن یمانی کا ہے۔ عند البیت سنت ہے تقبیل حجر سنت ہے۔ لیکن بطور تعظیم ہے نہ بطور رستش جیسا کہ بعض آدمیوں کی تعظیم ہمارے اوپر ضروری بلکہ واجب ہے حالانکہ رستش انہی کفر ہے اس طرح حجر کی تقبیل بروئے تعظیم ہے بروئے عبادت۔

صفا مرہ کہ سن کی بہت سی وجوہ ہیں ازاجملہ یہ **باب السعی** جس سے کہ شکرین کو خوف دلایا جلسے روایات میں ہے کہ یہ ہاجرہ کی سنت ہے۔

باب الطواف

طواف رکاب میں بھی کہتے ہیں کہ دم واجب باقی رہا آپ کا فعل یا تو اس لئے تھا کہ اس لوگ آپ کے افعال کو دیکھتے رہیں اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر طبیعت کچھ ناساز تھی حالت غم میں رکابنا جائز ہے۔

باب صلوٰۃ الطواف بعد العصر والفجر

اوقات میں بھی جائز کہتے ہیں حنفیہ ممانعت کا حکم دیتے ہیں۔ متعدد روایات میں ان اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے ان سے اس کی تخصیص کر لیں گے۔ علاوہ اسکے جو مطلب شوافع اس سے سمجھتے ہیں وہ اس سے سمجھا نہیں جاتا کیونکہ اس میں مخالفین کو حکم ہے کہ تم کسی وقت منع نہ کرو مصلین کو خطاب نہیں کرتے ہر وقت پڑھتے رہو جیسا کہ اہل صدقہ کو تو یہ حکم ہے کہ جس طرح ہو سکے صدقہ کو راضی کرو وان ظلمتم احد مصدقین کو سہولت کی تاکید کر کے فرمایا جاتا ہے کہ المتعدي في الصدقة كما انعم بها۔ اب اس سے جو ظلم سمجھا انھم سے بعید ہے اسی طرح یہاں جواز صلوٰۃ فی الاوقات المکرہہ نہ سمجھا جائے۔ بلکہ مخالفین کو تاکید قصداً ہے جو حضور بہت دیر کو کھڑے کر دیتے تھے کہ تم کسی وقت حارثہ اور

مارح نہ ہو پس اس اجازت میں سے اوقات مکروہہ عرفاً و عاویثاً مستثنیٰ ہیں۔ کاش آیت وقت شارق کا خطاب مصلین کو ہوتا تو شوافع کی حجت قطع ہو جاتی ہو طاف میں ہے کہ ابن عمر نے طواف کیا اور بوجہ طلوع آفتاب رکعتیں نہ پڑھیں سوار ہو کر چل دیے دور جا کر ادا فرمائیں۔

ابواب ۱۸۸

مخرج میں پڑ جائیں گے چنانچہ اگر جگہ بعض لوگ رشوت و بخیر داخل تھے ہیں فقہار نے اسکو ناجائز ٹکھدیا ہے۔ داخل ہونا کچھ ضروری ہے۔ صلوٰۃ فی الکعبہ عند الجہور مطلقاً جائز ہے لام مالک فرض کو مکروہ نہیں سمجھتے نزدیک حدیث بخلاف کا اعتبار ہے ابن عباس رنے

باب التقصر فی المنیٰ

یعنی باوجود کثرت مسلمین اور امن کے آپ نے تقصر کیا معلوم ہوا کہ ہر کے لئے خوف شرط نہیں۔ بلکہ کو مین میں قصر جائز نہیں البتہ بعض اہل حکایتین میں پر بھی قصر کرتے ہیں۔

باب الوقوف بعرفہ

طواف افاضہ قبل الحلق اور ذبح قبل الرمی میں آپ نے لاحرج فرمایا شوافع کہتے ہیں کہ دم واجب نہیں عند الحنفیہ دم واجب ہے کیونکہ حنفیہ دمی ذبح۔ حلق طواف افاضہ میں ترتیب واجب کہتے ہیں۔ ان کے ترک سے دم واجب ہوگا عن الشافعی سنت ہے۔ لاحرج اس بات کی حجت نہیں ہو سکتی کہ دم واجب نہیں کیونکہ لاحرج سے نفی اشم مراد ہے یعنی کچھ گناہ نہیں کیونکہ طواف یہ فعل ہوا ہے چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے لاحرج فرمایا کہ بعد فرمایا کہ انما الحج علی بن ازی سلماء او کیا قال اس میں تو حرج سے شوافع بھی اشم مراد لیں گے پس اسی طرح وہاں امن جاسی جو اس روایت کے راوی ہیں خود وجوب دم کا نفی دیتے تھے۔ اور اگر الفرض ان پر واجب بھی نہ ہوا ہو تو انکا جہل اور نادانیت معتبر تھی کیونکہ وہ ایک انداز فی حج تھا پہلے سے کوئی طریقہ معلوم و معین نہ تھا لوگ دیکھتے جاتے

تھے اور آپ کا اجتماع کرتے جاتے تھے۔ ہاں زمانہ مابعد کا جہل قابلِ اعتناء اور غدر نہ سمجھا جائے گا بلکہ دم واجب ہوگا۔ (لکھنؤ میں تشریف لائے اور ذکرِ جبرہ حضرت محمدؐ پر سینچ کر رمی فرمائی عشرہ کے روز صرف ایک جبرہ کی رمی ہوتی ہے اور قبل از وصال باقی یام میں سب جہزات کی رمی ہے۔ اور قبل از وصال جائز نہیں۔)

عقبات میں نماز مغرب نہ پڑھے بلکہ اس وقت تک کہ مغرب پڑھے اور قبل از وصال جائز نہیں۔

باب الحج بین الصلوٰتین

اسباب بھی نہ اتارے اور عشاء خواہ متصل پڑھے یا کھانا کھا کر اسباب درست کر کے البتہ متصل پڑھے میں عشاء و مغرب کے لئے صرف ایک اقامت کافی ہوگی ورنہ دو اقامت۔ سفیان ثوریؒ کے اس ارشاد سے روایات میں تطبیق کی صورت بھی ہوگئی ورنہ بعض سے دو اقامت اور بعض سے ایک اقامت سے پڑھنا معلوم ہوتا ہے۔ وجہ تطبیق کی ظاہر ہے یعنی جن لوگوں نے مغرب و عشاء متصل پڑھی انکو آپؐ نے ایک اقامت کا حکم دیا اور جنہوں نے فاصلہ سے پڑھی ان کو دو اقامت کا امر فرمایا۔ جامعین متعدد ہوا جاتی ہوگی (کیونکہ بخوار جماعت مسجد میں مکروہ ہے ذکر جنگل میں۔ (راقم)

حنفیہ ظہر میں دو اقامتیں اور عشاء و مغرب میں ایک اقامت کہتے ہیں باقی تطبیق مذکور ہی ہوگی ہے حق بین الصلوٰتین عند الحنفیہ جائز ہے جائز نہیں (چنانچہ فقہ میں شرائط مذکور ہیں۔)

باب من ادرك الامام يجمع

یہی حنفیہ کا مذہب ہے فرض نماز الحنفیہ صرف دو ہیں طواف اور توفہ

(بعض ابواب کی تقریر بوجہ آسان ہونے کے چھوڑ دی گئی (راقم)

باب می الجمار را کبنا

حنفیہ کا یہ قاعدہ ہے کہ جس رمی کے بعد رمی نہ ہو اسکو را کبنا کرنا جائز ہے اور جسے بعد رمی ہو اسکو را کبنا کرنا جائز نہیں۔ بطن وادی سے رمی جبار افضل ہے ورنہ جس طرف سے کرے جائز ہے تنجیر و ذکر اللہ بھی رمی کے ساتھ چاہیے۔ فی

نفس رمی جبار اور افعال حج ہیئت مجنونانہ ہے۔ دیوانے لوگ بھی پتھر پھینک مارا کرتے ہیں۔ اس طرح اور جملہ افعال بھی دیوانگی پر دال ہیں۔ تعقین نے فرمایا ہے کہ افعال حج کے بعد اصل تو یہ تھا کہ اپنی جان کی قربانی کی جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے (جماری کم ہمتی پر نظر کر کے) اپنی رحمت و عنایت سے غم و بقر کو عرض قرار دیدیا۔

باب اشترک الیہدینہ

جمہور کے نزدیک شرکت سات سے زیادہ کی جائز نہیں عشرہ کا شریک ہونا پسلا قصہ ہے اور دوسری روایات سے منسوخ ہے۔

باب الاشعار

اصل اشعار مکروہ نہیں بلکہ امام صاحبؒ نے اپنے زمانہ کے اشعار کو مکروہ فرماتے ہیں (وفیہ) بحاث لعنہم فقدھا من الاسانۃ ذلیق لقط من غیر هذا التقویر (راقم) مقام قدیس سے بدلتے بدلتے کا حضرت عمرؓ کا واقعہ آخرت صل اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا ہے۔ و ہوامح۔

باب تقلید الیہدی

عند الحنفیہ بخود سوق بدی عزم نہیں ہوتا (البتہ اگر بدی کے ساتھ جائے تو بخود سوق عزم ہو جائے گا) تقلید غم سے وہ مصطلق تقلید مراد نہیں۔ چنانچہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں کہ وہ ان (عہد) کی ہوتی تھی پس تعقیب
مستعارف مزلو نہیں۔

باب عطبا لہدی

ہدی طہوع میں عند الامام در فقہ کو کھانا
جائز ہے نہ خود سنان ہدی کو اور اگر کھانا
تو مقدار اکل کا ضامن ہوگا۔ (الا ان یکن فقیرا) اور بعض کہتے
ہیں کہ کل ہدی کا ضمان دسے ہدی واجب اگر خوف ہلاکت سے
میں فزع کی جائے تو اس سے کھانا مالک و در فقہار سب کو جائز ہے
کیونکہ وہ کسی حساب میں نہیں اس کے زمرہ پر دوسری واجب رہی۔

باب رکوب لہدی

امام صاحب کے نزدیک جب مضطر ہو تو
سوار ہو جائز ہے آپ کے صحابی مضطر
ہونے روایت قوی میں اذیلت مذکور ہے۔

باب کل قبل الذبح وغیرہ

ترتیب ان امور میں عند الامام
واجب ہے ترک ترتیب سے دم
واجب ہوگا۔ لاجرم سے نفی آخر مراد ہے کما مرفضا۔

باب قطع التلیتہ

عہد کا تلبیہ طواف کے بعد بوقت استلام
قطع کرے بوجہ نبی الامام اور بعض کہتے
ہیں کہ بوقت کہ میں اگر قطع کر دے تلبیہ یوم نہیں جہر عقبہ کی
ری کے وقت قطع کرے عورتیں بھی تلبیہ کہیں مگر آہستہ۔ روایت کا
مطلب یہ ہے کہ رفع صوت صرف ہم مرد کرتے تھے

باب طواف الزیارت

احوال الطواف آپ نے رمی جمار
کر کے مکہ میں تشریف لاکر طواف کیا

بعض روایات میں ہے کہ طہر ٹپٹ نے معنی میں اگر ٹپٹ پس اس لئے
کہا جائے کہ راوی کو اس طواف کی خبر نہیں ہوئی اور جب پھر آپ
طواف نفل کو تشریف لے گئے تو انہوں نے سمجھا کہ یہی طواف زیارت
ہے یا آخر کے معنی میں تاویل کی جائے کہ آپ نے اجازت تاخیر الی
اللیل علی وجہ اللہ ولایت والاستحاب فرمادی۔ یعنی فرمادیا کہ جو کوئی
رات تک مؤخر کرے بھی طواف کر لے گا اس کا طواف علی وجہ الاستحاب
اور ہو جائیگا مستحب و اول وقت تک بھی باقی ہے رہا نفس
یواز اور مضی اور اکا وقت وہ تو آخر ایام تحریک رہتا ہے لیکن اول
نہیں رہتا پس رات تک وقت اول بھی رہا اور اجازت بھی ہوگی
آخر کے یہ مننے ہوئے۔

باب حج الصبی

جائز ہے یا تو احرام کے لئے کپڑے اس کو پہنا دے
یا رہنہ کر دے کیونکہ بچہ کے لئے رہنہ رہنا بھی
جائز ہے اگر غلط بھی ہے تا تو دم واجب نہ ہوگا صبی اور رقی میں
تخافرق ہے کہ صبی اگر بعد احرام کے باغ ہو اور اس نے احرام کو بڑا
تو حج فرض ادا ہو جائے گا اور یہی مستحب رہے گا۔ غلام اگر آزاد ہو جائے
تو اس کا یہ حکم نہیں کما فی الفقہ۔

باب الحج عن الخیر

عند الامام جب جائز ہے کہ عذر دائمی ہو
اور آخر تک باقی رہے۔ حج طہوع میں
نہیں میت اول پھر حیات کا وہ وصیت کر جائے تو اس طرف سے
حج کرنا واجب ہے بلا وصیت بھی حج اگر کر دیا جائے تو ادا ہو جائیگا
اذا ما لہ تعالیٰ کذا قال محمد بن

باب الحج والعمرة

قرہ اکثر کے نزدیک سنت نوکدہ ہے واجب نہیں عند الحنفیہ ایک روایت میں واجب ایک میں سنت ہے (عند الشافعی) واجب ہے (دخلت العمرة في الحج في صحيح سنن) وہیں ہیں جو ترمذی بتلاتے ہیں چنانچہ اہل جاہلیت میں یہ فقرہ مشہور تھا انما مضى الصفر وعفلا لا ترحلت العمرة لمن اعتمر غواض کا مذہب یہ ہے کہ قرآن میں ایک طواف اور ایک سعی حج و عمرہ کے لئے کافی ہے۔ مذہب کے یہاں بحث نہیں مگر بعض نے کمال کیا ہے کہ اس روایت دخلت العمرة في الحج کے یہ سنی بیان کئے ہیں کہ افعال عمرہ حج میں داخل ہو گئے یعنی ایک طواف و سعی دونوں کے لئے کافی ہے۔ یہ سنی قابل تعجب ہیں درست سنی وہی ہیں جو ترمذی نے بیان کئے۔ حضرت عائشہؓ کو عمرہ تنیم سے کرایا گیا کیونکہ وہ حرم میں وہ سب سے اقرب جگہ تھیں دیگر جو اب میں حرم دور تک تھا اور محل بعید تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ احرام عمرہ کے لئے محل ضروری ہے ورنہ آپؐ کس لئے تنیم تک روانہ کرینی تکلیف گوارا فرماتے۔ قرآن میں اگر عمرہ فوت ہو تو قضا واجب ہے کیونکہ احرام حج و عمرہ کا منقذ ہوا ہے۔

باب المحصر بالمرض

حصر بالمرض میں اتفاق ہے لیکن حنفیہ حصر بالمرض کے بھی قائل ہیں شوافع بھتے ہیں کہ حصر بالمرض معتبر نہیں۔ البتہ اگر عند لا حرام شرط کر لی ہو تو اعتبار ہوگا حنفیہ کے یہاں شرط و بلا شرط برابر ہے۔ حق گنہگار و عسیر حنفیہ کی دلیل ہے کہ قرن مرض سے بھی حصر ہو سکتا ہے۔ شرط کے بعد شوافع بھی جائز

بھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر شرط و عدم شرط برابر ہوگا تو پھر شرط سے کیا فائدہ ہوا۔ جواب اسکا یہ ہے کہ اگر کسی فعل پر طواف میں کوئی مانع و نہی آجاتا ہے تو رنج زیادہ ہوتا ہے اور اگر پہلے سے مشبہ اور اندیشہ ہوتا ہے تو اتنا رنج نہیں ہوتا پس پہلے سے شرط کرنے میں ہر دو واجب کا خیال رہے گا اور وقت حصر زیادہ ملائے ہوگا۔ اگرچہ بلا شرط بھی طواف ہوتا جائز تھا مگر شرط آئندہ کی احتیاط کے لئے مناسب ہوگی۔ ابن مسعود کا بھی یہی مذہب ہے اور ابن عمرؓ بھی شرط سے منع فرماتے تھے۔

باب الطواف للحائض

طواف الحائض حضرت صفیہؓ کی رکعتیں۔ باقی طواف و دارع حیض و نفاس سے ساقط ہو جاتا ہے اگرچہ فی نفسہ واجب ہے سعی وغیرہ جملہ افعال حج حائضہ کر سکتی ہے۔ البتہ سعی جو طواف پر شرط ہے وہ اس وجہ سے نہیں کر سکتی کہ ابھی طواف نہیں کیا۔ اور طواف حیض میں جائز نہیں کیونکہ وہ مسجد حرام میں ہوتا ہے ولابکوز دخول الحائض فی المسجد للہذا سعی بھی موقوف رہے گی۔ ہاں اگر بعد طواف کے حائضہ ہوتی تو سعی اور کر لے۔

باب السعی والطواف للعمرة

قرن الحج والعمرة ہذا اسکا پہلا جملہ حنفیہ کے موافق اور دوسرا شوافع کیلئے مؤید ہے پہلے جملے صاف قرآن ثابت ہے اس بارہ میں صرف ابن عمرؓ کی روایت قوی ہے جس سے طواف واحد ثابت ہوتا ہے اس میں دوا اور دی و راوی ہے جسکی تضعیف شوافع خود چند جگہ کرتے ہیں اور اسکی وجہ سے حدیث ضعیف ہو جاتی ہے

اور پھر ثقات کا خلافا کر رہے ہیں۔ لہذا یہ حدیث حنفیہ پر حجت نہیں ہو سکتی۔ انسان کے ماسوئی میں شعی سچین کی روایتیں موجود ہیں۔ عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی اسی جانب ہیں اور یہ روایات نسبت زیادہ ہیں۔ پس حنفیہ انہیں کو لیتے ہیں نیز سنی طواف وہ کافی ہونا خلاف قیاس ہے بعض شوافع نے بھی لکھا ہے کہ طواف دو طواف وسیع میں ہے۔ ابن عمر کی روایت میں یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ طواف واحد سے مراد واحد واحد ہو یا مطلب ہے کہ عمرہ کے حلال ہونے کے بعد ایک فعلی طواف ہو گیا۔ اب جنابت وغیرہ مضاعف نہ ہوگی بلکہ حلال ہونا ایک ہی طواف ہے ہوگا اور وہ آخر کا طواف ہے حلال ہونے میں پہلے طواف کا اعتبار نہیں بغرض اس صورت میں خلاصہ حدیث یہ ہو کہ طواف ہونے کے لئے ایک ہی طواف ہے۔

باب المکث بکلمۃ یہاں متحدہ شری ملا نہیں کرتی روز سے زیادہ نہ ٹھہرو۔ ہاں بیشہ ضرورت جب تک ضرورت ہو ٹھہرے ہو چنانچہ فتح مکہ میں آنحضرتؐ انیس روز ٹھہرے تھے وجہ ممانعت کی یہ ہے کہ آپؐ پسند نہیں فرماتے تھے کہ کسی مہاجر کا انتقال ودفن مکہ میں ہو جو مکہ یہ صورت بخت کے خلاف ہے لہذا بیشہ از حاجت ٹھہرنا منع ہوا ہے حضرت عثمانؓ بکے اتمام صلوة کا جواب جو حنفیہ دیتے ہیں کہ انہوں نے اقامت کی نیت کر لی ہوئی درست ہو گیا اور شوافع کا اس پر یہ اعتراض نہ رہا کہ مہاجر کو قیام نہیں اٹھنا ایام منع ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ جیسے اقامت کی نیت فرما سکتے تھے کیونکہ معلوم ہو گیا کہ ممانعت قیام زمانہ از حاجت

باب ما لم یحرم

عز الحنفیہ وہی معاملہ کیا جائے جو دیگر اموات کے ساتھ ہوئے۔ یہ روایت کا واقعہ جزئی خاص ہے صرف انہیں کے لئے یہ حکم تھا۔ چنانچہ آپؐ کا فرمانا کہ فانیہ بیعت شلیبیا اس پر دال ہے۔ چنانچہ کے بارہ میں جو احادیث وارد ہیں وہ تو قواعد کلیہ ہیں اسکی وجہ سے ان میں تخصیص نہیں ہو سکتی۔ اور ہر قاعدہ مسلم ہے کہ کوئی عبادت موت کے بعد حرام نہیں رہتی نہ کچھ اگر کوئی سجدہ میں سر جاوے تو یہ نہیں ہوگا کہ کسی حالت میں قبر میں رکھا جاوے شوافع کو دو تفسیر کرنے پڑے۔ ایک یہ کہ اسی قاعدہ جزئی کو کلیہ بنایا اور پھر اس جزئی حکم کی وجہ سے عموماً جنازہ کے حکم کی کلی تخصیص

امام صاحب نے تفسیر کرتے ہیں بتخصیص نہ قیاس تاور فی الحقیقت قیاس سے امام صاحب کسی شدید ضرورت ہی میں کام لیتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کے صاحبزادے کی وفات حالت احرام میں ہوئی تو انہوں نے وہی معمولی جنازہ کا طریقہ کیا۔ اور فرمایا کہ اگر ہم حرم نہ ہوتے تو نو شنبو میں لگا دیتے لڑکے کے حج میں حنفیہ کو کچھ شبہ ہو تو ہو مگر شوافع کے نزدیک کچھ شبہ ہی نہیں اور حنفیہ کا قیاس بھی درست ہو سکتا ہے کہ اگر وہ فاسحات انقطع علیہ۔ محدثین نے فرمایا ہے کہ شوافع کا اس جزئی قیاس کرنا درست نہیں اور اگر سب جگہ بذات پر ہی قیاس ہو اور کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت حمزہؓ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ لکھو یہ پسند تھا کہ ان خود دفن نہ کرتا تا کہ یہ بطون عوامی ایسے جانور ان دنوں مثل گرگ و کرس سے سموت ہوتے لیکن اسی ہشیرہ کے رنج کا خیال

ہے پس آپ کی مرضی اور پسندیدگی پر قیاس کر کے اور شہدار کو بھی اسی طرح کرنا چاہیے تاکہ بطون عوان سے سموت ہوں۔

باب الرخصة للرعاة امام صاحب اور اکثر فقہاء مجتہدین کہتے ہیں کہ حج کرنا مؤخر کر کے جائز ہے۔

مثلاً یوم غری میں رمی کر کے پھر بارہویں کو کریں البتہ رخصت اور جواز حج میں سب کا اتفاق ہے اب صورت و طریقہ جمع میں خلاف ہے

باب الاحرام بنیتہ الغیر اگر دوسرے کے احرام پر احرام باندھا تو غرم باتفاق ہو جائیگا اس میں خلاف

ہے کہ اس کا احرام کس قسم کا ہوگا۔ شوافع فرماتے ہیں کہ جس طرح کا احرام اس دوسرے شخص کا ہوگا ویسا ہی اس کا ہو جائیگا لومفسرنا مفرد اولو

قارنًا قارنًا لوممتنعًا ممتنعًا اور حدیث علیؑ کو استدلال کہتے ہیں۔

مغنیہ اس کو مختار کہتے ہیں کہ جو کسی قسم کا احرام چاہے اختیار کر لے حدیث علیؑ نے شوافع کا استدلال درست نہیں کیونکہ ان سے آپؐ نے بیان

فرمایا کہ ہدی لائے ہو یا نہیں چونکہ وہ ہدی لائے تھے آپؐ نے قرآن

کر دیا۔ اگر نہ لائے تو شاید آپؐ اور قسم کا احرام کو ادیتے عرض کر م کو اختیار ہوتا ہے چنانچہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے بھی اس طرح نیت کی کہ وہ بھی

یمن سے حاضر ہوئے تو آپؐ نے ہدی کو پوچھا چونکہ وہ نہ لائے تھے آپؐ نے افراد کو دیا کہ عمرہ کر کے حلال ہو جاؤ چنانچہ وہ اپنے احرام للہ وغیرہ کا قصہ بیان کرتے ہیں اگر تخلیق احرام سے تعین ہو جایا کرتی تو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ قارن تھے لہذا ان سے بھی قرآن کرنا لازماً ہوتا اور کسی نہ کسی طرح ہدی کا سامان کرنا پڑتا۔

حج اکبر تو حج ہے اور حج اصغر عمرہ ہے وغیرہ بالاتفاق۔

الحج الاکبر خلاف اس میں ہے کہ یوم حج اکبر کو نسا ہے پس بعض نے یوم غمر کو کہا ہے۔ کیونکہ بہت سے مناسک اسی دن میں ادا

ہوتے ہیں۔ دمی و ذبیحہ و طواف و حلق اور بعض نے یوم عرفہ کو کہا ہے کیونکہ رکن اعلیٰ یعنی وقوف عرفات اسی روز ہوتا ہے اگر

رکنین کے پاس از دحام ہو تو اشارہ بالید کر کے آگے بڑھ جائے ماعت نہ کرے۔ ابن عمرؓ بھی ماعت نہ کرتے تھے بلکہ ٹھہر رہتے تھے جب از دحام رفع ہو جاتا تب اسلام وغیرہ کرتے۔ اگر کرنا ہو تو اس طرح کرتے

اور یہی اولیٰ ہے البتہ ماعت ممنوع ہے۔ (وقد شرکت اب الحجة محمد الله تعالى ونشرع فیما يتعلق بکتاب الجنائز بعونه ۱۰)

کتاب الجنائز

البواب الجنائز الوصیۃ قبل از آیت میراث چونکہ وصیت فرض تھی یا تو اس لئے تاکید ہے اور بعض کہتے

ہیں کہ امر استحباب کیلئے ہے یا یوں کہا جائے کہ اگر کوئی شے قابل وصیت ہو تو اس حالت میں وصیت واجب ہے۔ مثلاً کوئی بڑا معاملہ دار

آدمی ہے یا کوئی ایسی چیز چھوڑتا ہے جس میں نزاع کا خوف ہے یا دیون و امانت بہت سی رکھتا ہے پس جس کے لئے کوئی ایسی

شے ہو کہ جس میں وصیت ضروری ہو تاکہ اس کے لئے نہ عموماً

باب الغسل الوضوء من الغسل

غسل کو استحباب پر جو کہ
ہیں کہ جو جانتاں قطعیہ
آب نجس وغیرہ غسل کا امر فرمایا۔ باقی حمل میت سے وضو کو بعض قسم
فرماتے ہیں اور بعض استحباب کے جس قائل نہیں بہرہ درج کی تاویل اس
میں یہ ہے کہ کہا جائے من حملہ الوضوء یعنی لاجل حملہ تاکر نماز
کے لئے مستحضر ہے اور حالت طہارت میں اتھا بہتر ہے۔

باب الکفن

استحب تو سید ہے۔ باقی رعین جو شرعاً ممنوع
نہ ہو جائز ہے۔ تحسین کفن وہیں تک جائز ہے
کہ حد اسراف کو نہ پہنچے۔ ایسے خلاف نہیں کہ مرد کو تین کپڑے سنون
ہیں۔ شوافع تینوں کو لفافہ کہتے ہیں۔ حنفیہ دو لفافہ کہتے ہیں ایک
قیص شوافع کی دلیل حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو قیص و عمامہ نہیں دیا گیا۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ آپ کو کفن لینے
والے تو صحابہ تھے پس یہ دلیل موقوف اور قتل صحابہ ہوئی ہم تو اسکو
لیتے ہیں جو آپ نے کیا یعنی عبد اللہ بن ابی بکرؓ کو اپنا قیص مبارک
دیا غیر صحابہ میں اور صحابہ کو بھی قیص دینا ثابت ہے۔ حضرت ابو بکرؓ
نے فرمادیا تھا کہ مجھ کو کفن میں میرا کرتہ دینا ان سب سے قیص کا سبب
ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے حنفیہ کا معمول یہاں قیص ہے بعض نے
حضرت عائشہؓ کے لیس نہیہا قیص فرمانے کا یہ مطلب بیان کیا ہے
کہ ان تین کپڑوں میں قیص محسوب نہ تھا جو تھا قیص ہو گا پس حنفیہ
کے مخالف نہ ہوا غریہ جواب پسندیدہ نہیں۔ قیص (کفن) (جو آج کل
راج ہے یہ نہ حنفیہ کے موافق ہے نہ شافعیہ کے کیونکہ ایک چادر یا

ایمان کر کے گلے میں ڈالتے ہیں وہ نہ لفافہ ہوتا ہے نہ قیص فقہانے
فرمایا تھا کہ قیص بلا کم و درخص ہو کیونکہ آستینوں کے پہنانے میں
وقت ہوگی اور کھیلوں کی حاجت اس لئے ہوتی ہے کہ قیص کشادہ
رہے اور مٹی وغیرہ میں آدنی کو وقت نہ ہو۔ میت کو اسکی ضرورت
نہیں۔ اب بالکل چادر رکھنے کے نصف ظہر کی طرف نصف صدر
کی طرف ایسا نہ چاہیے بلکہ قیص کم از کم ایک تھیلہ سا وضو پڑنا چاہیے۔
عرض اس مرد و کفن کو دونوں جانب سے سی دینا چاہیے افسار
کہتے ہیں کہ غسل کے بعد قیص پہنا کر سر پر لٹانا چاہیے کفن سنت
بالاتفاق تین کپڑے ہیں اور کفایہ دو کپڑے ہیں اور کفن ضرورت ایک کپڑا ہے
موت کے لئے پانچ کپڑے سنت ہیں اور کفن ضرورت دو کپڑے ہیں۔

باب طعام اہل المیت

ایسے وقت میں مدد کرنی چاہیے
جب وہ بوجہ رنج و غم کے کھانے پکانے سے بے خبر ہوں یہ نہیں
کہ رنج ہو یا نہ ہو کھانا ضرور دیا جائے۔ تین دن تک دینا ضروری نہیں
اگر وہ امر کر گیا ہے یا اس فعل
باب المیت یعذب بکراہلہ کو پسند کرتا تھا تو عذاب ہونا
ہی چاہیے کیونکہ یہ اسکا فعل ہے یا باوجود شیوع اور رسم ہونے
کے اس نے منع نہ کیا تب بھی حضرت عمرؓ کی اس روایت کی متعدد
ظریقوں سے تاویل کی گئی کہ یہ مطلب ہے کہ کفار کا عذاب اس
وجہ سے اور زیادہ ہو جاتا ہے یا یہ کہ عذاب جہنم مراد نہیں بلکہ وہی
عذاب ہے جو پہلی روایت میں مذکور ہے کہ فرستے کھنے دیتے ہیں کہ

اگنت ھلکا ۱۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ غلاب بوجہ اس کے ہو کہ میت کو چونکہ بعد الموت جملہ معاصی اور نوہ کا قبیح معلوم ہو گیا ہے اب وہ نوہ کو طبعاً سخت کر دہا ہے اور اس کو ناگوار گذرتا ہے مگر شیخ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور گھبراہٹ جیسا دنیا میں خلاف طبع امور سے ظالم و تکلیف پہنچتی ہے اور یہ روحانی عذاب ہوتا ہے یا یہ کہ یہ حکم صرف یہودیہ کے ساتھ خاص تھا۔ حضرت عائشہؓ کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ مطلقاً ایک کے روئے سے دوسرے پر عذاب نہیں ہوتا بلکہ جب اس نے امر کیا ہو وغیرہ مذکور۔ نوہ سے منع کرنے کو یہ ضروری نہیں کہ عند الموت منع کرے بلکہ حالت صحت و حیات میں سمجھا دے اور منع کر جائے۔

باب المشی مع الجنائزۃ جنازہ سے آگے یا پیچھے جانے میں خلاف ان لوگوں کی نسبت ہے جو محل جنازہ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں۔ باقی جو لوگ یکے بعد دیگرے جنازہ اٹھا رہے ہیں وہ آگے پیچھے جہاں مصالحت و ضرورت و یکس چلتے رہیں اس میں خلاف نہیں۔ آپؐ کا آگے تشریف لے جانا ثابت ہے اس کے جواز کے حقیقہ بھی منکر نہیں خلاف صرف اولویت میں ہے ممکن ہے کہ آپؐ محل جنازہ کے خیال سے آگے ہوں و لا خلاف فیہ۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کا آگے چلنا اسی کو محتمل ہے۔ باقی روایت میں متعدد جگہ الجنائزۃ متبوعۃ لیس معہا من تقد مہا اور من تبع الجنائزۃ آتہا ہے امام صاحبؒ اسی کو لیتے ہیں مگر وہ غلطاً جنازہ مکروہ ہے واپس ہوتے ہوئے مکروہ نہیں غلطاً جنازہ کی روایت میں ابو جہد کو

مجمول ہیں لیکن اور کسی قسم کا حرج ان میں نہیں ہے بڑے بڑے محدثین سفیان ثوریؒ وابن عیینہؒ اور شعبہؒ ان سے روایت کرتے ہیں۔ جلوس قبل الوضو عن ائق الرجال مکروہ ہے پہلے جلوس قبل الوضو فی اللحد بھی مکروہ تھا۔ آپؐ نے حکم تبدیل فرما دیا خلافاً للیہود۔

باب صلوۃ الجنائزۃ جماعت پر آپؐ نے چار تجویزیں کیں اکثر بھی معمول ہوا گیا ہے۔ زید بن ارقمؓ ہمیشہ چار کہتے تھے ایک دفعہ پانچ بھی کہہ دیں مگر لوگوں کے نزدیک معمول ہوا چلو ہی تھیں اگر امام جماعت کا مذہب پانچ کا ہو تو مقتدی پانچ کہے۔

باب الفاتحۃ فاتحہ کو حنفیہ بہ نیت دُعا و ثنا چاہتے ہیں۔ نیت قرأت نہ پڑھنا چاہیے۔ آپؐ یا صحابہؓ نیت و ثنا پڑھتے ہوئے۔ نماز جنازہ عند الجہور بہ وقت عین استواء و عین طلوع و غروب مکروہ ہے اور اس طرح اذکار فی اللحد۔ صلوۃ علی الطفل کی روایت میں راکب کو خلف جنازہ رہنے کا حکم ہے اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ محل جنازہ کا ارادہ رکھنے والے نہ ہوں وہ پیچھے رہیں کیونکہ راکب بھی ارادہ محل نہیں کرتا۔

باب صلوۃ فی المسجد ابو جہد حضرت عائشہؓ کے فرمانے کے سب سے پہلے نے انکار کیا اس سے معلوم ہوا کہ اگر آپؐ سے کبھی پڑھی بھی ہوگی تو بعد کو بھی معمول ہوا ہوگا جو کما جس پڑھا ہے۔ جو سب سے قال الاستعاذۃ العلامہ میرے نزدیک واللہ اعلم اگر جنازہ بھی داخل مسجد ہو تو کراہت تحریمی ہے اور اگر جنازہ خارج

مسجد اور محل مسجد میں ہوں تو کرامت خیز بھی ہے مولوی عبدالحی صاحب نے ضرورت میں جواز کا فتویٰ دیا ہے لیکن حنفیہ کو کیا ضرور ہے کہ مقلد بنائیں۔

باب قیام الامام اکثر ائمہ اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ صدک کے محازات و مقابل میں کھڑا ہونا چاہیے۔

خواہ مرد کا جنازہ ہو یا عورت کا اس حدیث میں اگر وضو نہ ہو تو بیٹھ کر بھی ہو جس کے معنی درمیان کے ہیں خواہ حقیقی درمیان ہو یا نہ ہو کی روایت لیں تو کوئی شکل بھی نہیں سرے قدم تک درمیان میں سب وسط ہے اور اگر وضو نہ ہو تو بیٹھ کر بھی ہو جس کے معنی حقیقی درمیان اور نصف نصف کے ہیں تو یہ فرمانا انکا تمیز اور اندازہ سے ہو گا کیونکہ جنازہ پر جب کہ چادر وغیرہ پڑی ہوئی ہو ٹھیک وسط ستین کرنا مشکل ہے پس اندازہ میں کمی زیادتی ہو سکتی ہے حضرت انس کے فعل در بارہ قیام علی علیہ السلام کو اگر کھڑا ہو کر رکھیں جب یہ کہنا ہو گا کہ انہوں نے بوجہ ضرورت کے ایسا کیا کیونکہ اس جنازہ پر گہوارہ وغیرہ نہ تھا انہوں نے سمجھا کہ جس قدر ستر ہو جائے وہی بہتر ہے لہذا صدک کے مقابل کھڑے ہوئے۔

باب المصلوۃ علی الشہید ترک مصلوۃ کی روایتیں شوافع کی مستدل ہیں بعض روایت سے

مصلوۃ ثابت ہے پس بصورت تعارض اول تو بہ نسبت ثانی کے قول ثابت اولیٰ ہوتا ہے دوسرے قیاس سے بھی روایات مصلوۃ کو ترجیح ہوتی ہے بخاری وغیرہ کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ترک مصلوۃ علیہ السلام بعد کو نماز پڑھیں جانے لگی پس اس طرح پرناست و منسویٰ ہوئی۔

ایک قبر میں چند میت رکھیں جائز ہے فقہار کہتے ہیں کہ اگر ان کے درمیان میں اور کچھ کپڑا وغیرہ حاکم نہ ہو تو مٹی ہی درمیان میں حاصل کر دیں اور اعلم وافضل کو تحصیل ائ القبر اور مقدم رکھیں اور نماز جنازہ میں اعلم کو متصل بالامام کریں۔

باب المصلوۃ علی القبر جس شخص کی نماز پڑھی گئی ہو اور دفن کیا گیا ہو اس کی مصلوۃ علی القبر عند

ہو اور جائز نہیں بعض مجتہدین جائز کہتے ہیں اور جو شخص بلا مصلوۃ دفن کر دیا گیا ہو اس کی مصلوۃ علی القبر بالاجماع جائز ہے لیکن مرث میں خلاف ہے یعنی یہ تو سب کہتے ہیں کہ جب تک نفس میں فساد نہ آیا ہو جب تک جنازہ پس بعض نے ایک ماہ یا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ بعد پڑھی اور یہ سب سے زیادہ مدت ہے بعض نے دس روز لئے ہیں عند الحنفیہ جب تک فساد کا گمان و ظن غالب نہ ہو جائز ہے۔ وقد ربت بنت ابیہا مرثہ قرام سند اور جسی نسبت قرام متنبہ آتا ہے یہ دونوں واقعہ ایسے ہیں جن میں پہلے نماز پڑھی جا چکی تھی یہ آپ کی خصوصیت پر محمول ہو گا۔

باب المصلوۃ علی النجاشی ائمہ کے اس مسئلہ میں دو فریق ہیں ایک تو مصلوۃ علی الغائب کو ناجائز فرماتے

ہیں انہیں میں سے امام صاحب ہیں اس واقعہ کو آپ کی خصوصیت یا احضار جنازہ و کشف الجنازہ پر عمل کرتے ہیں چنانچہ حضرت ابن عباس کی روایت سے بھی یہی ثابت ہے۔ دوسرا فریق جائز کہتا ہے اور اس واقعہ مصلوۃ علی النجاشی سے استدلال کرتا ہے۔ امام صاحب کی

اصل اور انکا صلوة جنازہ میں یہ ہے کہ جنازہ سامنے ہو اور دعا کی جائے۔ پس اگر جنازہ غائب ہو یا فاسد ہو گیا ہو تو جائز نہ ہوگا کہ خلاف اصل ہوگا۔ اب اس کلیہ کے مخالف جو کوئی واقعہ جزئیہ ہوگا تاویل کرنی بہتر ہے چنانچہ صلوة علی النجاشی میں اگر کشف احضار جنازہ کی تاویل کی جائے تو یہ واقعہ صلوة علی الغائب میں داخل ہی نہ ہوگا یا شعل و حجر جزئیات مثل صلوة علی قبر ام سعد وغیرہ کے اسکو بھی آپ کی خصوصیت سے سمجھا جائے۔ اسی طرح تحرار خلافت اصل ہے۔

باب لقیام للجنائزۃ

یا تو فرغاً للہوت تھا یا تعظیم حق یا تنظیم للہکۃ چنانچہ آپ یہودیہ کے لئے بھی ہو گئے تھے۔ بعض نے اسہیں کہا ہے کہ آپ اس لئے کھڑے ہو گئے تھے تاکہ یہودی کا جنازہ سر مبارک سے اونچا ہو کر نہ جاوے لیکن اب قیام للجنائزہ کوئی چیز نہیں رہا منسوخ ہو گیا (طحاوی) لہذا اھب ذکرھا الترمذی فی ہذا الباب

باب للحد و الشق

الحد لہذا میں لہذا سے یا تو مراد آئینہ خیزے کے لئے ہے یا لہذا سے مراد اہل مدینہ اور غریبہ صیوان کے ہوں لیکن اقل حق بھی متعین نہیں ہو سکتے کیونکہ آپ کی وفات کے بعد صحابہ میں نزاع پیش آئی کہ آپ کے لئے کھد ہونی چاہیے یا شق پس وہ لوگ کوئی قصص مرتب کئے ہوئے ہوئے تو کیوں نزاع کرتے اور آخر اس پر کیوں فیصلہ ہوتا کہ کھد و شق بنانے والوں میں

سے جو کوئی پہلے آجائے وہ کام شروع کر دے پس آپ کے فرمانے کا حاصل یہ ہوگا کہ ہم مسلمانوں کے لئے حد مناسب ہے اور دوسرے لوگوں کے لئے شق۔ نیز ناسے ایک قسم کی کرامیت بظاہر بھی جاتی ہے مگر شق و کھد ہر دو جائز ہیں لیکن بہتر کھد ہے کیونکہ آپ کو بھی کھد ملی ہے اور جس جگہ زمین قابل کھد نہ ہو یا اور کوئی وجہ ہو تو شق بلا مضائقہ جائز ہے۔

باب قطیفۃ

چھوٹی سی چادر پہلے دار جیسے جانماز وغیرہ شتران صرف بچھا دینے کو بیان کرتے ہیں دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چادر نکال لی گئی تھی پس میت کے نیچے کوئی کپڑا وغیرہ بچھانا بہتر نہیں

باب تسویۃ

تسویۃ قبر کے تویضی اظہار ہیں کہ زمین کے برابر کر دو اس صورت میں یہ زبردستی پر محمول ہوگا کہ جو لوگ حصے زیادہ بلند کر دیتے ہیں انکو یہ سزا دو کہ بالکل زمین کے برابر کر دیا تسویۃ سے مراد یہ ہو کہ حد معین کے برابر کر دو اور معمول بلند کر رہے (مشترک بننے باند) قبر کو ایک شہر بلند کرنا چاہیے نہایت درجہ ایک ذراع یعنی دو شہر۔

باب کرامۃ الجلوک

وہی قبور تو بالا اتفاق ممنوع ہے لایکس سے مراد یا تو بیٹھے نعوی ہو یا اعتکاف و محاورت مراد ہے بختلہ حاجت اکثر صحابہ و اہل علم جیسے حضرت ابن عمرؓ جلوس نعوی یعنی بیٹھے جانے کو جائز کہتے ہیں اور مراد اعتکاف سے جلوس اقتضائے حاجت مراد لیتے ہیں جلوس و مراد علی القبر کو جائز کہتے ہیں۔

پس حاصل یہ ہوگا کہ نہ اتنی تعظیم کرو کہ قبلہ بنالو اور نہ اتنی حقیر کر بول و
براز ڈالنے لگو۔ اگر مجلس سے مراد اعتکاف و مجاورت ہو تو بھی مناسبت
ظاہر ہے کہ نہ ان پر اعتکاف و مجاورت کرو اور نہ اسی طرف نمازیں پڑھو۔
بعض قبور ہرگز جائز نہیں جو باندہ نیت قبر ہو ہرگز نہ چاہیے قبر ختم رہے
اور حلقہ پختہ بنایا جائے یہ بھی نہ چاہیے۔ شش ڈالنی قبور پر جائز ہے۔

باب زیارة القبور پہلی ممانعت بالائتفاق رجال و نساء کو شال
شمعی یا جازت میں اہل علم کا خلاف ہے۔ ایک
فریق کہتا ہے کہ عورتیں بھی اجازت میں داخل ہیں اور لغت زوارات
القبور کی حدیث اجازت سے پہلی ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ عورتیں بحالہا
ممانعت میں رہیں اور لغت زوارات کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں
ان کے نزدیک عورتوں کا جانا مکروہ تحریمی ہے لکن شرعاً جزعہن و خضعن
و قلۃ صبرہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول و فعل مجوزین کے موافق
معلوم ہوتا ہے اور انکی رائے اس طرف معلوم ہوتی ہے لیکن نوشہد تھک
سے اس طرف اشارہ ہے کہ وہ اس زیارۃ کو پسند نہیں فرماتیں چنانچہ فرمایا
ہے کہ وہ اپنے اس فعل پر رویہ کرتی تھیں جو لوگ مجوزین ہیں وہ بھی اسکے
قائل ہیں کہ جانا خلاف مصلحت ہے نہایت ہوگا کہ ہرگز نہ جانا چاہیے تو اصل سے جائز
تھا لکن خروج الی المساجد۔

باب شمار المیت شمار موجب دخول جنت ہے اور اسکا ذاتی و
اصل اثر یہی ہے لیکن شمار کرنے والا بھی تو
مومن و مسلم ہو (قال الامام سزا سلمہ) اور میرے نزدیک تو ایک کی
شمار بھی کافی ہے بشرطیکہ کوئی مقبول بندہ ہو اور واقع میں مقبول

بندہ ہے تو انہیں کی تعریف کریں گے بولائق دخول جنت ہوں۔
ولد کا ثواب بعض نے کہا ہے کہ صغیر اور نابالغ ہی

باب ما تقدم

پر منحصر نہیں تھو لکن القسم کیا یہ قلت سے ہے غرار
من الطاعون اس لئے منع ہے کہ خلاف توکل اور گویا انگار تقدیر ہے۔
لا تھبطوا یہ اس لئے تاکہ نا فہوں کا عقیدہ خراب نہ ہو جائے کیونکہ
اگر کہیں ایسی جگہ داخل ہوا اور اتفاقات تقدیر سے بیمار ہو گیا تو تعدیہ
لا اعتقاد کر بیٹھ جائے اور مرض کو موثر بالذات سمجھ کر عقیدہ خراب کر لگے۔

حاصل جواب رسالت مآب کا یہ
باب من احب لقرائ اللہ ہے کہ کراہت موت حالت لہوای

یہ معتبر نہیں بلکہ قرب موت میں آدمی رحمت اور رضوان اللہ کی
توجہ کری پا کر لقائ اللہ کو دوست رکھتا ہے اور موت کو مکروہ نہیں سمجھتا۔
حقیقت میں تو مومن موت کو مکروہ ہی نہیں سمجھتا بلکہ علائق و عوائق دنیاوی
میں پسند کر اس کی طرف جو رغبت ہوتی نہ چاہیے تھی وہ مغلوب ہو جاتی
ہے۔ ہاں عند الموت جب اس طرف کے حالات مشکف ہوتے ہیں تو
پھر زیادہ رغبت ہوتی ہے اس طرح کفار و فساق کو اس وقت کراہت
پہلے سے زیادہ ہوتی ہے بسبب تہو بہت نکالیف و آلام اور عواقب کے۔
اور بہتر یہ ہے کہ کہا جائے کہ کراہت ایک طبعی ہوتی ہے ایک عقل پس
موت سے کراہت طبعی ہے نہ عقل جیسے تلخ دوا کا رابطہ مکروہ ہے
لیکن عقلاً مرغب ہے اسکو پیچھے ہیں ایسے ہی موت کو طبیعت انسانی
مکروہ سمجھے لیکن وہ چونکہ لقائ اللہ کا واسطہ و ذریعہ ہے لہذا اعتقاد اسکو
ہر مومن دوست رکھتا ہے۔ اس بنا پر محققین اعلام کہتے ہیں کہ صدیقین

کو رغبت و تمنی موت ہوتی ہے۔

باب قاتل نفس

قاتل نفس اور صاحب دین پر بڑا ناز و نفرت ہے۔

صورت سال نہ چھوڑ جانے کے جو خفیہ صورت میں کہیں اسکا یہ مطلب ہے کہ ایسی صورت میں ضمان واجب و لازم نہیں ہوتا چنانچہ اور درست ہونا دوسری بات ہے وہ مسلم ہے۔

باب موت یوم الجمعۃ

مقتضائے رحمت تو یہ ہے کہ عذاب بالکل معاف ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہ ہے کہ صرف جمعہ کے روز فتویٰ رہتا ہے اور بہتر ہے کہ کہا جائے کہ بیشک یوم جمعہ میں ذاتی برکت اتنی ہے کہ عذاب کو بالکل معاف کر دے۔ اب دوسرے امور اگر اس کے اصل اثر میں کمی کر دیں یا روک دیں تو وہ دوسری بات ہے کثرت سے ایسے موقع ہیں جنہیں معاصی اور حسنات کا اثر بیان کیا گیا ہے وہاں اسی طرح سمجھ لینا چاہیے اس سے بہت سے نزل و اشکال رفع ہو سکتے ہیں۔ مثلاً معتبر کہتے ہیں کہ بس زنا کیا اور اسلام سے خارج ہوا۔ وہاں بھی کہہ دیا جائیگا کہ واقعہ اسکا اصلی اثر تو یہی تھا لیکن دیگر مواضع نے تخفیف کر دی یا اثر روک دیا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ادویہ مفرود کی خاص خاص تاثیریں بار و عارضہ و طب یا پس ہوتی ہیں لیکن مجموعہ کما مزاج سب سے علیحدہ ہوتا ہے بیدار و گوارا ہے لیکن اگر سقمو نیا یا اور گرم دوائیں ہمارا ہوئی تو اور بھی مزاج ہوگا۔ اب اگر کوئی فہم کا پورا صرف بیدار و غیال کر کے نسخہ کے مزاج کو بار و کبدے یا کسی نعلی ہوگی عاقل تو دیکھے گا کہ کتنے درجہ برودت میں اور کتنے درجہ حرارت آئی اور اب مزاج کیا باقی رہا عینہ اسی طرح اعمال

دینی آدم تمام حسنات و حسنیات سے بھرا ہوا ہوگا وہاں ہر ایک حسہ عینہ کا مزاج علیحدہ علیحدہ ہوگا۔ لیکن فیصلہ نہ کیا جائیگا بلکہ مجموعہ سے جو نتیجہ مل ہوگا اس کے موافق فیصلہ ہوگا۔ چنانکہ وہاں معاف و اسامین حسنت اس پر دل ہے گویا نامہ اعمال ایک نسخہ ہے اور حسنات اور یہ لفظ المزاج حار و بار دہیں مجموعہ سے جو مزاج حاصل ہوگا حسب قاعدہ و مدارج و درجہ و غیرہ ہاں باری تعالیٰ کو یہ اختیار ہے کہ وہ کسی کے لیے مغفرت فرمائے جس کے نامہ اعمال کا مزاج قابل ناز ہو یا اسکا

کس کر دے (وہذا احسن التکلیف فی هذا المقام)

ابواب انکاح

امام صاحب نکاح کو شغل فی التوافل سے بہتر کہتے ہیں۔ امام شافعی نکاح کو تملک و ملاقات نہیں کہتے اور شغل فی التوافل کو بہتر کہتے ہیں۔ تبتل کو آپ نے پسند نہیں فرمایا اگر ضرورت دینی کی وجہ سے تاخیر فی انکاح کرے تو درست ہے نہ انفق سے آزاد رہنے کے خیال سے نکاح کو ترک نہ کرے۔ بلکہ دنیا میں بندہ اسے ہے کہ مقید رہے اور کسب حلال کرے من تر ضوں دیند، اگر غرض یہ ہے کہ دین کی حیثیت کو اور دل پر ترجیح دے یہ مطلب نہیں کہ مال وغیرہ کا لینا کرنا منع ہے پس اگر دین و مال سب جمع ہو جائیں تو کیا مانع نہیں اگر دین ہوا و مال کم ہو تو اسکا کچھ خیال نہ کرو کیونکہ اصلاح بین المومنین کا مدار اخلاق و دین ہے۔

باب الاعلان

اعلان عام ضروری نہیں دیکھئے عبد الرحمن بن عوف کے نکاح کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خبر نہ آئی۔ بلکہ دریافت کرنے سے معلوم ہوا۔ ادب جو موانع شرعی سے مخال ہو

جائز ہے جو لکھنیں آپ کے سامنے لگاتی رہیں وہ خلاف شرع اور مکمل
سکے ساتھ نہ تھا بلکہ روکیوں اور بچوں کا کھیل تھا۔ نکاح اور نواضع
مہر میں جائز ہے غنائیں دو فریق ہیں حنفیہ اور فقہ جندیہ یا سہیں
تشدد کرتے ہیں اور دوسرے حضرات وسعت کرتے ہیں لیکن احسن
طریقہ بین بین ہے یعنی جس قسم کا غنا یا سماع احادیث سے ثابت
ہے وہ جائز ہے۔ درجہ ممنوع جو حضرات جواز و اباحت کے قائل ہیں
انہوں نے شرط و ایسی بھی ہیں کہ آجکل تو شاید کوئی بہرہ شرايط وضو
پایا جائے۔ آجکل کے مبتدعین نے شرائط کو بالائے طاق رکھا اور برون
شرعی کو شامل کر کے سماع کو جائز اور مستحب عبادت کر دیا۔ حالانکہ
فعل مباح الاصل ضروری سمجھا جانے لگے اسکا ترک لازم ہے نہ کہ
الشا وجوب و لزوم۔ بزرگ موصوفہ سمجھتے ہیں کہ غنائیں اگرچہ فوری ترقی
ہے لیکن انجام اسکا ظلمت ہے الغناء یبنت النفاق خود وارد ہے
پس جو لوگ ایسے ہوں کہ بارہ نفاق سے پاک ہوں انکو غنا جائز ہوگا
کیونکہ احتمال اثبات نفاق نہیں..... اور جن میں مادہ موجود ہے انکو
کسی طرح جائز ہوگا کیونکہ اس سے اس مادہ کو اور ترقی و نمو ہوگا اور اس
لغوم تو منع ہے کیونکہ لحاظ آداب و شرائط سخت مشکل ہے تیور کا لحاظ
ایک طرف رہا اب انکا وجود ہی مشکل و دشوار ہے لہذا فیض الشیطان
یعنی اثر اور ضرر غلبہ نہ پہنچا بیگا یا مس شیطان عند الولادة سے محفوظ
رہے گا یہ نہیں کہ کبھی کسی کا اثر پہنچے گا ہی نہیں۔

باب الولیۃ | وزن نواہ پر نکاح کیا یعنی مہر مکمل اس قدر تھا
باقی مہر جو قبل اسکے علاوہ ہوگا نفی یا اثبات

اس روایت سے نہیں معلوم ہوتا۔ یوم الثالث مضمعۃ عام یعنی
یہ ہیں کہ مستقل تین روز تک جاری رکھنا اس میں ناموری اور مسو
مقصود ہوتا ہے اس لئے منع فرمایا کیونکہ اول روز کھلاوے جو کوئی
باقی رہ جائے یوم ثانی میں کھلاوے۔ جب تین روز تک کرتا ہے تو
معلوم ہوا کہ نیت میں فساد ہے یا یہ طعام و لیمہ ایک پٹاکے بعد کرے
اگر نہ ہو سکے تو دوسرے دن یہ ضروری نہیں کہ تیسرے دن اور بعد مدت
بھی کرے کیونکہ جو اس قدر اہتمام کرتا ہے وہ ریا نام آوری کے
واسطے اپنا طول کر سکتا ہے۔

بجری نے جواز بعد یوم الثانی ثابت کیا ہے۔

باب لانکاح الاہولی | امام صاحب نے نزدیک نکاح
جنی اور جن پر پختا ہے اگر کوئی خراب دیکھے۔ اول تو یہ روایت قابل عمل
نہیں اور پھر بعض روایات اسکے مخالف ہیں آپ کے زمانہ میں نکاح
بلاولی منع ہوا اور پھر باقی بھی رہا جیسے حضرت عائشہؓ کی بلاوری
کا قصہ ہے کہ عبدالرحمنؓ نے پسند تو نہ کیا مگر حضرت عائشہؓ کے مجوزہ
نکاح کو قس کرنا بھی ٹھیک نہ تھا۔ اسکے علاوہ اگر قابل عمل ہو بھی
تو ضروری نہیں کہ وہی منہ لے جاویں جو شوافع سمجھتے ہیں بلکہ مرد عدم
لزوم ہے یعنی یہ نکاح لازم البقا نہیں۔ چنانچہ لایع بین المشتہی
والباہنہ صالحہ میتفرقا میں شوافع بھی نفس لزوم مراد لیتے ہیں
جن حضرات کا مذہب لانکاح الاہولی ہے ترمذی سمجھتے ہیں ممکن ہے کہ
وہ امام صاحب کے موافق ہوں اور نفس لزوم مراد لیتے ہوں ظاہر ہے کہ

عدم علاقہ کا تو کوئی قائل نہیں دیکھو رحم و جلد کا فتویٰ اس قسم کے نکاح و طلاق پر کوئی نہیں لگاتا۔ یا تاویل کی جائے کہ آپ اس طرح فرماتے ہیں کیونکہ ناقصات عقل و دین ہیں پس بلا استصواب دل بہتر نہیں ہے کہ نکاح کر بیٹھیں جیسا کہ بیچ میں وارد ہے کہ عورت کی بیچ نہیں جب تک وہ اپنے زوج سے استفسار نہ کرے حالانکہ زوج کی بیچ بلا اذن زوج نام ہو جاتی ہے اور اسکو سب مانتے ہیں کیونکہ عورت کا تصرف اپنی ملکوتی میں ضرور نافذ ہوتا ہے پس اس طرح اس قسم کا نکاح بھی درست ہو جائیگا البتہ پندیدہ اور خلاف مصلحت ہے چونکہ بیچ میں خسارہ کا اندیشہ ہے اور نکاح میں بھی کسی غلطی میں پڑنے کا خوف تھا لہذا آپ نے بتا کر منع فرمادیا اور یہ بھی ہے کہ اگر امر نکاح عورتوں کے ہاتھ میں تفویض ہوگا تو مفسد فی الزنا ہو جائیگا نیز نکاح میں اعلام پہلے یہ کیا کہ ایسے خفیہ نکاح کر لیں کہ وہی بھی مطلع نہ ہو۔ باطل باطل یعنی غیر مرضی و لیس بلا زمرہ اقرب بالفسخ والبطلان۔

باب البینۃ امام صاحب کے نزدیک دو عورت اور ایک مرد کی شہادت سے بھی نکاح درست ہے قبور کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ دونوں گواہ متانیں بعض کہتے ہیں کہ اگر آگے پیچھے بے بعد و بے رحم بھی سن لیں تو کافی ہے۔

باب لا یتیمار من البکر والشیب لا یتکج الشیب ایہ امام صاحب کی دلیل ہے کہ علت جبر صغریٰ ذکر بکر نام شافعی رہ علت جبر بکارت کو فرماتے

ہیں لیکن یہاں بکر و سے بھی اجازت ضروری فرمائی گئی تو معلوم ہوا کہ جبر صرف صغیر پر ہی ہے ترمذی کے وان زوجہا الاب فرماتے سے ظاہر ہو گیا کہ نکاح موقوف بھی جائز ہے۔

باب اگر اہل بیت مراد اس سے بالخصوص باعتبار ماکان اور قرب زمان کے قیام فرمایا گیا چنانچہ وان ابت فلا جواز علیہا سے صاف ظاہر ہے۔

باب لولیٰ ان یزوجان فہی للاول منہا یہ اس وقت ہے کہ ہر دو ولی مساوی درجہ کے ہوں ورنہ بوقت اختلاف مراتب اولیاء فی القرب والبعدا اعتبار اقرب کی تزویج کا ہوگا یا فی للاول منہا میں اولیٰ سے مراد اقرب ہو۔ یعنی اولیٰ فی الرتبہ پس اختلاف مراتب اولیاء کے وقت جو حکم ہے وہ بھی اس سے معلوم ہوگا بیچ میں نصف نصف کر دیا جائیگا اگر دوسرے کا بیچ کی ہے اور اگر وکیل و موکل نے متابیح کی ہے تو موکل کا اعتبار ہوگا بلا اجازت مولیٰ موقوف رہے گا اس کی

باب نکاح العبد اجازت سے جائز ہو جائیگا فقہ حاکم، تشدد او تغلیظ فرمایا گیا ہے کہ بلا اجازت نہیں چاہیے۔

باب مہر النساء شواہد اور بعض ائمہ نکاح کو بیچ کے فرماتے ہیں کہ جیسے اس میں اقل و اکثر میں کم نہیں مہر میں بھی نہیں البتہ اتنا مہر ہو کہ معاوضہ ہو جائے۔ امام مالک و ابو حنیفہ اس میں تو متفق ہیں کہ اقل مہر کے لئے مقرر فرماتے ہیں لیکن تعین مقدار میں خلاف ہو اسے مالک رحمہ..... وینار کو اقل درجہ

کہتے ہیں اور امام صاحب دس درہم کو جن روایات میں نعلین یا خاتمہ
حدید کا ذکر ہے وہ معجل پر محمول ہیں قرآن کی سورتوں پر نکاح ہونے
کو حنفیہ کہتے ہیں کہ سورتیں مہر نہیں بلکہ انکے حفظ کی فضیلت کی
وجہ سے نکاح کر دیا گیا اور بہتر یہ ہے کہ خصوصیت بشارع علیہ السلام
پر محمول ہو کر آپ نے بلا مہر نکاح کر دیا چنانچہ وہ عورت ایسا فرما
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مہر کر چکی تھی آپ نے کسی وجہ سے قبول
فرمایا تو جیسا آپ کو بلا مہر نکاح کر لینا اپنے سے جائز تھا اس طرح آپ
کو اختیار تھا کہ آپ کسی سے بلا مہر نکاح کر دیں چنانچہ آپ کا طالب نکاح
مرۃ بعداخری سوال فرمایا اور عورت سے اجازت اور مشورہ کچھ نہ لینا
پر وال ہے حنفیہ کہتے ہیں کہ قرآن میں موالکم وارد ہے اور ظاہر ہے کہ
نہایت فقیر وادیں سے موال و اموال نہیں کہتے چنانچہ حلف بالمال میں
کم از کم تین درہم دینے واجب ہوتے ہیں شوافع نے مال اور ذریعہ
مال کو مہر بنانا جائز رکھا شافعی وغیرہ کے نزدیک بعد العتیٰ میں کسی
وجہ سے صرف حق کو مہر کہتے ہیں کیونکہ ذریعہ مال ہے مگر امام سلیم کے
قصد میں شوافع کو دقت ہوگی کیونکہ انھیں زون کا صرف مسلمان پر
مہر قرار دیا گیا اور وہ مال تھا نہ ذریعہ مال حنفیہ اس قسم کی تمام صورتوں
کو نکاح بلا مال پر حل کرتے ہیں جب شوافع ذریعہ مال اور یا بھل بہ المال کہ
بھی مہر مقرر کرنا جائز فرماتے ہیں تو معلوم نہیں شعاریں کیوں عدم
کے قائل ہیں حنفیہ جو مہر مکمل واجب کرتے ہیں مگر نکاح کے تو قائل
ہیں مگر شوافع کو تو چاہیے کہ اس میں صحت نکاح کے قائل ہو جائیں

نکاح حلالہ منعقد ہو جاتا ہے لعنت سے یہ لازم
نہیں کہ نکاح جس منعقد نہ ہو۔ اس میں
شبہ نہیں کہ الملائہ غیر طیب لان حرام دون حرام۔

باب نکاح متعہ نکاح متعہ بالاتفاق منسوخ و حرام ہے امام زفر موقت
کو جائز کہتے ہیں کہ شرط توقیت لہو ہو جائیگی
اور نکاح ہو جائیگا۔ متعہ کا نسخ دو دفعہ ہوا ہے ایک دفعہ غیر میں
اور ایک دفعہ غزوہ او طاس میں بعض علماء صرف ایک دفعہ نسخ مانتے
ہیں عبداللہ بن عمر و ابن عباس کی رائے اول میں تو عدم نسخ کی
تھی لیکن انکار جو رع ثابت ہے۔

باب بشرط فی النکاح امام صاحب کے نزدیک اس قسم
کی شرط داخل عقد نہیں پس
اگر انکو وفاد کرے تو نکاح میں کچھ خلل نہ ہوگا۔ اور جس سے شرط کی
تھی اس پر دوسرا نکاح کر لینا اس کو اس شہر سے دوسری جگہ لے جانا
جائز ہوگا۔ البتہ وعدہ خلافی کا گناہ ہوگا اور خلف وعدہ کی وعید اور
سزا کا مستوجب ہوگا۔

باب من اسلم ولہ عشرۃ شوافع اور دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ
مطلقاً چار کو پسند کر کے رکھ لے اور
حنفیہ کہتے ہیں کہ وہ چار باقی رہیں گی جو نکاح کی ترتیب میں مقدم
ہوئیں یعنی پھر اور بیٹا کے وہ ہیں جن میں بیان فرماتے ہیں کہ چار سابقہ نکاح
کو اختیار کرے۔ اس طرح اربعین میں جو قدم نکاح ہوگی وہ باقی
رہے گی۔

باب خطبۃ علی النخبة والبیع علی البیع

اس وقت مکروہ ہے کہ خطوب و بیائع کی رضا نہایت غائب و شہری اقل معلوم ہوتی ہو چنانچہ فاطمہ بنت قیس کو آپ نے اس سلسلہ کا پیام دیا کیونکہ پہلے غائبین سے رضا معین نہ ہوئی تھی۔

باب قسمة البکر والیتیم

بہتر اور سنون بالاتفاق ہے کہ درود نکاح اگر بچے کرے تو اس کے پاس سات شب رہے اور اگر شہر سے کرے تو تین شب لیکن امام صاحب فرماتے ہیں کہ پھر اس قدر ہر ایک کے لئے قسیم کیا کرے اور شوافع و دیگر ائمہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد علیحدہ حساب اور مساوی درجہ رکھے۔ یہ سات روز گویا اس کی خاص رعایت تھی۔

باب سلام احد الزوجین

اسلام پیش کیا جائے پس اگر وہ بھی قبول کرے تو نکاح باقی ہے گھوڑا اسکے انکار عن الاسلام سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے یہ اقرار و انکار خواہ عدت میں ہو یا بعد الموت ہو۔

باب لوفات قبل لدخول

امام صاحب نے حدیث پر عمل فرمایا اور معلوم ہوتا ہے انکا قیاس بھی حضرت عبداللہ بن مسعود کے قیاس کے موافق ہوگا۔ ہاں شافعی نے ابن مسعود کے قول کو خلاف قیاس سمجھا اور حدیث کو ضعیف ہاں جب حدیث کی صحت کا ثبوت ہو گیا تو مان گئے لیکن قیاس انکا وہاں تک نہ پہنچا۔ دیکھئے ابن مسعود کا قیاس نص کے موافق ہوا حالانکہ جس خود مخالف قیاس نظر آتی ہے پس معلوم ہوا کہ کوئی نص واقع میں

خلاف قیاس نہیں ہوتی یہ ہمارے قیاس کا نقصان ہے کہ اسکو خلاف قیاس کہتے ہیں۔ لہذا جس جگہ علماء کہتے ہیں کہ یہ حکم خلاف قیاس ہے غلط ہوتا ہے کہ ہمارے قیاس کے خلاف ہے یا ظاہر میں خلاف قیاس ہے۔

باب لا تحرم المصتة ولا المحتان

عشر رضعات تو بالاتفاق منسوخ ہوا۔ اب اس میں شوافع نے لیا امام احمد نے ظاہر حدیث کی وجہ سے تین کو عزم فقیرایا ہے حنفیہ نے آخر تک سچا کر چھوڑا اگر مطلقاً عزم ہے اس بارہ میں توسع سے بھی اور فتل کی طرف رجوع ہو رہا ہے کوئی در بیان میں رہا اور کوئی کس جگہ ہاں حنفیہ آخر تک ساتھ رہے اور مطلقاً عزم قرار دیکر چھوڑا۔

باب شہادة امرأة واحدة

اس موقع میں یا آپ کو بذریعہ الہام وحی علم ہو گیا ہو یا آپ کی خصوصیت ہو غرض قضاء شہادۃ واحدة جائز نہیں حرمیت رضاع عند الاہام بین ماہ تک ثابت ہوتی ہے بعض کے یہاں دو برس تک اور بعض نے چار برس اور بارہ برس بھی فرمائے ہیں یذہب مذمۃ الرضاع بغرض نہیں کہ اس کے بعد سلوک و احسان کی ضرورت نہیں بلکہ اس قدر ضرور باقی حسب موقع اور سلوک بھی کرتا رہے تعظیم رضعہ بہتر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کی مرضعہ حلیہ اشکائی بنی آئی تھی خود رضعہ نہیں۔

باب خيار الامة

اس بارہ میں ہر دو قسم کی روایات موجود ہیں جس سے زوجہ بزرگوار کا ہونا معلوم ہوتا ہے ایسی بھی ہیں۔ اور جن سے انکا عہد ہونا معلوم ہوتا ہے اس قسم

کی بھی ہیں۔ امام صاحب ہر حالت میں استہ کو اختیار دیتے ہیں نواہ
زوج عہد ہو یا خیر شواہ صرف عہد ہونی کی حالت میں اختیار دیتے
ہیں اس بارہ میں شواہ کے دلائل حنفیہ کو مضمر نہیں البتہ حنفیہ کی
حجت نہیں بن سکتے۔ لیکن حنفیہ کے دلائل شواہ کو مضمر ہونگے۔ اگر اس
تعارض کو حل وجہ اصول الفقہ رفع کیا جائے تو قول مثبت زیادہ
اولیٰ ہوتا ہے نافی سے اور جبکہ انکا ابتدا عہد ہونا مسلم ہے تو جو راوی
انکو حربے گا وہ مثبت زیادہ ہو گا یا کہا جائے کہ تعارض ہی نہیں
کیونکہ زوج بریرہ قبل عتی بریرہ عہد بھی تھے اور خیر بھی تھے۔ البتہ وہ
تو عتی بریرہ سے بہت پہلے تھے اور عتی بریرہ سے کچھ پہلے حربی ہوئے
تھے اور پھر اس طرح عتی بریرہ تک حربی رہے اب رواۃ نے انکو
عہد صرف بتہ و نشان کے لئے کہا ہے جیسے ہم کسی کے تشنعات میں ذکر
کریں کہ ہم سے فلاں شخص ملے اور عہد کے طالب علم تھے تو اس سے
یہ لازم نہیں آتا کہ بوقت ملاقات بھی طالب علم ہو، ہوں امام حرام جنت
لعنان کو ہر ایک راوی کہتا ہے کہ وکانت تحت عبادۃ بن الصامت
حالانکہ جس قصبہ کو بیان کرتے ہیں اس کے بعد نکاح ہوا ہے پس معلوم ہوا
کہ تعارف و شخص کے لئے جس صفت کو ذکر کریں اسکو یہ لازم نہیں کہ
صفت بوقت قصبہ موجود ہو۔

باب الولد للفراش

عمل کیا کہ اگر زوجین مشرقین میں ہیں تو بھی ثبوت نسب کا حکم فرماتے ہیں حتیٰ کہ نووی کو بھی یہ کہتے ہیں کہ
چرا کہ امام صاحب نے یہاں بہت جمود علی الظاہر کیا ہے یہی ہے

امام صاحب جنکو لوگ صاحب لائے کہتے ہیں بعض علماء نے امام کے مذہب
اس طرح توہمہ و تائید کی ہے کہ ممکن ہے کہ تلاق زوجین باوجود
عہد الشرقین بطور خرق عادت ہو جائے لیکن جب نفس صریح موجود
ہے پھر اس قسم کی تاویل کی ضرورت نہیں عہد بن زمرہ کے قصبہ کا
مصلہ جو آپ نے فرمایا اس سے صاف امام کا مذہب نکلتا ہے۔ اور
علوم ہو جاتا ہے کہ الولد للفراش کی کس قدر رعایت ہے۔

یہ علان اگلے ہے جسکی طبع سلیم
باب یرى المرأة فتجبہ
ہو کہ ضرورت اور خواہش کے وقت
اختیار اس قسم کی رغبت پیدا ہوتی ہے کسی بھوکے کے سامنے
کہ کھانا گذرے یا تشنہ کے سامنے سرد پانی تو بلا اختیار دل
جاتا ہے اور وہ خواہش اس قسم کے علان سے رفع ہو جاتی ہے۔
بھوکے کو عہد طعام دیکھ کر رغبت ہو اور پھر رکھا سوکھا کھانا پانے
سے کھایا ہو تو وہ بھوک اور حاجت رفع ہو جائیگی۔ البتہ جو
خواہش خباثت نفس سے ہے وہ اس طرح زائل نہیں ہوتی اسکا
علاج نہیں اسکا علان یہ ہے کہ مرغوب کے انواع واقسام ہی سے
بیزکرے مثلاً کھانے کی خواہش خفت و حرص نفس سے ہو تو فاقہ کرے
نفس کو بھوکا مارے کیونکہ علان مذکورہ فی اکثرت اس کے لئے نہیں
ہو سکتا۔

سفر ثلثہ ایام بدون محرم کے حرام ہے

اور اس سے کم مدت کا سفر حرمت
مک ہے بدون محرم کے سفر ثلثہ ایام ہرگز نہ کرے نواہ بوزری ہو

یا جوان اور سفر حج ہو یا سفر حاجت و ہذا عندا خفیہ وغیرہم جوزوہ
فی بعض الصور۔

باب نول علی المرأة

اس دخول سے مراد ہے کہ جبکی ممانوت
دوسری روایت میں بالفاظ لا یخلون
رجل بامرأۃ (او کہ قال) آئی ہے ورنہ جس مکان میں عورت ہو اس
میں جانار ہنا مطلقاً ممنوع نہیں خصوصاً جبکہ وہاں کوئی اور بھی ہو۔

باب طلاق الحائض

خفیہ کے یہاں بھی جب تین اظہار لازم
میں تین طلاق دیکھا تب سنی ہوگی اور
اگر ایک طہر میں تین دے تو بھی حسن ہے فقہاء کہتے ہیں کہ طلاق فی حیض
المیض بہت مذموم ہے لیکن واقع ہو جائے اور رجعت واجب ہے چنانچہ
آپ نے رجعت کا ارشاد فرمایا اور رجعت جب ہوگی کہ طلاق واقع ہو گیا
ہو۔ بعض اہل ظاہر کے نزدیک طلاق حیض واقع ہی نہیں ہوتا وہ عید
عن السداد لروایات ابن عمر۔

باب طلاق البتہ

خفیہ مراد کا اعتبار کرتے ہیں اور ایک کی نیت میں
ایک اور تین میں تین طلاق واقع ہونے
فوتے ہیں دو کی نیت میں بھی ایک ہی واقع ہوگی لیکن اسے تین
کی نیت سے دو ہی واقع ہوئے۔ مابین تفصیل فی اصول الفقہ
اسے سکتی و نفقہ میں خفیہ کا وہی مذہب ہے
جو حضرت عمرؓ کا تھا یعنی نفقہ سکتی ہر روز
واجب ہیں شوایخ نے سکتی کو واجب کہا ہے بقول تعالیٰ لا تنفروا من
من بیوتہن اور نفقہ کو ماقطہ لیکن خفیہ بعض آیات کے اشارات

روایات سے نفقہ کو بھی ثابت کرتے ہیں حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ کیا فاطمہ
خدا سے نہیں ڈرتی جو اس قسم کی روایت کرتی ہے خفیہ کہتے ہیں کہ فاطمہ
کو سکتی اس لئے نہ دلوایا گیا کہ وہ زبان دراز تھیں گواصل سے واجب
ہے یہ سب خلاف طلاق ثلث اور فرعال میں ہے عاقل کا نفقہ و سکتی
بالاتفاق واجب ہے اور اس طرح مادون ثلث میں بھی نفقہ سکتی ہر روز
واجب ہیں۔

باب الطلاق قبل النکاح

تعلیق بالنکاح والشرع لا لام
جانے بڑے معینہ و منسوب الی العقود
والدار وغیرہ میں اور بعض ائمہ بھی متفق ہیں ہاں یہ طلاق و عتاق غیر
ملوک میں نہیں بلکہ وہ تو بوقت وقوع نکاح و ملک ہوگا البتہ امام
شافعیؒ بعض صورتوں میں غیر ملوک کو بھی آزاد کرادیتے ہیں یعنی بب
عہد مشترک کو کوئی آزاد کرے تو دوسرے کا ملوک حصہ بھی بلا کسی تفریق
کے آزاد ہو جائیگا اور کسی قسم کا توقف و التواء نہ ہوگا بلکہ اسی وقت سب
کا سب آزاد ہو جائیگا۔ اب یہ عقیق ملائیک نہیں تو اور کیا ہے امام صاحبؒ
بھی بالآخر آزاد کرانے میں لیکن نہ اسی وقت بلکہ یا تو باعتاق الشریک
انسانی یا باسعی وغیرہ میں اب شوافع کا عمل اس حدیث پر کہاں ہوایو۔
ترمذی نے واصل علی بذایں اور عمار کے ساتھ شوافع کو شمار کر لیا۔ اگر شوافع
ایک غلام کے بزار حصے ہوں تو ایک کے آزاد ہونے سے تو سوتناوے حصے
بھی آزاد ہو جائیں گے پس یہی تو عتاق مالا ملک ہے ابن مبارک کے
قول سے یہ معلوم ہو گیا کہ ایمان کی بات یہ ہے کہ جس قول کی تصدیق اور
اس پر عمل کرتا ہو ذرا سے شخص نے اسکو چھوڑ دے یہ نہیں کہ خفیہ کا قول

آسان دیکھا اس پر عمل کر لیا۔ شوافع کی بات موافق دعا دیکھ اس طرف کے ہو رہے۔

باب طلاق الاثر امام صاحب کا مذہب تو پورا حدیث کے موافق ہے لیکن شوافع کا مذہب بھی ترمذی بھی کہتے ہیں اور ہماری کتب میں جو شوافع کا مذہب لکھا ہے وہ یہ ہے کہ شوافع زہد کی حریت و عدم حریت کا اعتبار کرتے ہیں یا تو روایتیں ان کے مذہب کی دو ہیں یا نقل مذہب میں کسی سے غلط ہوگا۔ اگر وہی مذہب ہے جو تہمت خفیہ میں منقول ہے تو حدیث ان پر حجت ہے اور اگر خفیہ کے موافق ظاہر حدیث پر عمل ہے تو پھر عدت ہا حیضت ان کو کیوں نہیں قبول فرماتے ایک روایت میں پس عدت بالخیض ہونا اور اعتبار طلاق بالنسار دونوں مسئلوں پر خفیہ کی یہ حدیث دلیل ہے اور شوافع پر حجت ہے۔

باب الخلع جوہر کے نزدیک خلع کی عدت تین حیض ہیں کیونکہ وہ بھی ایک قسم کی طلاق ہے چنانچہ ایک روایت میں الخلع طلاق وار ہے اور آیت سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے۔ پس یہ حدیث عند الخفیہ متروک العمل ہے شوافع اور بعض ائمہ ایک حیض کی عدت کے قائل ہیں لیکن اس روایت میں ان کے مذہب کی دلیل نہیں کیونکہ وہ تو عدت بالاظهار فرماتے ہیں اس میں اگر ہے تو حیض واحد ہے نہ مکمل واحد اور یہ بھی احتمال ہے کہ حیضت کی تا وحدت کے لئے نہ ہو بلکہ حیض و نحر کے لئے ہو فقہار کہتے ہیں کہ اگر زوجہ کا قصور **باب الطلاق بامر الالب** ہو تو یاپ کی اطاعت کرے زوجہ

وطلاق دیدہ اور باپ ناحق ایسا چاہتا ہے تو طلاق نہ دے اور یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ اس حالت میں ضروری نہیں۔

باب طلقہ المعتوه جنوں میں بلا طلاق طلاق نہیں پڑتی اور سکون میں بعض کہتے ہیں کہ نہیں پڑتی۔ خفیہ فرماتے ہیں کہ اگر اس کو سکر از قسم مصیبت ہے تو نیز طلاق پڑ جائے گی اور اگر از قسم معاص نہیں تو واقع نہ ہوگی بظاہر الحدیث غرض عند الخفیہ بھی عدم وقوع ہے بحقیقت ظاہر حدیث لیکن شدہ و ازجر واقع کی گئی۔

اگر آیت اربعۃ اشیاء ہوا روایت وضع **باب لحامل متوفی عنہا زوجہا** حمل میں تعارض تسلیم کر لیا جائے تو وضع حمل کی آیت بوجہ تاخر فی النزول کے مانع ہوگی۔ عدت میں آپ نے مکمل کو منع فرمایا اگرچہ بطور دوا کے بھی ہو کیونکہ اور ادویہ اس کے علاوہ موجود ہیں جن سے ضرورت رفع ہو سکتی ہے اس کے مذہب امام مذہب کی تا نیز نکاحی ہے کہ وقت موجبی دوا رباح استعمال دوا حرام جائز نہیں ہاں جب کوئی اور دوا مانع نہ ہو تب جائز ہے۔

باب کفارة الظہار اس حدیث میں جو مقدار ہے وہ خلاف مذہب ہے کیونکہ ترمذی الخفیہ ساہل صاع واجب ہیں اور عند الشوافع صرف ایک وقت کے تین صاع۔ پس مقدار مذکور فی القصہ شوافع کی مقدار سے بھی کم ہے پس کہا جائے کہ یہ تفسیر ہادی نے اپنی طرف سے کر دی ہے کہ پندرہ صاع کی مقدار تھا۔ گو واقع میں وہ زیادہ ہو یا مرد آپ کے ارشاد سے یہ ہے کہ یہ مقدار ایک ساکین کو دو سح طعام آخر کے چنانچہ بعض روایات میں دوسرے کیل کا لایا جائے ہے۔

باب لا یموت آپ کا ایلا شرعی نہ تھا بلکہ آپ نے ایک ماہ کی قسم کھائی تھی پس یہ لغوی ایلا تھا آپ نے پورا فرمایا۔ کفارہ وغیرہ واجب نہ ہوا۔ اس صورت میں اگر عدت قسم کو پورا کر دیا تو کفارہ نہ ہو گا اور اگر قسم کو توڑ ڈالا کفارہ واجب ہے ایلا شرعی چار ماہ کا ہے اس میں اختلاف ہے شوافع وغیرہ کہتے ہیں کہ چار ماہ کے بعد زوج کو اختیار ہوتا ہے خواہ طلاق ویدے یا روک رکھے۔ حنفیہ کے نزدیک چار ماہ گزرنے پر خود بخود باندہ ہو جاتا ہے کفارہ نہیں آتا ہاں چار ماہ کے درمیان اگر انقضائے عین و رجعت کرے تب کفارہ آتا ہے یہ رجعت معتبر ہوئی اور قسم کا من یکن ہو جائیگی و ہو قول الثوری "آیت ایلا سے ہر ایک کا مدعا باطل تھا و اول ثابت ہوتا ہے۔

باب اللعان امام صاحب فرماتے ہیں کہ مقاسمہ کے بعد تفریق حاکم و قاضی ضروری ہے چنانکہ حدیث میں بھی فسق و بیہوشی آتا ہے اس کے علاوہ بعض روایت میں ہے کہ ایک شخص نے بعد از عہد کے عرض کیا کہ یا حضرت ہم دونوں نے قسمیں کھائیں کس کا کذب معلوم نہیں ہوا میں اس کو رکھنا نہیں جانتا اور تین طلاقیں دیدیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا معلوم ہوا اس وقت تک وہ اس کی روم ہی تھی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ طلاقات ثلاثہ دفعۃً واحدۃ جائز ہیں۔ و قول الحنفیہ شوافع فرماتے ہیں کہ محض لیمان موجب فرقت ہے بعض نے کہا ہے کہ مقاسمہ زوجین کے بعد فوراً فرقت ہو جاتی ہے بعض کہتے ہیں کہ عورت کی قسم سے پہلے ہی صرف مرد کی قسم پر تفریق ہو جاتی ہے۔ و اصل علیٰ ہذا کہنا ظاہر ہے کہ الحاق و لایام کی نسبت تو درست ہے

یہ تفریق قاضی و عدم ضرورت تفریق میں تو اہل علم میں خلاف ہے۔
باب متوفی عنہا زوجہا خواہ وہ اسکو میراث زون سے ہٹا ہوا کسی اور طرح سے اس کی ملک میں ہو یا زون اور ورثہ زون کے زیر پر اس کا نفقہ دسکتی نہیں دن میں نکلتا اپنی عورت کے لئے درست ہے۔

باب ترک الشبہات جن امور کا طہال و حرام ہونا شبہ ہوا ان کا ترک ضروری ہے ورنہ مفسد الی الحرام ہوتا ہے چنانچہ آپ نے شال و دیکر واضح فرما دیا اس لئے انما اور مجتہدین کا فرض ہے کہ جو امور بین الحلال و الحرام ہوں ان میں اس کی ضرورت عین فرمادیں اصول مسلمہ کہ بیع و عرم کے تعارض میں عرم کو ترجیح ہوتی ہے۔
باب تغلیظ الزور بلکہ اور بھی کہاڑ ہیں بعض کہتے ہیں کہ جو معاصی شر و فساد میں ان معاصی کے شاہد ہوں جتنا کبیرہ ہونا مخصوص ہے وہ بھی کبیرہ ہیں بعض کہتے ہیں کہ کبیرہ و صغیرہ امتناعی امور ہیں پس یہ قویٰ ہے۔

باب التیجار مقررین کے چار ہی درجے آتے ہیں انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین اور مراتب میں ترتیب بھی ہے ہے البتہ ہر ایک نبی کا مساوی فی الرتبہ ہونا ضروری نہیں اس طرز تمام صدیقین کا مساوی القدر ہونا ضروری نہیں بلکہ بعضہم افضل من بعض چنانچہ حضرت صدیق اکبر تمام صدیقین سے اعلیٰ و افضل ہیں علیٰ ہذا القیاس شہداء و صالحین صدیق کہتے ہیں کامل الصدق کو جو انبار

نبوت کے لئے قابل تام ہوا اور جسکو نبی سے تقابل کا حق ہو جیسے حضرت
صدیق اکبر کہ سن قابل تام تھے اور تقابل کمال حاصل تھا اس واسطے
سے استفادہ انوار میں نہایت آسانی تھی چنانچہ غیر صحاح کی روایت میں
ہے کہ میں نے صدیق کے قلب میں وہ ڈال دیا جو کچھ میرے قلب میں نہ
گیا تھا۔ اور شریعت صوفیہ دیکھتے ہیں کہ بھوکا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
قدم مبارک ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سر پر نظر آتے ہیں یعنی انتہائے درجہ نبوت انقطاع
درجہ صدیق اکبر ہے وہ پہلی المراتب یوتیر میں یشاد تجارت کو مشرب
بالصدق کرنا چاہیے تاکہ جو کون حلف عاثر بلا اختیار یا کذب وغیرہ صادر
ہوا ہو اسکا کفارہ ہو جائے۔

باب لشرایا اہل

عائشہ کی حدیث سے جواز بیع الی اہل
اسلام ہو گیا۔ باقی اہل جمہول عندا غنیہ
جائز نہیں پس اس معاملہ میں ہے کہ کون مدت میں مقرر فرمادی ہوگی
اور الی البیرو بھی فرمایا ہوگا ہاں اس طرح جائز ہے کہ ایک نے بی
بیع تمام اور خمس مبین کر کے اب کہے کہ میں بھڑا کر دوں گا۔ اس صورت
میں جمالت اہل غنیا لا خلاف بھی جائز ہے اور روایت کا اصل ان مسئلہ
پر بھی درست ہے۔

باب بیع المدبر

شواہد جائز کہتے ہیں اور حنفیہ ناجائز اور احادیث
جو اس بارہ میں آئی ہیں وہ حنفیہ پر حجت ہیں
اور انکا جواب دینا پڑے گا لیکن یہ روایت تو حنفیہ کے موافق ہے نہ
شافعیہ کے کہونکہ یہ صاف لفظ میں دیگر..... قصات..... قبضت بیع
مدر بعد الموت تو کسی کے نزدیک بھی جائز ہیں یہ تو گویا مسئلہ مختلف ہے
۱۳۰

یہ بیعہ ام ہے بلکہ خریدی بیع ہے جس طرح حنفیہ کو اسکے ترک و تاویل سے
چارہ نہیں ایسے ہی شواہد کو تمسح جو تاویل کرتے ہیں وہ جب کرنی پڑتی
ہے کہ حیات مول و حالت مدبریت میں بیع ہو یہاں تو وفات مول
اور وقوع حریت مدبر کا قصہ ہے۔ پس اسکو شارح کی خصوصیت پر عمل
کیا جائیگا۔ اب ترمذی کا داخل علی ہذا کہنا درست نہیں اس پر تو کسی کا
بھی عمل نہیں اور نہ کسی کے لئے یہ جائز ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ بیع مدبر
میں بعض حضرات کا مذہب جواز کا ہے۔

باب تلقی الجلب

اگر بلا خرید ہو تو جائز ہے ورنہ منع ہے اختیار
بیع جب ہوگا کہ شرط کر لی ہو خواہ غنیمت لیر ہو
یا کثیر۔ اور بلا شرط کے بیع بیع عندالامام نہ ہو سکے گا بیع حاضر الباس
میں اگر اہل بلد کا ضرر نہ ہو تو جائز ہے بصورت ضرر ممنوع ہے۔
لہذا الحدیث۔

باب الحاق قند و المرابنہ

اس میں پر پورا عمل تو حنفیہ کا ہے شواہد
کا عمل بھی ہے لیکن وہ عرایا کو جائز کہتے
ہیں و صراحتہً محاذ مزابنہ ہے غرض شواہد کہتے ہیں کہ پانچ لادستی سے
کم میں محاذ مزابنہ درست ہے زیادہ میں نہیں اور حنفیہ مطلقاً منع فرماتے
ہیں اور عرایا کو بیع میں داخل ہی نہیں کرتے صلیت اور بیضار کا مقابلہ
عند الجہور جائز ہوا۔ اور عند السعدی ممنوع۔ سعدی نے رطب پر قیاس فرمایا۔
امام صاحب رطب بالتمر کے مبادرا کو جائز فرماتے ہیں۔ غرض میں مذہب
ہو گئے ایک جمہور کا وہ رطب بالتمر کو جائز نہیں کہتے بظاہر اگر بیش و درست
بالبیضار کو جائز فرماتے ہیں لقول علیہ السلام اذا اختلف الجہان فبیعوا

حرم کلمے رہے ہیں اور شوافع بیچ کو حلال نہ تھا۔ تعارض میں حرم مقدم ہو تا ہے
 خفیہ اور جہور اس پر نہیں کہ اتحاد جنس کے
باب الحظفہ بالخطفہ وقت تفاضل و نسب ہر دو حرام اختلاف
 میں تفاعل جائز نہ حرام۔ لام ماکث فرماتے ہیں کہ بیضا بیضا میں بھی
 تفاضل ممنوع ہے۔ دلیل اعلیٰ بعض روایات ہیں جن میں مطلق تفاعل
 کی نہیں ہے۔ ابن عباس و اسامہ وغیرہم وسعت فرماتے ہیں وہ کہتے
 ہیں کہ اختلاف جنس کے وقت تفاضل و نسب ہر دو جائز ہیں شریعت میں
 جہور علماء اس طرف ہیں کہ نسب جائز نہیں۔

باب البیوع بعد التاییر لام صاحب کے نزدیک غواہ شریکوں
 انتفاع اور تریب بخش کے ہو یا نہ ہو
 درخت کے تابع نہ ہوگا بلکہ بائع کے واسطے ہوگا جس کہتے ہیں کہ اگر
 ایسا ہو کہ اس سے انتفاع ہو سکے یا اور بادی الصلاح ہے تو بائع کا
 ہوگا ورنہ درخت کے تابع ہو کر بیع میں آجائے گا۔

باب البیوعان بالخیار اور بخار کے ایک تو یہ معنی ہیں کہ بیع کے
 بعد مشتری سے بائع کہے کہ اگر تم نے
 لا بیع اور مشتری کہے اگر تم نے اس کا عکس ہو یعنی مشتری کہے اور بائع
 جواب دے کہ میں اس سے خیار عقد سے بھی تائید ہو جاتا ہے اور اختیار باقی نہیں
 رہتا۔ یا مردے خیار شرط کو بیع کے بعد جنس تک اختیار محدود تھا لیکن وہ مختار
 ہو گئے تو اختیار باطل ہاں اگر شرط کر لیا تو اختیار بعد مجلس میں باقی غرض
 عہہ تیسرے میں اور بخار کے ہیں کہ اگر وہ کہیں کہ ہم کو جنس میں بھی خیار نہیں رہا
 تو خیار باطل ہو جائے گا لکن اعلیٰ طیف احمد

تفریق اور خیار سے حال سابق بدل جاتا ہے۔ بعض روایات کی وجہ سے
 بخار کے پہلے معنی قوی معلوم ہوتے ہیں خفیہ کہتے ہیں کہ تفرق سے
 اقوال مراد ہے اور شوافع بلا مدان کہتے ہیں اور خیار مجلس ثابت کرتے ہیں
 اس تفرق کے معنی ہیں ہر مرد ہے۔ ترمذی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل کو
 نقل کر کے کہتے ہیں کہ الراوی اعلیٰ جہود الروایت یہ قاعدہ و نسب
 کا سلسلہ ہے لیکن خفیہ کی طرف منسوب و مشہور ہے۔ خفیہ کہتے ہیں کہ اگر
 تفرق بالا مدان مراد لیا جائے تو قواعد کلیہ کے صریح مخالف ہوگا کیونکہ
 ایجاب و قبول کے بعد تمام عقود پورے اور کامل ہو جاتے ہیں چنانچہ
 اجارہ اعارہ وغیرہ میں شوافع بھی موافق ہیں پس اس جزئی کو قواعد
 کلیہ کے موافق بنانا چاہیئے نہ بالعکس۔ باقی رہے ابن عمر رضی اللہ عنہما ہے کہ
 وہ دوسرے متعاقد کے جھگڑے سے بچنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں کیونکہ
 ممکن تھا کہ وہ ظاہر حدیث کو پیش کر کے بیع نسخ کرنا چاہتا۔ پھر ابن عمر
 کو دلیل و محبت سے کام لینا پڑتا۔ انہوں نے پہلے ہی سے ایسا طریقہ کیا
 کہ مخالف کو الزام ہو جائے۔ ابوہریرہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی روایت کو پیش کرنا کسی
 طرح صحیح نہیں کیونکہ اس کو شوافع بھی نہیں مانتے کہ اگر متعاقدین ایک
 کشتی میں ہوں تو وہاں ہمیشہ اختیار باقی رہتا ہے کیا وہ متعاقدین طوع
 ضروری اور غمخوار وغیرہ کے لئے بھی جہاد ہوئے ہونگے ہیں اس کے معنی
 پہلے اپنے مذہب کے موافق بنائیں پھر خفیہ کے اور محبت ٹھہرائیں۔ ایک
 روایت میں انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قصہ آتا ہے کہ چند لوگوں کے ساتھ سفر
 میں تھے ان میں سے دو نے ایک فرس کی بیچ و شرار کی اور لگے روز
 تک گفتوگو اعلیٰ حال بندھا رہا جب اس کا مشتری اس روز زین لیکر

ہندھنے آیا تو ملک مانع ہوا۔ مشتری نے کہا کہ بیچ ہو چکی ہے۔ بلانے نے کہا کہ میں تو نہیں بیچتا۔ غرض ابوہریرہؓ سے پوچھا گیا کہ اگر ائمہ فرقتیں پس کیا کسی کے مذہب میں لگے روز تک بھی خیار ہے اور کیا وہ شخص جو ان و ضروریات کیلئے بھی علیحدہ نہ ہوئے ہوئے زمین بجانے کے واسطے علیحدہ ہونا ضرور ہے پس اگر اے سنی شوافع نادیں تو حقیقت پر حجت قائم کر۔ یہ ثابت ہے کہ امام صاحب خیار مجلس کو نہیں مانتے اور دلیل یا مآول حدیث امام صاحب سے منقول نہیں ہاں امام محمد سے منقول ہے کہ خیار مجلس تفرق باقوال تک رہتا ہے اور حدیث میں تفرق باقوال..... مراد ہے اور ایک ام عیسیٰ ابن ابان سے مروی ہے اور اسی کو امام ابوہریرہؓ سے منقول کہتے ہیں کہ تفرق سے تو مراد بالادان ہے لیکن خیار سے مراد خیار قبول ہے۔ یہی دوام میں جو مروی ہیں جو اس تاریخ توجیہ کی یہ ہے کہ ظاہر حدیث پر مخالفت قواعد کلیہ شرعیہ کی لازم آتی ہے۔ امام طحاویؒ نے روایت خشعیہ ابن یسقط سے استدلال کیا ہے کہ بیچ نام ہوگئی۔ ورنہ اقرار کے کیا معنی ہوئے صاحبین کے دو جواب مذکور ہوئے لیکن امام کی شان اس سے ارفع معلوم ہوتی ہے کہ ایسے جواب دیں گو جواب کافی ہیں اس مسئلہ میں عین مذہب ہیں ایک حنفیہ کا کہ بیچ نام ولازم ہو جاتی ہے اور خیار مجلس نہیں۔ دوسرا شوافع کا کہ بیچ منعقد ہو جاتی ہے۔ لیکن لزوم نہیں۔ تیسرا اہل ظاہر اور بعض محدثین کا کہ بیچ منعقد ہی نہیں ہوتی کیونکہ ایک روایت میں لایق الم یفرقا وار د ہے پس اس تفصیل مذاہب کے بعد نظر انصاف طحاوی کا استدلال بمقابلہ شوافع صحیح نہیں اہل ظاہر کے مقابلہ میں ہو سکتا ہے امام طحاویؒ

واعلم اناس بزمہ الحنفیہ ہیں شاید انہوں نے روایات کی طرف توجہ نہیں کی جو ایسا جواب فرمایا مذہب ثلثہ میں بہتر بروئے انصاف مذہب شوافع کا ہے کیونکہ وہ عین ہیں ہے اور روایات کی تطبیق و مآول ہو سکتی ہے ظاہر ہے کہ امام صاحب کا بھی وہی مذہب ہے جو ظاہر حدیث سے مفہوم ہوتا ہے اور ابوہریرہؓ اور ابن عمرؓ سب امام کے موافق ہیں اور انے اقوال و افعال کی کچھ عبادت نہیں بلکہ تفرق سے بالادان، ہی امام صاحب کے نزدیک مراد ہے اور خیار مجلس ثابت لیکن یہ سب علی سبیل التبرع ہے نہ مکمل وجہ الوجوب واللزوم۔ یعنی تفرق بالادان تک اختیار رہے گا تبرعاً۔ پس متاقدین کو تبرعاً یاہیے اس تفرق تک ایک دوسرے کی مرضی کے موافق کیا کریں گو واجب نہیں اور اس قسم کے امور کا پتہ روایات سے ملتا ہے۔ خلافت کا قصہ ہے کہ وہ ایک شخص سے طلب دین سید بن جھریؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز شکر پر وہ اٹھایا اور کعب کو فرمایا کہ ضعیف یعنی نصف دین صاف کردو اور مدینوں سے فرمایا کہ تم اسی وقت ادا کرو یہ فیصلہ فضلاً و تبرعاً ہے نہ ربح نزاع کے لئے کہ ادا یا مطلب یہ نہیں کہ ہر ایک قضیہ میں قاضی نصف دین کو صاف کرادیا کرے اور مدینوں سے نصف فوراً ادا کرادے اس قصہ کے بطور تبرع و فضل ہو نیکی کو سب مانتے ہیں اور تخصیص برحق رہتی ہیں حالانکہ تخصیص بہت لاجاری کوئی جاتی ہے۔ اسی طرح خیار عیسیٰ جبر طوافضلاً ہے کہ مسلمان کے مناسب یہ ہے کہ وہ واجب یہ امر ہے۔ شران حرہ کا قصہ بھی اسی قسم کا ہے کہ اٹھادی اور ابن عمرؓ نے یہاں منازعت لئے آپ نے ابن زبیرؓ کو فرمایا کہ پانی آجائے گے کبیر

پھر ہاں کو انصاری کی طرف چھوڑ دینا انصاری اسکو خلاف انصاف کہتا
 او کہیا کلن کان ابن عکک بیت کو غصہ آیا اور فرمایا کہ جسے ملہ فخر اوی
 ال الجوزہ (او کا قال) سبب ہے میں حکم کو لا تہرنا تھا اصل حکم بعد کہ
 تھا جو آپ نے غصہ کی وجہ سے ظاہر فرمایا تھا انصاری پر رحم کر کے جس نے
 دو جہاز لفظ کہہ کر اصل حکم ظاہر کر دیا ورنہ امام صاحب تو غالباً پھر بھی اصل
 حکم لینے اور دوسرے لوگ ظاہر حدیث کو دیکھ کر امام کے سر ہوتے مگر
 اس طرح امور جزئیہ کو قواعد کلیہ کے مطابق ہر کوئی بناتا ہے البتہ بعض
 صاحب ظاہری موقع پر ایسا کرتے ہیں مگر ذرا سے ظاہر اسکو چھوڑ بیٹھے
 ہیں۔ امام صاحب ہر جگہ قواعد کلیہ کا لحاظ رکھتے ہیں۔ بعض قرائن
 بھی موجود ہیں جن سے اس خیار کو تورع و فصل پر عمل کر کے تائید ہوتی ہے
 مثلاً ابوہریرہ اسلمی کی روایت اسکے صریح معنی اب یہ ہے کہ تبرع اور
 افضل یہ ہے کہ فرس کو واپس کر دے کیونکہ جہاں مسلمان کا مسلمان برقی
 اور اس میں ابھی تک کسی کا کچھ نقصان نہیں ہوا السلام اخو المسلم لا یسئل ولا
 یخذلہ میں اسکو مل وجہ التبرع لینے سے ابوہریرہ اسلمی کی روایت کے
 معنی بھی درست ہو جائیں گے ورنہ شوافع جتنا زور چاہیں لگائیں اسکے یہ
 معنی نہیں بن سکتے بلکہ اب تو یہ روایت محل علی التبرع کے لئے دلیل اور
 قرینہ ہو گئی اور ایک قرینہ وہ روایت ہے کہ جو ابو داؤد و نسائی میں ہے
 مَا لَوْ تَصَفَّقْنَا اَوْ تَخَيَّرْنَا زَالَتْ اس سے بھی وہی تبرع و فصل مراد ہے
 ورنہ احتیاطاً لاشک کی شرط تو کسی کے نزدیک بھی نہیں اس پر تو شوافع کا
 عمل بھی نہیں بلکہ اختیار مرہ کو فرماتے ہیں حالانکہ اختیار مرہ کی کہیں
 تصریح نہیں بلکہ لا تو مطلق ہے یا نہ اس اب تو شوافع کو شاید تہہ ہوا نہ تھا

چھوڑ کر مرہ لینے کی خطا پر وقوف ہو۔ ہاں اگر ہر دو جگہ تبرع لیا جائے
 تو پھر کسی روایت کا ترک محل لازم نہیں آتا ابن عمر کا فعل بھی صحیح ہوگا
 ابوہریرہ کا فتویٰ بھی درست ہوگا کیونکہ یہ حد عدل میں داخل نہیں
 کہ فصل و تبرع میں داخل ہے بیشک یہ اس سے پہلے تمام ہو چکی یکس
 پر جو فضل مسلمان کے لئے ہے کہ اس مسلم کے لئے تفرق عن الجہل
 اختیار باقی رکھے۔ ابن عمر ذی اس لئے کوئے ہو جاتے کہ اگر مجلس ہی
 میں اس نے فسق کیا چاہا اور میں نے انکار کیا تو خلاف تبرع ہوگا ہاں
 حقیقاً و التفرق تو تبرع کا ہی حق فسق نہیں غرض امام صاحب کے مذہب ہی
 یہ ہے کیونکہ وہ تمام روایات و قواعد کلیہ کو پیش نظر کر کے ایک
 جامع حکم فرماتے ہیں۔ جس میں کسی روایت کا ترک لازم نہ آئے بلکہ سب
 محل ہو جائے۔ اسی طرح اس تاویل کے بعد کسی روایت میں غلطی
 نہ ہے نہ فعل صحابی کوئی خلاف مذہب رہتا ہے نہ کوئی روایت محل
 ہو جوتی ہے دیگر ائمہ کا یہ طرز ہے کہ قوی روایت پر عمل کرتے ہیں و
 جف کی تاویل و تطبیق یا ترک کرتے ہیں اختلاف کے وقت امام اکث
 میں حدیث کے فتویٰ کو اور امام شافعی اہل مکہ کے فتویٰ کو راجع اور اپنا
 یہ بتاتے امام احمد ایک کو اپنا مذہب اور دوسرے کو جائز فرماتے
 گویا اجتہاد سے بہت کم کام لیتے ہیں۔ ہاں امام ابوحنیفہ کا طرز نالا
 کہ نہ اہل کو مذک سنتے ہیں نہ کسی کی جگہ تمام روایات پر غور کرنے کے
 جو حکم کچھ میں آتا ہے اور قواعد کلیہ کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ پھر ایک دور روایت
 ف قواعد کلیہ آتی ہے اسکی تطبیق و تاویل کرتے ہیں۔ بالاحصا اس
 حق میں خیال کہ تبرع پر محمول کرنے سے ساری باتیں درست ہو جاتی ہیں

لیکن یہ ایسی بات ہے کہ باوجود بہت تلاش کے کہیں نہیں دیکھی گئی
البتہ فتح الہادی میں ابن حجر نے پہلے حنفیہ کے بہت سے دلائل کو توڑا
ہے اور پھر اسی طرف سے یہ جواب نہیں دیا ہے مگر اسکو احتمال بعید
کہا ہے مگر تب بھی کہ ایسا علم بالحدیث یوں ہے شاید دیگر روایات کی
طرف توجہ نہیں کی اور اگر بعید سے تو شواہخ بھی تو بہت سے مواقع میں
احتمال بعید ہی کو لے لیتے ہیں یا کہا جائے کہ خیابان کشمیک ہے میں
بیشک قبل تفرق مجلس اختیار باقی ہے گا لیکن حنفیہ کے بارہا متعلقہ
ثانی اس سے کام نہ چلے گا ہاں جب دوسرا متعاقد بھی راضی ہو جائے تو
بیع ضعیف ہو سکتی ہے بعض صورتیں وہ ہیں جہیں کسی کو بھی خیابان نہیں رہتا
جیسے تفرق عن مجلس کے بعد اور بعض میں دونوں کو ملکر ہو سکتا ہے ہر دو
کو نہیں جیسے ہی صورت جس پر اہل تفرق کا کو عمل کیا ہے اور بعض صورتوں
میں ہر واحد کو خیابان رہتا ہے جیسے قبل التفرق بالا قول۔ یہ مسئلہ ایک بار
اختلافی مسئلہ ہے طرفین کے مفید امور موجود ہیں بہت سے شواہخ نے
اس پر مستقل رسالے لکھے ہیں اور امام صاحب پر اس مسئلہ میں بڑی لے
دے ہوئی لیکن اہل اہم کا مطلب صاف ہے کوئی موقع گرفت کا نہیں۔

باب الاختلاف | جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ اس سے خیابان نہیں ثابت ہوتا
کا بعض نے کہا ہے کہ ان کلمات سے اسکو خیابان
ہو جاتا ہے ورنہ اس قول سے فائدہ کیا ہوگا۔ جمہور کی طرف سے جواب
جانبہ کہ یہ خاص ان صحابی کی خصوصیت ہے یہاں سے معلوم ہو گیا کہ جو
جزئی قواعد کلیہ کے خلاف ہوا اسکی تاویل وغیرہ کی جائیگی قواعد کلیہ
میں اسکی وجہ سے رخصت اندازی نہ کریں گے چنانچہ یہاں تخصیص کے قائل

ہے جو سب سے گروہ کا جواب ہے لیکن قواعد کلیہ کا لحاظ ضروری
نہ کیا۔ مگر ایک روایت میں جسکو حاکم نے مستدرک میں ذکر ہے یہ الفاظ
میں نقل لا خلافت ولی الخیار ثلثہ ایام میں اسکی موافقی تو تخصیص
وہ دہ ماننے کی کچھ ضرورت نہیں اسیں صریح الفاظ خیابان میں ان سے تو ثابت
ہوئی جائیگا۔ یا یہ کہا جائے کہ فائدہ ان الفاظ سے یہ ہوگا کہ باطل متنبہ ہو جائے
اور اسکو دھوکا نہ دیگا کہ دنیا واقف ہے غیر القرون کے لوگ تو ضرور خبردار
ہوئے سے اور حنفیہ کے بعد خیال کرتے ہوئے آجکل بھی ناواقفوں اور کچھ
کو دھوکا دی دیتا ہے جو اعلیٰ درجہ کا دل اور خیس ہو ورنہ چالاکی کی یہ
بات ہے کہ ہوشیار و تیز آدمی کو دھوکا دے جہذا حنفیہ عاقل بالغ پر حجر
ہیں ہو سکتا۔ شواہخ کے نزدیک حجر ہو سکتا ہے چنانچہ اس روایت کو دلیل
ہے ہیں لیکن راجح دلیل نہیں ہو سکتی ورنہ آپ اسنے انکار کی وجہ سے
شرعی سے باز نہ رہتے آپ نے انکو پہلے مشورہ دیا تھا انہوں نے عندیہ
آپ نے قبول فرمایا پس یہ روایت حنفیہ کی صریح دلیل ہے ہاں مال
حجر بالاتفاق ہو سکتا ہے۔

باب المصراۃ | اس میں دو روایتیں ہیں ایک میں مدت کی تعیین
نہیں مطلق ہے اور قمر کی تخصیص ہے دوسری روایت
میں ثلث ایام ہے لیکن یہ تعیم ہے کہ گندم کے سوار جو کچھ چاہے دس بمصرۃ
حدیث کا جواب جو صاحب نور الانوار دیتے ہیں ہرگز درست نہیں کیونکہ
ابوہریرہ غیر فقیہ کہہئے جائیں تو ابن مسعود کی روایت جسکو بخاری
نے بھی خرینہ کیا ہے اسکا کیا جواب ہوگا پس جواب یہ ہوگا کہ انکو تو
روایات تکلف ہیں بعض میں کچھ ہے اور بعض میں کچھ اور دوسرے قواعد کلیہ

اور نصوص صریح کے خلاف ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ فاعتمدوا علیہ
بمثل ما اعتدلت علیکم۔ اور مثل یا صوری ہوئی ہے یا سنوی اور
جب بن قلیل ہو یا کثیر خواہ ایک روز قطع اٹھایا ہو یا دو تین روز
تیس وہی ایک صراحہ واجب کیا گیا یہ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی یہ
داخل صوری ہے اور نہ سنوی پس یہ نصوص و قواعد عقلیہ شریعہ کے
خلاف ہے اور یہ غیر واحد پس اتنی مخالفت کثیرہ کی وجہ سے چھوڑا گیا
طحاوی نے جواب دیا ہے۔ رد صلا کو استحباب پر بھی حمل کر سکتے ہیں
روایات کو خصوصیت وغیرہ پر سب حمل کر لیتے ہیں پس اس روایت کو
امام صاحب نے خلاف قواعد شریعہ سمجھ کر چھوڑ دیا تو کیا ہوا۔

باب لا اشتراط

حنفیہ و شافعیہ جاز نہیں کہتے بسبب عموم احادیث
نہی من یحی و شرط کے امام احمد و شافعی اس حدیث
سے جواز ترک کرتے ہیں اور ایک شرط کی ممانعت نہیں سمجھتے دو شرطوں
کو من فراتے ہیں یا میں مختلف روایات آتی ہیں بخاری نے سب کو جمع کیا
ہے بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ نزع کے بعد آپ نے اجازت فرمادی تھی
بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے عرض کرنے سے اجازت دیدی تھی اور
بعض سے اشتراط ثابت ہوتا ہے بخاری نے کہا ہے کہ والشرط اکثر
پس ہم ایک روایت کی تعیین کر کے دوسری کی تاویل کریں گے اور
وہ روایت لیں گے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اجازت فرمادی
تھی۔ پس اس صورت میں روایات مباحثت سے تو تعارض ہی نہ ہوگا
اور اشتراط کی تاویل کر دیں گے کہ جابر پہلے سے کہتے تھے کہ یا حضرت
بیچ تو کروں مگر کہ میں کس طرح پہنچوں گا۔ آپ نے پہلے ہی سے فرمایا

کہ تم سوار ہو لینا۔ امام احمد و سنی اشتراط کی روایت کو لیکر دوسری
جو میں کرتے ہیں ہم نے نکل کر دیا اور تعارض و ترک روایات ہی سے نکلے
رہے اور قواعد کا بھی خلاف نہ لازم آیا۔ اور ممکن ہے روایت تو اشتراط
کی ہیں لیکن شرط کو صلب عقد میں داخل نہائیں آپ نے قبل العقد ہی
فرمایا ہوگا کہ تم بیچ کر دوسواری کا فکر نہ کرو یا بعد البیع فرمایا ہو۔

باب لمکاتب

ابوداؤد میں روایت ہے کہ المکاتب عبد باقی
علیہ درہم یا اس پر عمل ہے اس باب میں مذکور
روایت پر عمل نہیں وہ روایت اسکی ناخ ہو سکتی ہے پردہ کا حکم
اگرچہ استحباب پر محمول ہے لیکن امام صاحب تو مکاتب سے پردہ وہ
فرماتے ہیں پس وہ کہیں گے کہ سخت اور گہرے پردہ کا حکم استحبابی ہے
گوئی نفس پردہ پہلے سے واجب تھا۔

باب من وجد شیئاً بعینہ

اس میں خلاف نہیں جو شخص اپنے
اسباب کو بعینہ پاوے وہ احق ہوتا
ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ بعینہ سے کیا مراد ہے امام صاحب فرماتے
ہیں کہ بعینہ صرف شے ہوں یا امانت ہو سکتی ہے شے بیع بعد البیع
بعینہ نہیں رہتی کیونکہ تبدل ملک سے تبدل عین ہو جاتا ہے فقہ رحم
برہان کے لئے شاہد ہے وچ بعض روایات من وجد بعینہ کے مسئلہ
میں حنفیہ کے مخالف ہیں۔

باب غل الخمر

غل خمر کی علت میں خلاف نہیں لیکن اختلاف میں
الخمر میں اختلاف ہے پس بعض ائمہ جاز فرماتے ہیں
لیکن امام صاحب اختلاف میں الخمر کو ضرور ناجائز کہتے ہیں مگر اچھا نہیں

باقی غریتم کو گرا دینے کا امر اس لئے فرمایا کہ آپ نے بیت مسلم میں غرق رہنا پسند نہ فرمایا۔ یا بدلے حرمت خرید بھول ہو کر جب آپ نے ظروف کو جس طرح فرمایا تھا اس وقت اراقہ غریتم کا حکم فرمایا ہوگا۔

باب العاریۃ من ذیۃ العاریۃ من ذیۃ کو امام صاحب بھی مانتے ہیں لیکن اس سے ادائے ضمان ثابت نہیں ہوتا بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو الدین مقضیٰ کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عاریت میں قصداً ضمان نہیں ہوگی بلکہ ادا ہو سکتی ہے اور ادا کرتے ہیں ادائے عین ما وجب کو کھرا دوائے شل کو ضمان عاریت میں ضمان واجب فرماتے ہیں امام صاحب کے نزدیک واجب نہیں مگر جبکہ مستحیر کی تعدی سے ہلاک ہوا امام صاحب اسکو امانت سمجھتے ہیں قاعدہ فرماتے ہیں کہ حسن بھول گئے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حسن حدیث کو نہیں بھولے بلکہ انکا مذہب وہ تھا جو امام صاحب کا ہے یعنی ادائے امانت کے تو قائل تھے مگر ضمان کو واجب نہ فرماتے تھے اور حدیث سے ضمان ثابت ہی نہیں۔

باب الاحترار احتکار اقوات میں ممنوع ہے جبکہ لوگوں کو ضرورت ہو اور اسکے احتکار کی وجہ سے ضرر ہوتا ہو۔

باب اذا اختلف البیعان ظاہر یہ ہے کہ روایت میں اختلاف متعاقبین سے مراد اختلاف فی تعذر الشئ ہے مثلاً بائع کہتا ہے کہ میں نے دس روپیہ کو فروخت کی اور مشتری کہتا ہے کہ میں نے پانچ روپیہ کو خریدی ہے چنانچہ امام احمدؒ کے جواب سے اختلاف فی الشئ ہی معلوم ہوتا ہے ظاہر الروایت پر

فوائد کا عمل ہے بائع کے قول کا اعتبار کرتے ہیں اور مشتری کو اختیار دیتے ہیں خواہ اسکے قول پر راضی ہو کر بیع برقرار رکھے یا بیع کرائے اگر راضی نہ ہو حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ قاعدہ عام نہیں بلکہ یہ صرف ہے کہ اختلاف ہو اور سلعہ قائم ہو اس صورت میں محال فکرا کفر کا حکم دیا جائیگا چنانچہ ایک روایت میں والسلعۃ قائمۃ کی شرط بھی ہے۔

باب پانی کی بیع نہیں چاہیے کیونکہ وہ مملوک نہیں ہوتا البتہ منظور میں سے آنے سے مملوک ہو جائیگا ایسے ہی گھاس وغیرہ محب اصل پر کرامت قبول کرنا جائز ہے مکافئ الروایت۔

باب بیع کلب ایام پر حمل کیا ہے جبکہ قتل کلاب کا حکم ہو گیا تھا یا تہیزہ پر حمل کیا جائے اور جوازی مذہب سے امام ابو حنیفہؒ کا امام صاحب کلب صید اور غیر صید اور جلد باغ و سباع کی بیع جائز فرماتے ہیں۔ تہو کی شغف سے غافل بیع کو پسند نہیں فرمایا کسب حجام کی ممانعت یا منسوخ ہے یا تہیزہ پر حمل کیا جائے بالاتفاق۔ چنانچہ آپ کا اجرت عطا فرمانا اور ایک صحابی کے جواب میں اطعمہ رقیقک فرمانا علت پر وال ہیں۔

باب من یستغل العبد الخواص بالضمان کو شواغ محضرت میں بھول گئے حنفیہ نے سب جگہ یاد رکھا۔

میں اجازت ہوتی تھی بلکہ جس قدر عادتاً اجازت ہو اس مقدار تک سب جگہ جائز ہے۔ رافع کو لوگ اس لئے پکڑے گئے تھے کہ یہ درخت پر سے توڑتے تھے اور اسکی وہاں اجازت عادتاً نہ ہوگی اکل مال غیر کی صریح ممانعت ہے اس لئے تاویل یا عمل علی الاجازۃ عادتاً کی ضرورت ہوئی۔

باب المخابرة مزارعہ کو امام شافعیؒ اور ابو حنیفہؒ اس روایت کی وجہ سے ناجائز فرماتے ہیں لیکن مقلدین احناف و شوافع خلاف الامین مزارعہ کو جائز کہتے ہیں بعض روایات سے جواز ثابت بھی ہوتا ہے عدم جواز میں امامین متفق اور جواز میں اہل متفق ہیں۔

باب البیع قبل القبض منقولات میں جمہور کا یہی مذہب ہے کہ قبل القبض جائز نہیں اور عقار میں اختلاف ہوا ہے امام صاحبؒ اسکو جائز فرماتے ہیں۔ امام احمد واسلمی نے ظاہر حدیث کی وجہ سے صرف مطہرات کی بیع کو قبل القبض منع فرمایا ہے۔

باب بیع الخمر خریدنا بیعنا بالاتفاق حرام لیکن سرکہ بنانے لئے رکھ چھوڑنا امام صاحبؒ کے نزدیک جائز ہے اور انہں جائز نہیں کہتے امام صاحبؒ کو اسکی کوئی دلیل نہیں مل کر چند روز گھر میں رکھ چھوڑنا بھی حرام ہے اس لئے جائز فرمایا باقی حکم اراقتہ آخر یا تاویل نہ میں تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول واکسر الذنان کو دغیر ائمہ بھی اسی تشدد و تحفظ پر عمل کریں گے یا تنہا فرمادیا گیا ہے۔

باب لعود فی الہبتہ عود فی الہبتہ کو پسند تو امام صاحبؒ بھی نہیں کرتے لیکن جواز کے قائل ہیں اور عدم

جواز کی کوئی دلیل بھی نہیں ہے بلکہ جواز کی دلیل وہ روایت ہے جسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ الواہب حق بہتہ مالمعیش پس یاضیع کے لئے کوئی دلیل نہیں بلکہ اس روایت سے شل السور کی روایت کی بھی تصریح ہوگئی کہ جواز ثابت ہوا اور غیر پسندیدہ ہونا مسلم باقی رہا اعطاء زوی درم عرم ایس شوافع تو ظاہر حدیث کے موافق کہتے ہیں کہ اقرباء سے رجوع جائز ہے امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اقرباء کو دینا گویا بہالغرض ہے پس اسکا لوٹنا ناجائز نہیں باقی حدیث میں جو رجوع کا جواز ہے وہ رجوع فی الہبتہ نہیں بلکہ رجوع فی الوہوب لہ ہے جو بطر آخرا کے پاس آسکتا ہے اسکو رجوع فرمایا گیا ہے۔

باب لعرایا شافعی و احمد واسلمی رحمہم اللہ تعالیٰ نے محافلہ و مزایبہ کو تو منوع سمجھا اور عرایا کو اس میں داخل کرکے چھوڑا۔

مانتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ عربیہ بھی اور زیور کی طرح حقیقتاً بیع ہے اور محافلہ و مزایبہ کی ممانعت اسکو بھی مشتمل تھی لیکن اب اس اجازت کی وجہ سے اس بھی کی تخصیص کرتے ہیں۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ وہ بیع نہیں بلکہ صورتاً بیع ہے۔ واقع میں ایک شے ہر کر کے ضرورتاً اس کو واپس لے لیا اور دوسری شے عطا کر دی کیونکہ یہ مبادلہ یا بیع اس ضرورت سے کرا دیا گیا ہے فقہاء کو فوری رزق بچانے اور ایک دو درخت کی حفاظت کے لئے حیران ہونا نہ پڑے اور خاک کا انہی وقت بے وقت آمد و رفت سے حرج بھی نہ ہو پس غرض اور اندازہ سے مبادلہ کرا دیا گیا اس صورت میں محافلہ و مزایبہ کی نفی بحالیا اپنے عموم پر رہے گی تخصیص کی حاجت نہ ہوگی اور عرایا ایک علیحدہ شے ہوگی اور اس کا

استثنا مزاج سے اس قسم کا ہوگا جیسا الالبیس کا استثنا ملاکر ہے
 کہ استثنا متصل بھی ہو سکتا ہے منقطع بھی بخاری نے فرمایا کہ ایک مستقل
 باب باندھا ہے اس سے بھی امام صاحب کی تائید بعض روایات سے
 صراحت بعض سے اشارہ ہوتی ہے اور عرب کا اطلاق لغت سے معلوم
 ہوتا ہے کہ عطیہ پر ہوتا ہے نہ بیع پر پس یہ بھی حنفی کی ایک دلیل ہوگی
 ختم استحقاق کی قید خدا شوافع امترازی ہے اس سے زیادہ میں بیع مزاج
 جائز نہیں سمجھتا۔ امام صاحب اس قید کو اتفاق فرماتے ہیں کہ اکثر بیع مجزئ
 مقدار ہوتی تھی لہذا ختم استحقاق فرمایا گیا اور چونکہ یہ بیع مزاج ہی نہیں
 لہذا بیع و ستم کی شرط نہیں دس ہیں و ستم میں بھی عربیہ جائز ہوگا۔
 (وفیہ ما فیہ)

باب النجش بیع منقذ ہو جائیگی اسکو یہاں شوافع نے بھی تسلیم
 کر لیا کہ بیع کی نفی نہ ہوگی مگر شکار وغیرہ میں معلوم
 نہیں کہ اصل عقد کو کس لئے جائز نہ رکھا۔

باب لزجان فی الوزن میزان بالا جریں ظاہر ہے کہ
 میں ثمن کو توں تھا یا بالا جریں سے مراد ہوگا کہ اگر تون لیکر توں تھا۔ دکان اس
 قدر چاہیے جس قدر عرف میں لگن ہو اس قدر زیادتی کو زائد حاصل اتنی
 دیکھیں گے۔

باب الحوالہ غنی اگر اصل کرے تو اس سے بے حرجی سے لیا جائے
 لکھا قال علیہ السلام محل عرضہ الخ والہ بالاتفاق جائز
 ہے چنانچہ اس روایت سے جواز ثابت ہے مگر امام شافعی فرماتے ہیں

مر اصل مدیون کے ذمہ سے دین ساقط ہو کر محیل علیہ کے ذمہ ہو جائیگا
 اور پھر کس حال میں دان کو مدیون اصل کی طرف رجوع درست نہ ہوگا بخلاف
 کفارہ کے کہ اس میں دونوں طرف سے طلب کرنا جائز ہے۔ امام صاحب
 اتنی بات میں موافق ہیں کہ دان کو مدیون اصل سے تقاضا و طلب جائز
 نہیں لیکن جبکہ محال علیہ سے وصول کی امید نہ رہے تب اصل مدیون سے
 طلب کرے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ بالکل کس حال میں مدیون اصل
 سے واسطہ نہ رہیگا۔ امام اسلمی نے حضرت عثمان کے قول کی تائید کی
 کہ جب اصل حوالہ میں دھوکا ہو گیا ہو تب اصل مدیون سے رجوع کرے ورنہ
 نہیں۔ میں انہوں نے عدم رجوع اور قول عثمان دونوں کی رعایت کی امام
 صاحب امیرین جن رکھتے ہیں نہ اصل مدیون پر تقاضا کر سکتا ہے تو محال
 علیہ مفلس ہی ہو جائے مگر جبکہ محال علیہ سے بالکل یاس ہو جائے اور
 یاس عندالامام دو ہی صورتوں میں ہو سکتی ہے یا تو یہ کہ محال علیہ ملائکہ
 محال رہ جائے یا انکار کر دے اور دان کچھ اس میں موجود نہ ہوں حیات
 میں افلاس کا اعتبار نہیں کیونکہ یاس نہیں ہوتی فان المال غاصدوا چہ
 اور اگر میں موجود ہوں تو مجھ امید ہے کہ وہ انکار ہی کرتا ہے۔

باب السلم اصل سلم تو کمیات میں ہے مگر فقہاء نے مروجات
 و ضروریات میں بھی جائز فرمایا ہے بشرطیکہ ضبطا و حقا
 ممکن ہو جوین کا سبب عندالامام جائز نہیں امام شافعی سیبی الخوان کو
 جائز فرماتے ہیں اور اصل اختلاف اس میں ہے کہ حوان کی تعیین ہو سکتی ہے
 یا نہیں۔ امام صاحب نے اسکو مثل اور تعیین نہیں سمجھا اور یہی ظاہر ہے۔ اور
 شافعی نے اسکو تعیین نہیں سمجھا۔ میں انسان و دو اب میں تسلیم جائز فرمایا۔

متعدد روایات سے کلیہ سمجھا جاتا ہے حتیٰ کہ اس روایت کو متواتر بھی کہا گیا ہے اور اس فعل جزئی کی تاویل ہو سکتی ہے کہ مدعی کے ایک بیٹے قائم کرنے کے بعد آپ نے یمن مدعا علیہ ل۔ اور پھر حکم فرمایا پس بد قضا یمن و شاید ہوئی مگر اور روایت کے بعض لفظ اس تاویل کے موافق نہیں اور ممکن ہے کہ راوی بیان واقعہ کرتے ہوں قضا کے معنی سے بحث نہ ہو پس انہوں نے دیکھا کہ مدعی نے ایک بیٹے پیش کیا تھا اور اپنی تصدیق کے لئے بلا طلب قسم بھی کھائی تھی آپ نے پھر مدعی علیہ سے قسم کو کہا مگر اس نے نکل کر آپ کے حق مدعی میں فیصلہ فرمایا اور بیان فرمایا کہ میں آپ نے یمن و شاید پر فیصلہ کیا کیونکہ طلب کرنا آپ کے باعد فیصلہ تھا لیکن واقعہ میں منہ قضا کا انکار مدعا علیہ تھا یا اس طرح ہوا ہو کہ مدعی نے ایک بیٹے پیش کیا آپ نے دوسرا بھی طلب فرمایا تو مدعی نے حلف کر لیا تاکہ یہ قائم مقام ہو جائے مگر آپ نے اسکو کافی نہ سمجھ کر مدعا علیہ سے یمن کو فرمایا اس نے نکل کر آپ اور فیصلہ حق مدعی میں رہا۔ راوی نے جیسا دیکھا تھا بیان واقعہ کر دیا۔

باب عقیقہ المشرک

اس باب میں ابن عمر کی روایت متواتر ہے کہ اس کی روایت میں نزاع ہو رہا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حالت غنا میں صرف ضامن ہے اور کسی حالت میں کہ نہیں بلکہ مدعی مل حالہ باقی رہے گا اس سے ثابت ہے کہ حالت غنا میں ضامن اور عمر میں سعادت اس بارہ میں بہت سے اقوال ہیں امام صاحب کا علیحدہ قول ہے کہ حالت یس میں یا آزاد کر دے یا ضامن یا سستی اور حالت اعسار میں صرف اخراجی شریک آخر یا سستی محمد بن و اہل ظاہر

علیحدہ ہے کہ ابن عمر کی روایت کے موافق حالت یس میں صرف ضامن عمر میں بقار علی حالہ مجبور اگر اور صاحبین کا جدا قول ہے کہ غنا شریک ہو یا معسر تمام اس وقت آزاد ہو جاتا ہے اسکے بعد

شریک آخر غنا آزاد کر دے یا سستی و اپنا حق لئے امام شافعی کے دو قول ہیں ایک تو مجبور کے موافق ہے کہ عمر میں تمام آزاد ہوتا ہے اور معسر میں صرف نصف رویتیں عمر میں ہیں شواہد و اہل ظاہر کو یہاں تک وقت ہوئی کہ شوافع کو کہنا پڑا کہ عمر کی روایت میں والاف قد عقیق منہ عقیق کی زیادتی غیر صحیح ہے ظاہر یہ کہ کہتے ہیں کہ اگر کسی روایت الیٰ ہرہ میں صحیح نہیں مگر دو قول درست نہیں کیونکہ ایک زیادتی جب روایات میں ثابت ہے پھر بعض روایات میں اسکا ذکر نہ ہونا عقل بالصحة نہیں اور نہ وجوب امام بخاری نے دونوں روایتوں کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے فی الحقیقت نصف جزو میں ہے کیونکہ نصف کی حریت تو بالاتفاق باقی نصف کے بارہ میں یہ خلاف ہو رہا ہے امام صاحب بن ہیں کہ عمر کو تو اسکا شریک خواہ ضامن لے یا آزاد کرے یا سعادت کرے

حالت اعسار میں سعادت اور غنا مجبور ضامن یا سستی و ہو قول اصحابین علوی نے بھی امام کے قول پر صاحبین کے مسلک کو ترجیح دی ہے۔ خلاف فی الواقع تجزی حق میں سے اس پر یہ خلاف ہمیں ہے اس میں اگر امام صاحب کی جانب صحیح ہے تو یہاں انکا مذہب قوی نہیں ہے اور اگر شافعی کا مذہب تجزی کے بارہ میں درست ہے یہاں پہلے انہیں کا قول سموع ہوگا اور شافعی موسر و معسر میں

عدم تجزی و تجزی کا فرق کرتے ہیں مگر یہ درست نہیں اگر تجزی کا قائل ہو جائے تو سب جگہ وہی کہنا چاہیے اور اگر عدم تجزی ہو تو ہر جگہ وہی چاہیے امام صاحب اور محدثین اہل ظاہر تجزی میں متفق ہیں لیکن اسلاف بہ کہ وہ تجزی کی بجائے قائل ہیں اور امام صاحب سے بعض نے اپنا سے باقی کو بھی آزاد کرادیتے ہیں۔ وہ روایت کہ ایک شخص نے اپنا نصف غلام آزاد کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے غلام شریک اور بقیہ کو بھی آزاد کرادیا امام صاحب کو مضرت نہیں۔ اہل ظاہر کو مضرت ہے کیونکہ آخر کو آزاد تو عند الامام بھی ہو ہی جاتا ہے لا اعتق فیہ الا یمثلک جمہور کے خلاف ہے۔ امام صاحب جو سختی احوال میں کو آزاد کراتے ہیں اور بقیہ بذریعہ عس و غیرہ پھر آزاد ہوگا پس لا اعتق کی روایت ان کے خلاف ہوگی۔ غرض امام صاحب کے کون روایت خلاف نہیں بلکہ دیگر حضرات میں جہاں تک امام صاحب کے ساتھ ہیں روایات کے موافق ہیں اور جتنے جز میں امام کے خلاف ہیں اسی قدر میں روایات کا خلاف لازم آتا ہے اہل ظاہر بقاء تجزی میں خلاف ہیں تو این غرض کی روایت کا آخری حصہ ان کے مخالف ہے شافعی سے وغیرہ میں خلاف ہیں تو این پررہ کی روایت کا خلاف لازم آتا ہے امام محمد اوی نے روایات کو جمع کر کے امام کے مذہب پر صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے لیکن تمام روایتیں جمع نہیں کیں اور ترجیح درست نہیں معلوم ہوتی واللہ اعلم۔ تجزی افاق و عتق میں امام صاحب سے دو روایتیں ہیں ایک میں دونوں تجزی میں ایک میں افاق تجزی ہے حق تجزی نہیں اور ایک روایت ہے کہ دونوں تجزی نہیں۔

باب العمری والرقبی

عمری کی تین صورتیں ہیں اکما ہو علی الحاشیہ پہلی صورت میں بالاتفاق ہر کمال بے عود نہ ہوگا۔ دوسری صورت میں امام صاحب و ثوری کے نزدیک ہر ہو جائیگا رجوع نہ ہوگا امام مالک کہتے ہیں کہ بعد موت مویوب لڑکے و اہب کی طرف یہ واپس ہو جائیگا۔ تیسری صورت میں امام مالک و غیرہ تو بدرجہ اولیٰ رجوع کو فرماویں گے کیونکہ وہ تو دوسری صورت میں بھی رجوع الی الواہب کے قائل ہیں۔ امام صاحب و ثوری اس کی شرط کو ملحوظ رکھتے ہیں اور اس کا حکم بھی پہلی صورتوں کی طرح ہوگا۔ رقبی میں خلاف ہے امام احمد تو جائز فرماتے ہیں اور مشی عمری کے کہتے ہیں۔ دیگر حضرات قائل نہیں اور خلاف دراصل تفسیر رقبی میں ہے پس جو صاحب کہتے ہیں کہ یہ ہر اس وقت نہیں بلکہ موت پر مشروط ہے اور ہر بلا شرط جائز نہیں پس وہ رقبی کو بھی ناجائز فرماتے ہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ رقبی ہر فی الحال ہے باقی عود اور رجوع مشروط بشرط ہے وہ اس کو شریعی کے قریب ہیں۔ الحاصل خلاف ان کے ہر بافضل ہونے نہ ہونے میں ہے جو ہر بافضل کہتے ہیں وہ جائز فرماتے ہیں جو نہیں وہ نہیں۔

باب وضع الخشب

کی روایت سے بعض نے ممانعت کو حرام کہا ہے لیکن اگر تحریم جس بان لی جائے تو خلاف اس میں ہے کہ منع کرنا قیاق حاصل ہے یا نہیں اس روایت میں صرف مالک کو حکم ہے کہ منع ذکر و معلوم ہوگا کہ دوسرے کو اجازت کی ضرورت ہے اور اس کو حق ممانعت حاصل ہے گوخ کنز ناہت بے مروق کی بات

ہے و یقول الامام
باب الیمنین پس کسی مغلطہ سے بچنے اور دفع حضرت کے واسطے
 جائز ہے اور ایسے تور یہ میں حادث نہ ہوگا اور اتلاف و اخذ مال غیر باطل
 علی النہی کے لئے تور یہ جائز نہ ہوگا بلکہ ظاہری حال و مقال پر فاضی
 حکم کرے گا۔

باب تخیر الغلام امام صاحب اختیار فی الابویں کے قائل نہیں
 اور یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ قلعہ آپ کی خصوصیت

پر محمول ہے۔ مذہب یہ ہے کہ عمر حضانتہ میں والدہ مقدم ہے اور
 بعد اسکے والد امام صاحب فرماتے ہیں کہ بنی المسلم والکافر تو بالاتفاق
 اختیار نہیں بلکہ خیر الابویں کے تابع ہوگا مگر ثابت ہے کہ آپ نے مسلم و
 کافر میں باب کے درمیان بھی تخیر کر دی تھی چنانچہ لڑکے نے جب کا وہ
 والدہ کی طرف لے جایا آپ نے اللہم اہد فرمایا تو والد مسلم کی طرف چلا گیا
 وہاں صورت تخصیص پر عمل کرنے کے سوار اور کوئی چارہ نہیں ہے ایسا
 ہی یہاں بھی۔

باب بلوغ صغیر ۱۔ جمہور ائمہ پندرہ سال کو غایت سن بلوغ
 کہتے ہیں اور امام صاحب اٹھارہ سال
 کو روایت نہ امام صاحب کے پاس ہے نہ جمہور کے یہ ایک موقوف پر
 اختلاف امر ہے اور عرفی امر ہے باقی ابن عمرہ کا لشکر کے لئے قبول
 ہونا نہ ہونا یہ بلوغ کی دلیل نہیں ہو سکتی اگر ہو تو کوئی کس طرح ثابت
 کر دکھلاوے۔

باب تزوج الحارم امام صاحب فرماتے ہیں کہ نکاح سے ایک قسم
 کا شائبہ پیدا ہو گیا اور اگر وہ مندرجی بالشبانت۔
 پس حد ساقط ہوئی تعزیر انوار امام صاحب کے خلاف پر دلیل نہیں ہو سکتی بلکہ
 یہ روایت آتیہ براہ کہ امام صاحب کے خلاف پر دلیل نہیں ہو سکتی بلکہ
 اس سے صریح قتل ثابت ہے جو تحریر ہے کہ حد نہیں ہے اما کی دلیل ہو گئی
 نفاذ فی اثبات میں توافق ہے

باب عتق المملک عند الموت باقی اختلاف میں ہے کہ تعین

کس طرح ہوگی امام شافعی قرعہ سے تعین فرماتے ہیں غیر اسکا جواب تو
 ہو رہے گا پہلے تو امام شافعی کو ایک امر خلاف مذہب تسلیم کرنا پڑا یہ
 کہ جب ہر ایک کے ثلث میں نفاذ حریت ہو تو چاہیے تھا کہ چھ کے
 چھ آزاد ہو جائے کیونکہ تجزی تو وہاں ہو نہیں سکتی۔ اور جب پھر پورے
 آزاد ہو گئے تو اب چار کو غلام بنانا اور دو کو حر بنانا سخت دشوار ہے۔
 گو ہر ایک کے چھ حصے تھے گو کبھی حریت سے رفیق بنانا مشکل تھا مگر تو انھے
 قاعدہ کے موافق پورے حر کی حریت کرنی پڑی تو تعین قرعہ سے ہو یا کسی
 اور طرح۔ امام صاحب کا طرز سہل ہے کہ ہر ایک کا سدس حر ہو تھا وہی
 حصہ حر رہا اب سس کے تمام حصص آزاد ہو جائیں گے نہ وہاں کسی جز
 کو رفیق بنانا پڑا اور نہ حر کامل کو عبد بنانا پڑا اور عمل ضرورت میں نہیں
 کیونکہ یہاں تعین کرنی نہیں قرعہ کو امام صاحب حجتہ ملزمہ نہیں مانتے کہ
 جس سے لزوم حق ہو جائے البتہ تعین میہم کے لئے ہو سکتا ہے جبکہ
 استحقاق میں سب برابر ہوں۔ قرعہ ثابت بالروایت..... کا جواب
 شراح حنفیہ دیتے ہیں کہ یہ ابتداء اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا

لیکن پورا جواب نہیں کیونکہ اسکا جتہ لازم ہونا اگر ابتدائے اسلام میں بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس قصہ میں تو ایک خرابی یہ بھی لازم آ رہی ہے کہ حریت کو رفع کر کے رقیق کا ثبوت کرنا لازم آتا ہے اور وہ نہ ابتداء میں جائز تھا کسی وقت خرقی رقیق ممکن ہے پس بہتر یہ ہے کہ اس واقعہ کو آپ کی خصوصیت پر حمل کیا جائے کہ گوہر ایک کائنات آزاد ہو گیا تھا مگر آپ نے دو کو فریاد کیا اور چار کو رقیق کیونکہ آپ کے لئے جائز تھا کہ جسکو چاہیں رقیق اور جسکو چاہیں حر بنا دیں چنانچہ جب ایک غلام نے جس کے خاکیر مولانے کاٹ ڈالے تھے انکو شکایت کی تو آپ نے آزاد کر دیا حالانکہ ملک غیر تھا پس معلوم ہوا کہ آپ کو اختیار حاصل تھا آپ نے اسی کی بنیاد پر ایسا کیا۔ اب قرعہ کا سامنا بھی سہل ہو گیا کہ آپ نے صرف رفع شکایت کی غرض سے قرعہ ادا لیا ورنہ اس سے کوئی لزوم نہیں ہوتا۔

باب لزراۃ فی ارض الغیر اس روایت پر امام احمد کا عمل ہے جوہر کے نزدیک علامہ صاحب ہند کو بیٹا اور جرت زمین مالک مرض کی بعض روایات سے ایسا ہی ثابت ہے پس ان روایات ہی پر سب کا عمل ہے۔

باب تسویۃ الاولاد تسویہ کو ضروری سب کہتے ہیں اختلاف اس میں ہے کہ عدم تسویہ میں بھی ہر دور ہو جائیگا یا نہیں بعض کہتے ہیں کہ واجب لزوم ہے اور صیح نہیں کیونکہ آپ نے اس کو جوہر تسلیم کیا ہے۔

باب الشفعۃ امام صاحب شفعہ میں چار کا حق بھی قرار دیتے ہیں چار الدار اربع بالدار امام صاحب کی حجت ہے، دوسری روایت بھی موافق ہے۔ اذا وقعت الحدود وکی روایت خلاف معلوم ہوتی ہے اور اگر کا بھی مستدل ہے۔ امام شافعی اس میں فلا شفعۃ سے مطلق شفعہ کی نفی فرماتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چار کو بھی شفعہ نہیں پہنچتی۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ شفعہ جو حریت جوہر اسکی نفی ہے مطلق شفعہ اب بھی باقی ہے شوافع کہتے ہیں کہ علت شفعہ یہ ہے کہ شفعہ جو پہلے سے شریک ہے منونہ تقسیم سے بچا رہے جاری میں یہ علت ہے نہیں امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی علت حرر و حرار سے محفوظ رہنا ہے اور وہ شریک و جاری میں عام ہے۔ الشفعۃ فی کل شیء کو شوافع بھی عام نہیں مانتے۔ جوہر کا مذہب یہ ہے کہ مقولات میں شفعہ نہیں کیونکہ مالای تقسم میں صورت شفعہ نہیں ہو سکتی۔

باب اللقطۃ تعریف لقطہ کے لئے کوئی مدت معین نہیں بلکہ جس مدت کے اندازہ تک مالک غالباً اس کو تلاش کرتا ہو اس مدت تک تعریف چاہئے اسکے بعد صدقہ کر دے امام شافعی فرماتے ہیں کہ خود لقطہ کو بھی اپنے تصرف میں لانا جائز ہے اور اب ابن کعب اور حضرت علیؓ کو مرض استدلال میں لاتے ہیں مگر حضرت علیؓ کا جواب تو پوری روایت آنے سے معلوم ہو جائے گا۔ آئی ہے ابی ابن کعب وہ بیشک اغنیاء صحابہ میں سے تھے لیکن یہ ضرور ہے کہ اس واقعہ کے وقت بھی غنی ہوں۔ اور عقلاً بھی یہ

بات ظاہر ہے کہ اسکو اصل مالک کی طرف سے صدقہ کرنا ہے پس
مصرف صدقہ ہونا ضروری ہے لہذا اگر خود غنی ہے تو رکھنا کیسے درست
ہوگا۔ ثقیل و حقیر میں تشریف وغیرہ کی ضرورت نہیں اس کا
استعمال جائز ہے اگر خوف تلف ہو تو ایسے حال میں غفلت کرنا واجب ہے
لکھنوی بعض قائلین حق یعنی ظاہر کے

باب احیاء الارض

درخت اکھاڑ کر اسکے حوالہ کر دیا جائیگا اس سے جمہور کا مذہب جو
زراعت فی ارض غیر میں ہے ثابت ہوتا ہے کہ زراعت صاحب ہند کی
ہوگی۔ احیاء ارض سے مالک جو جانے میں خلاف نہیں اختلاف اس میں
ہے کہ اذن امام بھی شرط ہے یا نہیں امام صاحب شرط فرماتے ہیں دیگر
حضرات نہیں کہتے جبرانی وغیرہ غیر صحاح میں روایت آئی ہے کہ ارض
میں تصرف بغیر اذن امام کے نہیں چاہیے وہ حنفیہ کے سونڈے اور قیاس
و قاعدہ میں بھی چاہتا ہے کہ اذن امام ضروری ہو کیونکہ اس زمین میں
جمہ مسلمین کا استحقاق مساوی تھا کہ اس سے منتفع ہوں اب ایک کو
اپنے لئے تخصیص کر لینی جائز نہ ہونی چاہئے امام کو اختیار ہے۔

باب الخزار عت

جمہور ائمہ اور حنفیہ و شافعیہ مزارعہ و ساقاۃ
کو جائز کہتے ہیں لیکن امام شافعی اور ابو حنیفہ مزارعت کو
دونوں بالاتفاق ناجائز فرماتے ہیں اور ساقاۃ کو صرف امام صاحب نہایت کہتے ہیں ان کے
موافق روایت نہیں عن المتعابرۃ ہے۔ یہ روایت قاعدہ کلیہ ہے
اور اسکے مقابل روایت فعل جزئی بخلافہ انہی اس قاعدہ میں ممانعت
ہے اور فعل سے اباحت معلوم ہوتی ہے پس ممانعت کی روایت اولیٰ
ہوگی جمہور کے اور بھی استدلالات ہیں مگر اقویٰ یہ روایت باب ہے

امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تو فرائض تقاسم ہے بخارہ و مزارعہ نہیں
ہے جس روایت میں اجارہ کی کس ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ منسوخ
ہے یا استحباب پر محمول ہے رافع بن خدیج کی روایات بیشک سننا و
متنا مضطرب ہیں بعض سے مزارعہ و اجارہ دونوں کا عدم جواز ثابت
ہوتا ہے بعض سے صرف مزارعہ کا بعض سے صرف اس صورت کا کہ
مالک کسی خاص قطعہ کو یا قرب انہار کو اپنے لئے خاص کر لے عدم جواز
معلوم ہوتا ہے اس مضطرب کی وجہ سے بعض نے انکی روایات کو
بالکل چھوڑ دیا ہے اور متعدد صحابہ و تابعین کے مزارعہ کرنے کو ثابت کرتے ہیں
مگر یہ بھی ہے کہ بعض صحابہ اسکو نہیں کرتے تھے اور ناجائز سمجھتے تھے۔

ابواب الدیات

مقدار دیتہ بالاتفاق متوادل ہیں تقسیم انواع
میں کچھ خلاف ہے جس طرح اس روایت
میں قیس ہے امام صاحب اسکو لیتے ہیں عمدہ و شبہ عمدین اقسام کو کر لیتے
ہیں تاکہ تشدید ہو جائے دراجم دیت بارہ ہزار اور آٹھ ہزار بھی ثابت
ہیں حضرت عمر کے وقت میں دس ہزار پر عمل ہو گیا تھا امام صاحب اسکو
لیتے ہیں پوری اگشت دس اہل اولیٰ دس میں ثلاث عشر و اہل ہذا القیاس۔

باب نزع رائسہ

جمہور کے نزدیک صرف مقتول کے کہنے سے قاتل سے
قصاص نہیں لیا جاسکتا۔ چنانچہ یہاں جب یہودی
نے اقرار کیا تب سزا ملے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ مقتول کا قول بھی
کافی ہے اقرار یہودی کا ذکر بعض روایات میں نہیں۔ دوسرا خلاف
اس روایت میں یہ ہے کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ قصاص میں
مساوات فی القتل ضروری نہیں بلکہ لا قود الا بالسیف۔ پس یہ سزا

یہودی کی یا تو تھریا تھری کر اسکو بھی اسی طرح کچلا گیا یا منسوخ ہے
لا تو دالا بالاسیٹھ تے۔ نیز یہ اختلاف ہے کہ قتل بالقتل میں عنداخصیہ
قصاص نہیں دیتے ہیں اور اگر قصاص کے قائل ہیں پس یہ فعل
آپ کا عنداخصیہ تشدد پر محمول ہوگا۔

باب قتل الذمی

آپ نے عامرین کی دیت مسلمانوں کی مانند
اس سے معلوم ہوا کہ ذمیوں کی دیت مسلمانوں
کی طرح ہوگی ہیں امام صاحب نے مذہب ہے کہ دیت کامل یا قصاص
آئیگا اور اگر ذمی کے قتل میں مسلمان سے نہ قصاص دلوئے ہیں نہ پوری دیت

باب القتل

امام احمد و اسنی کا مذہب ظاہر الفاظ حدیث کے
موافق ہے کہ اولیاء مقتول مختار ہیں خواہ دیت
لیں خواہ قصاص یا عفو کریں۔ امام مالک اور امام صاحب کہتے ہیں کہ
قائل کی رضا بھی ضروری ہے اگر وہ دیت پر راضی نہ ہو تو اولیاء
مقتول دیت نہیں لے سکتے کیونکہ وہ تو ایک تبادلہ کی صورت ہے جو
راضی طرفین پر موقوف ہوگا بخلاف قصاص و عفو کے۔ ان روایات
میں یہ دونوں اثر فرماتے ہیں کہ اختیار اولیاء پر رضاء قاتل مراد ہے مثلاً
ہم کو اپنی ملکوت کتاب کو زید کے گھوڑے سے بدل لینے کا بدانتہا اختیار
ہے مگر یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ رضاء زید پر موقوف ہے اسی طرح اولیاء
کو اختیار ہے مگر رضاء قاتل پر موقوف ہے چنانچہ یہی روایت جو آئی
ہے کہ قاتل نے عرض کیا کہ اور تھری تھری اس کے حلق بھی قصہ مسلم و
نسانی میں آتا ہے کہ آپ نے اولیاء قاتل سے اول عفو کو کہا انہوں
نے نہ مانا پھر آپ نے دیت پر راضی کیا تو قاتل نے کہا کہ نہ میرے پاس

مال ہے ذبیہ میں میری کچھ عزت ہے کہ کوئی مال مجھ کو دے میں دیت
پر راضی نہیں ہوتا آپ نے اولیاء مقتول کے حوالہ کر دیا پھر آپ کے
دوسرے ارشاد کی بدولت ولی مقتول نے اسکو ہار کر دیا۔ اس سے
بھی رضاء قاتل کا ضروری ہونا معلوم ہوتا ہے اور رضی قرآنی میں اسکا
مؤید ہے۔ دخلت النار جس کے لئے فرمایا وہ اس لئے کہ تو اپنے قصاص کی
وجہ سے جائیگا اور اگر عفو کیا تو تیرے قصاص زائل ہو جائیں گے تو
جنت میں جائے گا و فیہ تاویلات آخر۔

باب دیت الجنین

اگر زندہ پیدا ہو کر چلے تو کامل دیت آئے گی اور
اگر مت ساقط ہو تو دیت کا بیسواں حصہ یعنی
پانچ سو درہم یا عبد یا امۃ یا فرس یا کنک کوئی شے پانچ سو درہم سے کم
قیمت کی نہ ہونی چاہیے۔

باب لا یقتل مسلم بکافر

خفیہ اس حکم سے ذمیوں کی تخصیص کرتے
ہیں اور انکے قتل سے قصاص کو واجب
فرماتے ہیں کیونکہ دماغہم کد ما نھم فرمایا گیا ہے نیز لھم مالنا
وعلیھم ماعلینا خفیہ کا استدلال ہے تمام ذمیوں کا ایک حکم ہے
خواہ نصرانی ہو یا یہودی اور تمام عربوں کا ایک حکم ہے یعنی قصاص
ذائے گناہ کوئی مستامن جدید ہو کہ بیک پورے شرط اس سے طے
نہیں ہوئے تھے اسل دیت اگر انصاف حاصل ہے تو جائز ہے۔

باب قتل عبد

اس میں تین روایات ہیں ایک یہ کہ مطلقاً قصاص
آتا ہے خواہ اپنا عبد ہو یا دوسرے کا دوسرے
یہ کہ مطلقاً قصاص نہیں امام صاحب بن یمن میں کہ اپنے ملک کے قتل

کہا کہ ایسا شخص جب تک تم میں موجود رہے گا تم بخر رہو گے اور ابو قلابہؓ کی
فہار ہے تھے جو امام صاحبؒ کہتے ہیں۔ اس تاہین کی مجلس نے قوان
لیا مگر شافع اب تک نہیں مانتے اور کچھ نہ ہو سکا تو ابو قلابہؓ ہی پر
برس پڑے۔ لیکن یہ اعتراض صرف ان پر نہیں بلکہ عمر بن عبد العزیزؒ
اور احنیٰ مجلس کے سب علماء پر اعتراض ہے۔

وزلہ دود میں سب کو اتفاق ہے جزئیات
باب درو الخدود میں اگر اختلاف ہو جاتا ہے حکم ستر علی

المسلم سے سمجھا جاتا ہے کہ مقصود بالخدود قطع فساد اور زہر و سبہ باب
کہا ہے ورنہ حکم ستر کیوں دیا جاتا بلکہ اگر مقصود اس سے کفارہ کبائر
ہوتا تو اور اظہار کا حکم کیا جاتا نہ کہ ستر کا۔ اختلاف پسندیدہ ہونا وغیرہ
اشارات اس پر دال ہیں کہ مقصود زہر و سبہ باب ہے گو تبخارن
اٹم بھی لازم آجائے۔ اپنے نفس تک کے لئے ستر کا حکم ہے چنانچہ
ایک مقرر باننا کو آپؐ نے فرمایا کہ کیوں اپنے نفس کی پردہ پوشی نہ
کی حضرت ماعوشؓ نے اعتراض فرمایا وغیرہ سب قرآن ایسے ہیں جن سے
بلاہی دوسری دلیل کے حدود کا زاجر ہونا ثابت ہے گو دیگر روایات
بھی مستدل امام ہیں۔ شارح کو پسند ہے کہ سید کا ذکر تک نہ ہوتا کہ
دوسروں کو رغبت و حرص نہ ہو کیونکہ معاصی کے شائع ذائق ہونے کے
بعد انہی برائیوں میں نہیں رہتی جیسے فی زمانہ نارسوت۔ لہذا شارح
نے بہتر سمجھا کہ جہاں تک ہو ظاہر نہ ہونے پاوے اس لئے زانی کے لئے
تغریب کر دیتے تھے کہ دوسروں کو مذکر نہ ہو جائے نہ کوئی اس کو سمجھے گا
یہ یعنی اعتراض کرنے لے ۱۱

سے قصاص نہیں ہے مگر غیر کے قتل میں قصاص ہے باقی روایت
میں من قتل عبدہ قتلناہ سے یا تو سیاست و زجر مراد ہے کہ ہم
سیاست ایسا کریں گے یا اضافت عبد مجازی ہے جیسے قتلہ المومنین
شافعیؒ ظاہر حدیث کی طرف گئے ہیں اور التینہ
لہدی سے اسکو مستثنیٰ مانتے ہیں امام صاحبؒ
کے نزدیک اولیٰ پر قسم نہیں انہی مؤید بعض روایات بخاری میں ہیں
ایک سے مدعا علیہم کا حلف دلالتا بت ہوتا ہے پس ان روایات کے
سبب اور ادھر قاعدہ کلیہ کی رعایت یعنی التینہ لہدیٰ کی وجہ سے
امام صاحبؒ نے اس روایت کو چھوڑ دیا وہ ابتداء سے اس قاعدہ کو
اس طرح لئے ہوئے ہیں کہ ہر جگہ اس کی رعایت ملحوظ رکھتے ہیں امور
جزئیہ کا دوسری طرف جواب دے لیتے ہیں بعض روایات میں ہے
کہ قسامہ کا طرز جاہلیت سے اسی طرح چلا آتا تھا اور آپؐ نے اس میں تفریق
نہیں فرمایا۔ اس مسئلہ میں ایک یہ بھی خلاف ہے کہ مدعا علیہم کی
قسم کے بعد کیا واجب ہو گا امام صاحبؒ دیت فرماتے ہیں۔ لہذا شافعیؒ
کے دو قول ہیں قصاص و دیت۔ بعض فقہار کہتے ہیں کہ قسم کے بعد
بری ہو جائیں لیکن حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یہ جھگڑا پیش ہو چکا ہے۔
حالیہ میں نے کہا کہ عجیب بات ہے کہ ہم قسم بھی کھائیں اور دیت بھی دیں
مگر آخر ان سے دیت لی گئی۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی مجلس میں
مسئلہ قسامت پر علماء کا بحث ہوا۔ اکثر علماء نے اس قول کو ترجیح
دی جس کو امام شافعیؒ نے لئے ہوئے ہیں۔ ابو قلابہؓ خاموش تھے خلیفہ
نے فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو انہوں نے خوب تقریر کی کہ سب مان گئے اور

اسکا معاملہ دل میں یاد آکر فساد ہوگا۔ اور جب ظاہر ہو جائے تو سخت سزا دیا جائے کہ دوسروں کو تنبیہ اور آگے کو سدباب ہو جائے ضعیف سے ضعیف احتمال کو بھی رجوع عن الاقرب رکھنا چاہیے حضرت امامؑ فرما رہے ہیں کہ تو کہتو کہ فرمایا گیا اور اقرار کر لے گا تو اقرار و خیر ضروری ہو نا سب اس پر دال ہیں کہ مقصود چشم پوشی ہے اور وعدہ ناجبر ہیں۔ امام صاحب اشارت سے ایک دور کی بات کہتے ہیں جو تمام قرآن کے بعد تصریح سے زیادہ ہو جاتے ہیں۔

باب التلقین فی الحد
بعض روایات سے خود ماہر سنی کا اقرار اور بعض سے آپ کا سوال کرنا معلوم ہوتا ہے مگر ابن عباسؓ کی اس روایت نے شک دور کر دیا کہ اقول آپؐ نے دریافت فرمایا۔ آپؐ کو امید نہ تھی کہ وہ اقرار کر لیں گے۔ جب اقرار کرنے لگے آپؐ نے اعراض کیا اور پھر چار اقرار وغیرہ کے بعد رحم کا حکم دیا پس معلوم ہو گیا کہ آپؐ کے اعراض سے یہ سمجھنا غلط ہے کہ آپؐ کو علم نہ تھا بلکہ علم تھا اور چاہتے تھے کہ یہ انکار کر دیں تو میں لوگوں کو انہی طرف سے مطمئن کر دوں کہ انہی طرف سے ایسی نسبت نہ کریں مگر وہ خلاف یہ مقرر ہو گئے اب آپؐ نے اعراض فرما کر دفع کرنا چاہا مگر وضیعہ یہ ہو سکا۔ اقرار زنا میں امام صاحبؒ چار مرتبہ کو ضروری فرماتے ہیں اور اس قصہ سے استدلال کرتے ہیں جو مصرع ہے۔ شافعؒ ایک اقرار کو کافی کہتے ہیں اور اس سے استدلال کرتے ہیں کہ انیس کو فرمایا کہ جاؤ اگر عورت اقرار کر لے تو فدا کر دیا یہاں چار اقرار کی تصریح نہیں تنفیہ جواب دیتے ہیں کہ مراد اقرار استعانت ہے جو چار دفعہ سے کم نہ ہوتا تھا۔ لیکن انصاف سے اس جواب کی ضرورت تھی نہیں کیونکہ اتنے اشارات موجود ہیں کہ اگر چار اقرار نہیں سے

۲۳۹
 یہ بھی ثابت ہوتے تو اس کو لینا ضرور تھا۔ اب باوجود کثرت ثواب و
 محبت روایت ایک اشارہ ہے اس کے خلاف پر استدلال کرنا ٹھیک
 نہیں دیکھئے اقول تو فادر والحمد و وہی سے اس جانب کو تقویت
 بخواتین ہے۔ پھر حضرت امیر کے قصہ کے اکثر جوئیات اسی کے مؤید ہیں
 حضرت کے اقارب کے بعد بوقت رجحان گنا جو بالبدایت شدت الم کم و جب
 سے تھا اس کو آپ رجوع عن الاخراج پر حمل فرماتے ہیں جو بہت بعید ہے
 اور ہلا تو کتبہ فرماتے ہیں بلکہ بعض روایات میں ہے کہ میرے پاس
 کیوں نہ واپس لے آئے وغیرہ ذلک من الجزئیات مشیر میں کہ اقارب میں
 غلیظ احقری الوسع چشم پوشی منظور ہے پھر اب حضرت روایت کو چھوڑ کر
 ایک محض اشارہ ہے استدلال درست نہیں۔

باب الزم

جمہور کے نزدیک حمل موجب حد نہیں، شراح اس کا جواب دیتے ہیں کہ منسوخ ہے یا پلوں کہا جائے کہ علامات زنا میں سے یہ ہر سہ امور ہیں یعنی حمل، انقرا، دینہ کو جو حد میں بعض کافی ہوں بعض کافی نہ ہوں، قاعدہ شرعی بھی نہیں ہے کہ دینہ ہوں یا انقرا اور وہ روایات جو آپ کے چشم پوشی کرنے اور معاملہ کو مٹانے پر دال ہیں اس روایت کے ساتھ ہو سکتی ہیں۔ اُھذا یا انیس اس میں شبہ ہوتا ہے کہ حد میں تحقیق کرنا پہلی روایات اغماض کے خلاف ہے جواب یہ ہے کہ مترف بالزنا دیا اس قصہ خاص میں مترف بالزنا کا باب لگایا عورت منزیہ کو قذف کر رہا ہے لہذا یہ تحقیق ضرور ہے کہ قاذف سچ کہتا ہے یا نہیں اگر کاذب ہوا تو اس اس پر حد عین اور عورت بچ جائے گی۔

باب جم اہل کتاب

اس میں اتفاق ہے کہ رحم محسن پر ہے
شرط احسان میں سے بعض میں اتفاق
ہے اور شرط اسلام میں اختلاف ہے پس جو لوگ احسان کے لئے اسلام
بھی شرط کرتے ہیں اچھے نزدیک تو اہل کتاب محسن نہیں ہو سکتے لہذا رحم
د ہوگا جو یہ شرط نہیں لگاتے وہ رحم کرتے ہیں۔ شوافع شرط حریث کو تو
مانتے ہیں مگر اسلام کی شرط نہیں دیتے ہیں تو جواب ہے کہ کسی رحم کو اگر
میں ہے وہ حکم تو رات ہوا تھا نہ حکم آنحضرت چنانچہ پورا عقد اسکا شاہد
ہے اکثر علماء اور شوافع رحم اہل کتاب کے قائل ہیں

باب التغریب

مشہور ہے کہ امام صاحب تغریب کو نہیں
مانتے لیکن انصاف یہ ہے کہ تغریب کی مشروطیت
میں خلاف نہیں خلاف صرف اتنی بات میں ہے کہ وہ داخل حد ہے یا
نہیں۔ روایات میں تغریب کا ذکر ہے لیکن یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ جو حد
ہے وہ صرف اس لئے نہیں کہ دو مردوں کو مذکر نہ ہو اور سد باب معاصی
ہو جائے۔ قرآن شریف میں اسکا ذکر نہیں اور روایات غیر واحد
نقلی ہیں ان سے ثبوت حدود نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف میں نہ ہونا
صریح دلیل ہے کہ یہ جو حد نہیں بلکہ امام کی رائے پر ہے گذشتہ روایت
میں جلد مائتہ ثم الرحم و جلد مائتہ و فی عام وارد ہے اس میں اگر بطریق تغریب
جلد قبل الرحم اور نفی عام کو داخل حد نہ مانا جائے اور لے نام او شدد
پر حمل کیا جائے تو معنی بن جلتے ہیں ورنہ شوافع بھی اسکو منسوخ کہتے
رہیں گے حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو تغریب عام کی وہ ملحق بدلا لہذا
ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آئندہ سے تغریب نہ کرو لگتا اس سے

رحمہ معلوم ہوا کہ وہ داخل حد نہیں ورنہ حد و اللہ کو کسی وجہ سے
ورنہ حضرت عمرؓ جیسے شخص سے بعید ہے۔ تغریب عبد میں شوافع کا
و خلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس میں مولیٰ کا قہر ہے لہذا نہ چاہئے
بعض کہتے ہیں کہ ضروری ہے جاریہ میں سب شوافع متفق ہیں کہ
تغریب نہیں کیونکہ اسکے لئے تو ستر اور گھر میں رہنا مناسب ہے تغریب
نہیں اور مفاسد کا اندیشہ ہے سواس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حد
میں ورنہ شوافع کا مصلح پر نظر کرنا بیجا ہوگا۔ حد شرعی میں مصلح
کا لحاظ کر کے چھوڑنا مک جواز ہے عہد کی تغریب آنحضرت صلی اللہ علیہ
سلم نے بھی کسی نہیں کی اس سے داخل حد نہ ہونا معلوم ہوتا ہے
حد عہد پر ضرور آتی گونجائے ایک سال کے نصف سال ہوتا۔
بعض شوافع نے کہا ہے کہ حج امتہ قائم مقام نفی و تغریب کے ہو جائے
لیکن یہ کوئی وجہ درست نہیں۔

باب الحد و کفارة

حنفیہ تو اس میں خود ڈھیلے ہیں وہ کہتے ہیں
کہ ظاہر یہ ہے کہ کفارہ ہو جائیں لیکن
عام صاحب کا قول ہے کہ کفارات نہیں کیو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ کفارات ہیں یا نہیں لیکن اسکے جواب
ہے کہ مجھے علم ہے کہ وہاں عدم علم ہے اور یہاں آپ اپنا علم و خبر بیان
کرتے ہیں پس معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کا مطلب یہ ہے کہ ان کی
بیعت صحیفہ معاصی کے لئے نہیں بلکہ زجر کی وجہ سے وضع ہوئے ہیں گو
کفارہ معاصی بھی ہو جائیں یا یوں کہا جائے کہ وہ کفارہ ہیں لہذا
اللہ تعالیٰ چنانچہ روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا جس نے کوئی گناہ کیا اور

دنیا میں اسکی سزا پائی تو خدا تعالیٰ رحم ہے اس سے کہ قیامت میں مکرر سزا دے اور جس پر دنیا میں ستر ہوا تو اللہ تعالیٰ اگر م ہے اس سے کہ قیامت میں ستر نہ کرے۔ اس تاویل سے اس روایت کی خاص تائید ہوتی ہے اظہار سے منع فرمانا اور ماخوذ وغیرہ سے اوجھل کرنا شاید ہے کہ یہ کفارات نہیں ورد اسکو جاری کرنا نہایت ضروری ہو مدام شافعی صاحب نے اسکو تو مانا کہ ستر سے نفس بہت بہتر ہے اور وہی چاہیے مگر حدود کو کفارات فرماتے ہیں۔ ممکن ہے کہ امام شافعی کے نقل مذہب میں کچھ غلط ہو گئی ہو مطلب ابو حنیفہ کے موافق ہواور تعبیر کرنے والوں کے لفظ ایسے نظر جن سے خلاف ہو گیا۔ باقی لفظ تاب تو بت سے نہامت مراد ہے کیونکہ نہامت اس قدر غالب تھی کہ جان جلنے کی بھی کچھ پردہ نہ کی جسکی وجہ سے حضرت سلیمان کو گھوڑوں سے بغض ہو گیا تھا اسی وجہ سے انکو جان بُری معلوم ہوئی اس لئے وہ اجرائے حد کا شوق رکھتے تھے نہ اسلئے کہ نفس حدود تو بہ ہیں اور مکفر ہیں قطع ید کے بعد آپ نے ایک شخص کو بلایا اور استغفار کرایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قطع ید کفارہ نہ تھا۔

باب قاتلہ احمد علی لا مار

امام صاحب اذن حاکم و امام کوثر نے فرماتے ہیں باقی ظاہر الفاظ کو تو دیگر اگر بھی نہیں لیتے کہ مالک اپنے ہاتھ ہی سے جلد لگا دے جس طرح شہید یا اقرار وغیرہ کا اس میں ذکر نہیں اسی طرح اذن امام کا بھی روایت میں ذکر نہیں اس روایت سے مرضی و نفسا کے لئے تاخیر حد کا جواز ثابت ہوا مگر یہ دھم کے مساوی ہے کیونکہ رجم میں تو ہلاک ہی کرنا مقصود ہے

ہاں ضعف وغیرہ سے کچھ حرج نہ ہوگا۔

باب حد الشرب

اگر یہ معنی ہیں کہ ہر دو نعلین چالیں چالیں دفعہ مارے تو پورے اسٹی ہو جائیں گے اور اگر یہ معنی ہوں کہ دونوں سے چالیں ضرب لگائے تو گویا ہر ایک سے تین تین دفعہ ہوگا اور اس طرح جریدتین میں ہو سکتا ہے اور یہ بات نے خلف ہے کہ آنجاہ کے زمانہ میں کوئی تعداد معین نہ تھی چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ جو مالکوی پھر اوجھل کسی کے پاس ہوتا مار دیتے تھے حضرت عمرؓ کے زمانہ تک بھی رہا آپ نے مشورہ کیا تو حضرت علیؓ و عبد الرحمنؓ وغیرہ کی رائے سے اسٹی درزے مقرر ہوئے اور اجماع ہو گیا ترمذی اس پر سب کا عمل بتلاتے ہیں لیکن عمل پورا خفیہ کا ہے کہ کسی کو مقدار حق فرماتے ہیں زیادہ کم جائز نہیں کہنے متوائف کے یہاں چالیں بھی جائز ہیں اسٹی جس جس طرح امام مصاصت خیال کرے۔

باب قطع الید

ابن مسعود جو فرما رہے ہیں یہ خود حدیث مرفوعہ کے حکم میں ہے اسلئے علاوہ نشان وغیرہ میں مرفوع روایات سے یہی ثابت ہے اور وجہ ضعف کی جو اس روایت میں ترمذی کہتے ہیں ان روایات میں نہیں ہیں چونکہ یہ مقدار جمع علیہ ہے امام صاحب اسکو لیتے ہیں اگر صرف ابن مسعود کا فتویٰ ہی ہوتا جب بھی امام صاحب کے لئے کافی تھا کیونکہ دیگر مقلدین میں شبہ ہو گیا اور حد بلا یقین کامل نہیں معین ہو سکتی۔

اشبار حقیقہ جنکی حفاظت عادتاً نہیں ہوتی اننے سرقہ سے امام صاحب کے نزدیک قطع

نہیں خرد و حرم میں بھی نہیں لبین میں بھی نہیں رطب وغیرہ جلد زراب ہو جانے والی اشیاء میں قطع نہیں اگرچہ حرم میں سے لے جائیں جند الشافعی و حرم میں قطع آتا ہے بشرط حرام زور حدیث کو محمول کرتے ہیں

باب لا قطع فی الغزو اگر مرد و مال غنیمت ہے تو ظاہر ہے کہ اس میں قطع نہیں کیونکہ سارق کا بھی اس میں حق ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ حالت جہاد میں سر قتل مال غیر سے قطع نہیں تو مطلب یہ ہے کہ قطع ید میں تاخیر کی جائے تاکہ مملکت بدلا و الحرب نہ ہو جائے یا جہاد سے بیکار نہ ہو جائے نیز دوسروں کو اس کی خدمت میں مشغول رہنا پڑے گا۔ ان مصالح سے ابھی تاخیر کا حکم ہے بعد رجوع عن الغزو قطع چاہیے۔

باب جاریہ الزوجہ امام احمد و اسحق و ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ رجوع چاہیے بعض تحریر کہتے ہیں رجوع کے قائل نہیں امام صاحب سب کو منع کر لیتے ہیں کہ ایک شبہ فی الفضل ہوتا ہے اور ایک شبہ فی الملک شبہ میں مطلقاً حد نہیں جیسے جاریہ الاہل بن کی و علی و در شبہ فی الفضل میں بھی حد نہیں جیسے یہ صورت اس میں اگر حال سمجھ کر و علی کی قہر تو تحریر ہے حد نہیں اور اگر حرام سمجھ کر کی ہے تو رجوع ہوگا۔ باقی رہی روایت اسمیں جلد کو تحریر پر حمل کیا جائے۔ اگر یہ نہیں تو ایک جز کو ترک کرتے ہیں کیونکہ خلاف جہور بھی ہے اور خلاف قواعد کلیہ بھی ہے کیونکہ جب ساقط ہو تو ہے تو کوئی بدل نہیں آتا بلکہ بالکل ساقط ہو جاتی ہے اس وجہ سے جہور اسکو نہیں مانتے

خیز اسکی سند میں اضطراب ہے۔

باب من اتی بھیمۃ ایک وجہ تو ابن عباس فرماتے ہیں اور یہ بھی وجہ ہے کہ تاکہ دوسروں کو مذکر نہ ہو جائے اور پھر کسی کو خیال بھی نہ آئے جیسے قریب میں زانی کو اس لئے قریب عام اور فنی الامریل کر دیتے ہیں لیکن اسکا قتل ضروری طور واجب نہیں گوشت اسکا حرام نہیں لیکن بہر قتل سے للمصلح و لظاہر الحدیث و علی کیلئے ہر بعض نے حد زانی کو واجب کہا لیکن جہور کے نزدیک تحریر و قیاس ہے۔

باب حب اللوطی خاصہ جن اور بعض فقہاء فاعل و مفعول پر حد زنا واجب فرماتے ہیں امام صاحب فرماتے ہیں کہ سیاست غواہ قتل کر ڈالو لیکن حد زنا میں داخل نہیں اور قتل سیاست میں رجحان نہیں جہتہ میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ مجوس رکھی جائے جب تک توبہ نہ کرے کیا بعد الترمذی ۶۷۔

باب حد ساحر بعض کہتے ہیں کہ اگر حد تک پہنچ جائے تو جہاد نہ قتل کیا جائے بعض کہتے ہیں کہ اگر ایذا اسکی منت ہو تو بورغ ال الکفر ضروری نہیں ویسے بھی قتل کر دیا جائے شلاً اپنے سحر سے لوگوں کو ہلاک کرنا ہے یا مال برباد و ضائع کرنا ہے۔

باب لغال ارتفاق شلع کوئی حد شرعی نہیں کیونکہ وہ قواعد جز و سزا کے خلاف ہے اور مال مسلم کی اضاقت ہے۔

پت نے سیاست ایسا کرنا تھا چنانچہ سالک کے قرآن کو مستثنیٰ فرمادینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حد شرعی نہ تھی ورنہ اس کے سحر طرہ جدا کر لیتے۔

باب صید الکلب بوقت ارسال تسمیہ شرط ہے ورنہ کلب کا شکار کیا ہوا حلال نہ ہوگا اس طرح ری سہم اور طیر بازی میں کلب جو اس وقت مومن نہ ہوگا۔ اور اگر ہو بھی تو وہ ارسال بالتسمیہ ذکر سے گناہ اگر کرے بھی تو اس کا تسمیہ معتبر نہیں لہذا عمومًا کلب جو کسی کا صید حلال نہیں ہاں اگر جو کسی کا کلب معلوم مستعار ہو کہ مسلمان نے ارسال کیا ہو تو شکار جائز ہوگا۔ غرض اعتبار ارسال کا ہے نہ ذکر مالک کا۔

باب جد صید میتا دین فقہاء ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں امام صاحب اس میں ذرا احتیاط زیادہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تلاش کرتے ہوئے یا بوس ہو کر کچھ دوا ادا ہو نہ رہی تو پھر اگر عمل میں چائے تو جائز نہیں ہاں اگر تلاش کرتے ہوئے اسی وقت مل گیا تو جائز ہے اگرچہ آٹھ گھنٹے کا قاف ہو گیا ہو یا آمیدی اور دور کے بعد بھی اگر قرآن سے پہلے یقین ہو جائے کہ میرے غم کے سوا اور صدمہ سے نہیں مرا تو بھی قتل الخفیہ جائز ہے (فی الفرق الان الاقلیل) اگر کلب نے صید میں سے کھا لیا تو قتل الامام بھی اس صید کو کھانا نہ چاہیے۔ اگر زہر نہ ملے تو بالاتفاق ذبح کیا جائے۔

باب زکوٰۃ الجبین اگر زکوٰۃ نہ ہو تو اور اگر اس کو ماں کے تابع کہتے ہیں امام صاحب جائز نہیں فرماتے اور معنی اس روایت کے یہ پلٹے ہیں کہ جنین کی زکوٰۃ مانند اس کی ماں کی زکوٰۃ کے ہے چنانچہ دوسری روایت میں زکوٰۃ اصبہ بالنصب ہے جو صریح موافق خفیہ ہے اور اس کی وجہ سے اس روایت کے معنی بھی اسی قسم کے لئے جائز گئے۔ نیز

ابراہیم نخعی جو روایت فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ نفس لایکون نہ کوٰۃ نفسین اس سے بھی صریح تاخیر خفیہ نکلتی ہے۔

باب فی القتل ذی الناب ذی نعلب و ذی ناپ کی حرمت پر پورا عمل خفیہ کا ہے دیگر ائمہ نے بعض جانوروں کی تنصیف کی ہے حالانکہ وہ صریح ذی نعلب یا ذی ناپ ہیں انہوں نے بعض روایات کی وجہ سے تنصیف کی امام صاحب نے قاعدہ کلیہ کی رعایت کی۔

باب قتل الموزغ قتل کا حکم اس لئے کہ وہ اعلیٰ درجہ کا خبیث ہے۔ طعام وغیرہ پر اس کے پھر جانے سے نفرت آتی ہے اس کی خباثت جمل ہے۔ غایت خباثت کا یہ اثر تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ میں قلع کرنے کو گیا۔ لیکن اس نفخ کی وجہ سے غبٹ پیدا نہیں ہوا بلکہ خباثت کی بات بھی جو قلع کی نوبت آئی۔ معذورین ایزد و غبٹ اس میں اصل ہے پہلے ضرب کی تنصیف بوجہ تحریف علی القتل کے ہے پھر پھل (سام) میں (کرفش) بھی اسی حکم میں ہے۔

باب قتل الحیات اگر کاغذ میں سے کب خرنج کی کچھ ضرورت نہیں غیر اگر امیض مثل غصہ ہو تو نہ مارے کیونکہ کھزیر نہیں ہوتا کہتے ہیں کہ خرنج خاص مدینہ کے واسطے تھا کیونکہ وہاں ایک قوم جنت بصورت حیات آباد تھی۔ غرض یہ ہے کہ خرنج ضروری نہیں اگر چاہے ایک دفعہ کرے ورنہ خیر۔

باب قتل الکلاب مجموعہ عالم کے لئے تمام انواع موجودات گوشت ارضی و رقیب ہوں بمنزلہ عضو کے ہیں عیسای

جہور تو ایک شاة یکبش کو صرف

باب شاة واحد اہل بیت

فرماتے ہیں۔ امام احمد واسحق فرماتے ہیں کہ ان دو روایتوں سے
ایک بحرئی کا کہنی آدمیوں کی طرف سے کافی ہونا معلوم ہوتا ہے
لہذا ایک شاة تمام اہل بیت کی طرف سے ذبح کر دی جائے تو جہور
جواب دیتے ہیں کہ اول روایت میں توفیقہ کو بیان کرنا مقصود ہے کہ
افلاس و عسرت کی وجہ سے سارے کنبہ اور گھر والوں میں سے صرف
ایک آدمی قربانی کرنا تھا یہ نہیں کہ ایک شاة سب کی طرف سے ہوں
خاص اور دوسری روایت کا جواب یہ ہے کہ وہاں ایصال ثواب ہوتا
تھا نہ کہ شرکت فی الحقیقت۔

تحقق مستحب ہے۔ سات روز کا بہتر اور افضل ہے
چودہ اور اکیس روز کو بھی علماء نے فرما دیا ہے۔

باب العقیقۃ

اس سے زیادہ استحباب نہیں رہتا کرنے کو جب چاہے کر لو۔

باب العتیرۃ

وجوب بالاتفاق منسوخ ہے۔ استحباب کا قول سید
ابن المسیب وغیرہ کا ہے دیگر علماء کے کلام سے
معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ مشروع و مستحب بھی نہیں کیونکہ دم الضحیہ سے
بقیہ دام اور صدقہ زکوٰۃ سے باقی صدقات منسوخ ہو گئے ہیں۔ گذشتہ
روایات میں ممانعت عتیرہ جاہلیت سے تھی جو بہ نذر انصاف ہوتا تھا۔
نامی اور مال کا کٹنا انا ملل ذل العجم کے بعد امام صاحب کے
باب نزدیک بھی جائز ہے مستحب نہ کٹوانا ہے۔

باب الذنور

اس بارہ میں دیگر روایات بھی ہیں بعض میں

جسد انسانی ایک عضو کے معدوم ہو جانے سے ناقص رہ جاتا ہے
اسی طرح کسی قسم کی اشیا کے بالکل عدم سے عالم کے مجموعہ میں نقص
آجاتا ہے آپ نے اس لئے سب کے قتل کا حکم نہ فرمایا سخت سیاہ جو
موسیٰ زیادہ ہوتا ہے اسکے قتل کا حکم فرمایا۔ احمد فرماتے ہیں کہ اسکا
لایا ہوا صید بھی کھانا جائز نہیں کیونکہ وہ تو شیطان ہے۔ دیگر احمد
جائز فرماتے ہیں لانہ شیطان بخلاف کلب حلیۃ کلب حفاظت کے رکھنے سے
اجریں ملتی نہ ہوں باقی دھول غلامہ خواہ اس سے اس میں حریز آوے
یا نہ آوے قید لا و قید اطمان سے قید ہو چو کہ منظور نہیں لبتہ ا
اس میں تعارض نہیں بلکہ تحمیل مقصود ہے کہ تھوڑا سا ثواب کم ہو جائے گا
یا باعتبار تفاوت اقسام کلاب کے یا باعتبار ضرورت شدہ وغیرہ کے
قیراط و قیراطان کا فرق ہے بعض تاویلات محض کرتے ہیں۔
بیت کی طرف سے انصیحہ جائز ہے اگر اسکے اُم سے
باب الاضحیۃ کیا ہو تو اس میں سے کھانا جائز نہیں بالکل تصدق
کرے اگر بلا امر کیا ہے تو اسکو کھانا بھی جائز ہے۔

یعنی ذنب و بھیر چھ ماہ کا جائز ہے بشرطیکہ وہ ایسا
توانا ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو بقر و اہل
میں جہور کے نزدیک سات سے زیادہ کی شرکت جائز نہیں۔ امام اسحق
نے دس تک فرمایا ہے مکسورۃ القرن جائز ہے بشرطیکہ کسر قرن کی
وجہ سے دماغ تک معدوم نہ پہنچ گیا ہو جس کے غلط حصہ نہ ہوں وہ
جائز نہیں۔ مکسورۃ القرن کی نمی کو تتر ہی کہیں گے۔

صرف لانذرفی معصیۃ اللہ آتا ہے کفارہ کا ذکر نہیں پس امام صاحبؒ و دیگر بعض فہمذکر منعقد فرماتے ہیں اور کفارہ واجب کہتے ہیں علیہ کفارہ ہے یمن اور وجوب کفارہ صاف ثابت ہے امام شافعیؒ و بعض ائمہ فرماتے ہیں کہ کفارہ نہیں آتا۔ وہ اس جملہ و علیہ کفارہ تھا کہ ثابت نہیں مانتے۔

باب استنثار فی الیمین جمہور کے نزدیک متصلاً جائز ہے بعض علماء منفصل کو بھی جائز کہتے ہیں حج میں نذر کر کے اگر قادر نہ ہو تو دم دے۔ عند الامام ذم ازکم شاة ہو۔ نذر کرنا کچھ پسندیدہ نہیں کیونکہ یہ تو بخیلوں کا طرز ہے رد قضا تو ہوتا ہی نہیں۔ یا تاویل کی جائے کہ منوع وہ نذر ہے کہ اسکو نوثر کچھ فعل نذر گو کہ وہ ہے مگر مذکور کے ادا کرنے کا ثواب ملنے میں شک نہیں۔

باب حالت کفر میں تو نذر کسی امر شرور کی کچھائے بعض علماء اسکا پورا کرنا واجب فرماتے ہیں لیکن کثر کی رلے ہی ہے کہ واجب نہیں۔ اگر ثواب کے لئے ادا کر دے تو جائز ہو گا مگر واجب نہیں۔ اعتکاف کے لئے عند الامام صوم شرط ہے پس کہا جائیگا کہ روایت میں یلہ سے مراد یل مع ایوم ہے چنانچہ دوسری روایت میں صرف یوم مذکور ہے پس اس طرح جمع کرنے سے تعارض بھی نہ رہے گا اور مذہب امام کے خلاف بھی نہ ہوگا۔

باب حلف بغیر ملتہ اسلام میں بشرط حنث کفارہ واجب ہوتا ہے عند الامام ذم دیگر ائمہ کفارہ واجب نہیں فرماتے۔ اصل خلاف اس میں اور مالایہ ملک اور نذر فی المعصیۃ

میں اس پر مبنی ہے کہ نذر منعقد ہوتا ہے یا نہیں حلف بغیر ملتہ اسلام میں اگر حائث ہو گیا تو یہودی یا نصرانی نہ ہو جائیگا اتفاق الاثر میں اس نے بڑا گناہ کیا چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ جو اس قسم کی عین کر کے حائث ہو تو وہ ویسا ہی ہے اور اگر حائث نہ ہو اب بھی بکمال ایمان نہ لوثا بلکہ ایمان میں فرق آیا۔

باب قصاص نذر عن المیت ضروری ہے اگر وہ وصیت کر گیا ہے اور مال چھوڑ گیا ہے۔

باب الدعوة قبل القتال جن لوگوں کو دعوت اسلام پہنچی نہ ہو ان کو دعوت کرنا واجب ہے اور جن کو پہنچ چکی ہو انکو ضروری نہیں کرے یا نہ کرے۔ امام صاحبؒ کے نزدیک بلا ضرورت شب خون بہت نہیں کیونکہ اس میں احتمال صبیان و نسا کے قتل کا ہے ضرورت میں جائز ہے قطع اسخار و دم دار سے اگر دشمن کو پریشانی اور الم اور رعب پہنچانا ہو تو جائز ہے یا وہ اس سے پناہ پوچھتے ہوں تب بھی قطع و دم جائز ہے۔

باب السہم سب ائمہ حق کر صاحبین کا بھی ہیں قول ہے کہ اہل فارس کا ایک اور فارس کے تین سہم مگر امام صاحبؒ فارس کے دو سہم کہتے ہیں اور بعض روایات سے انکی تائید بھی ہوتی ہے تین سہم کو امام صاحبؒ تغیل پر حمل کر سکتے ہیں چنانچہ جب سلسلہ الا کوئے نے تنہا دشمن کے لشکر کا مقابلہ اور بیادری کی تو آپؐ نے ان کے انعام میں انکو داخل و فارس ہر دو قسم کا حقد دلوا دیا جیسے وہ بطور نفل تھا ایسے ہی فارس کو تین سہم دیا جانا۔ اور مشہور تاویل اس میں حنفیہ کی

صرف لاندرونی معصیۃ اللہ آتا ہے کفارہ کا ذکر نہیں پس امام صاحبؒ و دیگر بعض فہمذکر معتقد فرماتے ہیں اور کفارہ واجب کہتے ہیں علیہ کفارہ تہا ہے یمن اور وجوب کفارہ صاف ثابت ہے امام شافعیؒ و بعض ائمہ فرماتے ہیں کہ کفارہ نہیں آتا۔ وہ اس جملہ وغلیہ کفارہ تہا کو ثابت نہیں مانتے۔

باب استثنای الیمن جمہور کے نزدیک متصلاً جائز ہے بعض علماء منفصل کو بھی جائز کہتے ہیں حج میں مذکر کی کر کے اگر قادر نہ ہو تو دم دے۔ عند الامام ذکر ازکم شاة ہو۔ نذر کرنا کچھ پسندیدہ نہیں کیونکہ یہ تو بخلوں کا طرز ہے رد قضا تو ہوتا ہی نہیں۔ یا تاویل کی جائے کہ منوع وہ نذر ہے کہ اسکو نوثر کچھ فعل نذر گو کہ وہ ہے مگر مذکور کے ادا کرنے کا ثواب ملے میں مشک نہیں۔

باب حالت کفر میں ہو نذر کسی امر شرور کی کچھائے بعض علماء اسکو پورا کرنا واجب فرماتے ہیں لیکن کثر کی رلے ہیں ہے کہ واجب نہیں۔ اگر ثواب کے لئے ادا کر دے تو جائز ہو گا مگر واجب نہیں اعتکاف کے لئے عند الامام صوم شرط ہے پس کہا جائیگا کہ روایت میں یلا سے مراد صلح ایوم ہے چنانچہ دوسری روایت میں صرف یوم مذکور ہے پس اس طرح جمع کرنے سے تعارض بھی نہ رہے گا اور مذہب امام کے خلاف بھی نہ ہوگا۔

باب حلف بغیر ملتہ اسلام میں بشرط حث کفارہ واجب ہوتا ہے عند الامام ذکر ازکم کفارہ واجب نہیں فرماتے۔ اصل خلاف اس میں اور مالہ بملک اور نذر فی المعصیۃ

میں اس پر مبنی ہے کہ نذر عقد ہوتی ہے یا نہیں حلف بغیر ملتہ اسلام میں اگر حادث ہو گیا تو یہودی یا نصرانی نہ ہو جائیگا اتفاق الاثر بین اس نے بڑا گناہ کیا چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ جو اس قسم کی یمن کر کے حاث ہو تو وہ ویسا ہی ہے اور اگر حادث نہ ہو تب بھی بحال ایمان نہ لوگا بلکہ ایمان میں فرق آیا

باب قصار نذر عن المیت ضروری ہے اگر وہ وصیت کر گیا ہے اور مال بھوڑ گیا ہے۔

باب لدعوۃ قبل القتال جن لوگوں کو دعوت اسلام پہنچی نہ ہو ان کو دعوت کرنا واجب ہے اور جن کو پہنچ چکی ہو انکو ضروری نہیں کرے یا نہ کرے۔ امام صاحبؒ کے نزدیک بلا ضرورت شب خون بہت نہیں کیونکہ اس میں احتمال ھیمان و نسا کے قتل کا ہے ضرورت میں جائز ہے قطع اسجار و دم دار سے اگر دشمن کو پریشانی اور الم اور رعب پہنچانا ہو تو جائز ہے یا وہ اس سے پناہ پگھلتے ہوں تب بھی قطع و دم جائز ہے۔

باب السہم سب ائمہ متحنی کر صاحبین کا بھی ہیں قول ہے کہ ہر اہل کا ایک اور فارس کے تین سہم۔ مگر امام صاحبؒ فارس کے دو سہم کہتے ہیں اور بعض روایات سے انکی تائید بھی ہوتی ہے تین سہم کو امام صاحبؒ تغیل ہر اہل کر سکتے ہیں چنانچہ جب سکنین الا کوئع نے تنہا دشمن کے لشکر کا مقابلہ اور بیادری کی تو آپؐ نے ان کے انعام میں انکو مال و فارس ہر دو قسم کا حشر دلوا یا جیسے وہ بطور نفل تھا ایسے ہی فارس کو تین سہم دیا جانا۔ اور مشہور تاویل اس میں حنفی کی ہے

ہے کہ فرس سے مراد فارس اور راجل سے مراد راجل ہے وہو المراد۔

نساء واطفال کا کوئی سہم معین نہیں بطور عطا و نصاب
باب ہوا م دیکھ آپ کا امرۃ وہی کو سہم عطا فرما اس
پر محمول ہے کہ عطیہ دیا۔

باب اخراج الیہود والنصارى من العرب
آپ کا ارادہ تھا کہ یورانیہ

باب ترک بنی علیہ السلام کے لئے حضرت فاطمہ طلب کر کے آئے تھیں
اور حضرت علیؓ و عباسؓ بھی حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں اس
غرض سے آئے تھے عہد کے پاس حضرت علیؓ و عباسؓ بطلب وراثت
نہیں تشریف لائے بلکہ ان دونوں صاحبوں کو اس خاص وقف کا
متولی حضرت عہد نے بنادیا تھا جسکو پہلے بطور وراثت چاہتے تھے اب
حضرت عباسؓ نے اعلیٰ میں اختلاف رائے کی وجہ سے کہ نزاع ہوا اس
وقت یہ حضرت عہد کے پاس رفع نزاع کے لئے تشریف لائے تھے مگر
طلب وراثت کے لئے اب بغرض یہ تھی کہ وقف کو تقسیم کر کے جدا جدا
کر دیا جائے کہ ہر ایک متمول مستقل ہو جائے تاکہ اختلاف رائے سے
نزاع نہ ہو اگرچہ یکن حضرت عہد نے دورانہ شی سے تقسیم نہ فرمایا کیونکہ
جب وارثوں میں تقسیم ہو گا تو اسکو یہ کوئی نہ سمجھے گا کہ یہ حق تولیت
ہے بلکہ تقسیم الوراثت سمجھی جائے گی پس اس سے لوگ شرم میں پڑیں
گئے لہذا فرمایا کہ اگر چاہو تو اسی طرح دونوں بالاشراک متولی رہو ورنہ
میں تو پہلے بھی اسکا انتظام کرنا تھا اب بھی کرونگا (فلیحفظ الفرق
بین حبیثہ فاطمہ و حبیثہا فی زمن عمرو)

تو رہ عامتاً الخ یعنی ایسی شے ہے کہ دل میں تو
سب کے خیال آجاتا ہے سو گن اللہ لیکن اپنے

لوگوں کی وجہ سے مسلمان اسپر کار بند نہیں ہوتے البتہ قال کو اپنے
پسند فرمایا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ طیرہ میں تو گویا اللہ تعالیٰ سے ممکن
ہوتا ہے اور حکم ہے کہ حسن ظن باللہ چاہئے کہ وہ ہمارے لئے بہتر کرے
گا پس اگر خوشتر بھی نہ سمجھتے تب بھی بڑی وجہ معافت کی یہ ہو سکتی ہے۔
اور قال میں چونکہ حسن ظن باللہ ہے لہذا پسند ہے۔

باب اغبرت فی سبیل اللہ
کلام صحابی سے معلوم ہوا کہ وہ شی

ہیں پس سبیل اللہ کے بہت سے افراد و مصداق ہیں اعلیٰ ان میں
سے جہاد ہے۔ شاب فی الاسلام یعنی دین کے کاموں میں مگر گذردی

باب الرمی فی سبیل اللہ
ملوک تیرا لگنا غازی کو وہ کر آپ
اس سے جہاد کریں یا وہ شخص جو ترش میں سے نکال نکال لوقت
حرب و قتال دیتا جائے۔

فصل الشهداء کی روایت میں چار قسمیں ذکر کی ہیں اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ درجہ علم درجہ عمل سے اعلیٰ ہے کیونکہ عالم غیر عامل کو
درجہ دوا میں رکھا ہے اور عامل غیر عالم کو سوم درجہ میں۔
تعلیٰ رائدہ اور جگہ سے ثابت ہے کہ آپ کے سر مبارک میں پس
(قل) نہیں تھی مگر تفضل سے یہ ضرور نہیں کہ انکو تفضل مل ہی جاتی ہو اور
بعض نے لکھا ہے کہ تفضل کے معنی ہیں بالوں کو چیر چیر کر دیکھنا عام ہے

کہ گرد و غبار دیکھنا ہو یا کہ لہجہ اور نقل وغیرہ۔ اب اکثر چھوٹے قتل دیکھا کرتے ہیں لہذا اقل سے اسی طرف خیال و ذہن جلتا ہے (یہ ظاہر ہے کہ اگر سر میں جون نہ ہو تب بھی سر کو اسی طرح دیکھنے میں ایک طرح کا آرام آتا ہے) انکے دابر پر سے گرنے کا واقعہ حضرت عثمان کے وقت میں ہوا ہے کیونکہ غزوۃ البحر اول انہیں کے وقت میں ہوا تھا۔ البتہ دوسرا واقعہ امیر معاویہ کی خلافت میں ہوا تھا پس اول واقعہ میں فی زمن معاویہ کے مراد اسی سرداری کا زمانہ ہے جب وہ فوج کے سردار تھے۔ البتہ دوسرے واقعہ میں وہ خود خلیفہ تھے اور سردار فوج بزرگ پیدا تھا آنحضرت کے وقت میں ام حرام عبادۃ کے نکاح میں نہ تھیں پس راوی نے وقت روایت کے اعتبار سے کانت تحت عبادۃ بصیف ناقص فرمایا ہے اور یہاں یہ باتفاق مسلم امہ ہے مگر قصہ بربرہ میں کان عبد کو وقت حریت پر قتل کرنا ضروری ہے۔

باب لغزو والروح فی الجہاد

یعنی قبضہ سے گوشہ تنگ اور یہ عمدہ معنی میں اور قاتل قوی بن آؤ آذنی میں جس بلا تکلف جاری ہوتے ہیں فوق ناغیا تو وہ فصل ہے جو صبح اور شام کے طب میں ہوتا ہے مگر یہ معنی مروج میں یا وہ فاصلہ ہے جو ایک دفعہ میں خرچ کو دیکر دوسری مرتبہ دبا لے تک ہوتا ہے یا وہ فصل کہ دودھ نکال کر بچہ کو کھنڈھتے ہیں کہ بقیہ دودھ اتر آئے۔

باب ای الناس غیر عن الناس کا درجہ کم ہے اور بہتر معاشرت۔

فی الناس اور جہاد و صبر علی ایذا الناس ہے اور یہ اعلیٰ درجہ ہے اور جب دنیا میں شرمی شرم ہو اور غیر بالکل نہ ہو پس شرمی شرم کے کنارہ کر کے اعتزال اختیار کرنا اذل و اعلیٰ درجہ کا عمل ہوتا ہے اور حفاظت الناس وغیرہ درجہ دوم میں ہو جائیں گے۔

جو شخص قلب صادق سے تمتنا و آرزو رکھتا ہو

باب التہیید

وہ ضرور ہے کہ جہاد میں پہنچ جائے جہاں کہیں میں جہاد ہوتا ہو۔ ورنہ زبان مع خرچ سے کام نہیں چلتا۔ یعقوبی قول دفعۃ بالعلم اور بفتح الدال۔ دونوں طرح مروی ہے دفعہ کہتے ہیں قول خروج دیکھو یعنی قول خروج دم ہی میں مغفرت ہو جاتی ہے گو آب تک قبضہ روح بھی نہ ہوا ہو اور دفع بالفتح بخبر مرقہ یعنی اول و دہم میں مغفرت ہو جاتی ہے بلا حساب۔ من لقی بغیرا ثم جہاد جہاد سے مشہور من جہاد بالقتال لئے جائیں تو بہتر ہے اگرچہ عمر رہتا ہے لیکن کوئی گناہ تو نہیں جیسا عین فرحت و مسرت میں قریب ننگی خبر ہی نہیں ہوتی بہت کم احساس ہوتا ہے ایسے ہی شہداء کو اس فرحت و کمال اور گھائے بے انتہا ہیں یہ تکلیف معلوم نہیں ہوگی۔ بلاشبہ موت علی الفرائض سے قتل فی الجہاد آسان ہے مگر آدمی باطنی خائف ہوتا ہے ورنہ فرائض برکت تک تکلیف و رنج و الم اٹھا کر رہتا ہے۔

غیر اولی الضرر یا تو صرف اسی قدر نیکو اذیل ہوا ہو یا تمام آیت مع اول الفاظ اور اس

ملہ کے سفر تنہا جائز ہے چنانچہ آپ نے خود قیس بن عدی کو تنہا روانہ فرمایا۔ ہاں بہتر فقہار کے ساتھ ہے ہر بہرہ کا اطلاق ایک سے

تین سو تک ہوتا ہے پس آپ نے قیس کو تنہا سر پہ بنا کر بھیجا اور اگر قی
کا نسخہ لیا جائے تو مطلب یہ ہے کہ لشکر پر سردار بنا کر بھیجا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات انیس سے کم زیادہ بھی
بیان ہوئے ہیں وجہ یہ ہے کہ بعض غزوات کی بعض بعض روایت کو
غیر نہ ہوئی اور بعض کو باوجود اطلاع کے قابل ذکر نہیں سمجھا۔ ایسا
غزوہ ہمیں ہر دو طرف سے قتال و استعمال سلاخ ہوا ہودہ سب سے
اول بدر تھا۔

افرد سے کہ جواب میں صحابی نے ماؤی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا۔ جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ نہیں کل مسلمان نہیں بھاگے تھے کیونکہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض اصحاب علی حالہ قائم تھے اور
فرار وہ معتبر ہے کہ کل لوگ بھاگیں۔ یا خلاصہ جواب یہ ہے کہ فرار وہ
معتبر ہے کہ امام بھاگے اور آپ جو حکم قائم تھے لہذا فرار نہ ہوا یہ
ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب آپ کے چچا کے بیٹے ہوتے ہیں
اور حضرت معاویہ کے والد ابوسفیان دومرے ہیں جو فتح مکہ پر اسلام
لائے تھے سیف وغیرہ پر اگر مع سیم و زر کا ہو تو مضائقہ نہیں کیونکہ
اسکا جرم نہیں ہوتا لہذا اسکا اعتبار نہیں اور اگر ذہب و فضہ کے
پترے اور جرم ہو تو راضع استعمال میں جائز نہیں اطراف میں ہو
چکو بکراؤ جانا ہو۔ نہ یہ جیسے آپ کی تلوار کے قبضہ کے باہر کی
طرف یعنی کٹوری پر لگا ہوا تھا۔ یہی حکم دیکھنا اشیاء کا ہے۔

شکال بعض کہتے ہیں کہ یہ ہے کہ تین پاؤں علی حالہ ہوں اور
ایک منجل ہو بعض اسکا ٹکس کہتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ دو منجل ہوں

پھر اس میں بعض کہتے ہیں کہ ہر دو موافق جانب کے ہوں بعض کہتے ہیں
خالف ہونے چاہیے یعنی آگے کا پاؤں دائیں جانب کا ہو تو بچھلا
بائیں جانب کا ہو۔

ظاہر یہ ہے کہ جس وکلب کے ساتھ ملا کر نہ ہوں اگرچہ ضرورت نہیں
رکھے گئے ہوں اور شرح فرماتے ہیں کہ ضرورت میں جب اجازت
ہے تو ملا کر بھی آتے ہیں نہ داخل ہونا صرف اس صورت میں ہے
کہ بلا ضرورت یا ہلو کے لئے ہو۔

حضرت علیؑ نے جو قبل بقیہ غنیمت میں سے لے لیا یا تو آپؐ
سے اجازت لے لی ہو یا ہم ذوالفقہ میں سے لیا ہو چنانچہ روایات میں
ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ علیؑ کا اسی سے زیادہ حق مغنم میں ہے شکایت
علیؑ ظاہر الصورة تھی۔

باب الترحیش والوم ترحیش اس لئے نہ ہے کہ آدمی کا اس میں کچھ
انفع نہیں اور جانوروں کو نافع و تکلیف و
لیذا ہوگی۔ وارغ دینا حیوان و انسان کے چہرہ پر بلا سخت ضرورت کے
ہرگز جائز نہیں دیکھ اعضا پر جائز ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے گھوڑوں کو داغ لگایا ہے۔

باب شہد و علیہ دین ظاہر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کے
سوا سب صفات و کمالات معاف ہو جاتے
ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک کہا کہ معاف نہیں ہوتے مگر متاخرین نے
نے مغفرت کہا کہ ہر بھی اجماع نقل کیا ہے۔

باب دفن الشہید چونکہ قتل سے علیحدہ کرنے میں کوئی نفع نہ تھا

لہذا آپ نے فرمایا کہ اسی جگہ دفن ہوا صل یہ ہے کہ جس جگہ موت واقع ہو وہیں دفن کر دیا جائے ورنہ قطع مسافت میں تاخیر دفن کے علاوہ فائدہ بھی کوئی نہیں باقی وطن میں لانا اس میں بھی کوئی بات نہیں بلکہ نوبت میں موت و دفن اور زیادہ باعث اجر ہے حضرت جابرؓ کے والد کی قبر مدت کے بعد بوجہ بارش کے کھل گئی تھی اس لئے وہاں سے اٹھا لائے اور دوسری جگہ دفن کر دیا۔

باب البیاس مذہب جو یہی ہے کہ معافیت و حرمت ذوب و حریر رجال کے واسطے ہے نسوان کو جائز ہے لیکن بعض اس حرمت کو عام کہتے ہیں حریر دو چار انگشت جائز ہے مطلقاً اگر زیادہ ہو عام ہے اور اگر تھوڑے تھوڑے فصل سے چار چار انگشت ہو تو جائز ہے سب کو جمع نہیں کیا جاتا۔

باب الرخصة فی الحریر ضرورت میں اور حرب میں اکثر نے حریر کو جائز کہتے ہیں فلتے ہیں کہ جبکہ بنا ریش کا ہو اور تانا کبھی اور چیز کا ہو تو حرب و ضرورت میں جائز ہے اور اگر تانا بنا ہر دو ریشمی ہوں تو جائز نہیں و اگر تانا ریشمی اور باناسی دوسری چیز کا ہو تو بلا ضرورت بھی مباح ہے اصل خلاف اس میں ہے کہ امام شافعیؒ تو اعتبار غالب کا کرتے ہیں اور امام صاحبؒ ہائے کا اعتبار کرتے ہیں کیونکہ نوبت اس سے تحقیق ہوتی ہے۔

باب التوب للاحمر حنفیہ میں اس بارہ میں دس قول ہیں ایک یہ بھی ہے کہ ثوب اگر مسجوب ہے بلکہ معصفر بھی

جائز ہے راجح قول یہ ہے کہ سر نہ کپڑا مردوں کے لئے خلاف اول ہے کیونکہ معافیت کی روایات بھی ہیں اور کثاک استعمال فرمانا بھی ثابت ہے جو لوگ منع کرتے ہیں وہ آپ کے استعمال کو منقطع پر عمل کرتے ہیں دباغت سے جلد پاک ہو جاتی پہلے صلیح الا قول

باب جلود المیت میں ہے کہ کیونکہ حدیث میں عموم ہے اور اگر اھاب کے معنی جلد میت ہی کے ہوں تو پھر اور بھی قصر کے سے عموم ہو جائے گا۔ اس میں اختلاف بہت ہے ایک قول یہ ہے کہ کھل کھول ظاہر نہیں ہوتی کہتے ہیں کہ امام مالکؒ کا بھی یہ قول ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کھل کھل کی جلد دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اور غیر کھل کی پاک نہیں ہوتی اور جمہور کے نزدیک کھل و غیر کھل سب کی جلد پاک ہو جاتی ہے مگر بخس العین بوجہ نجاست کے اور انسان بسبب حرمت انطیم اس کے کلب میں اس لئے اختلاف ہے کہ اسکا نجس العین ہونا مختلف فیہ ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ لا تشفوا من المیت یا اھاب لیکن جواب اسکا یہ ہے کہ دباغت کے بعد وہ اھاب میں نہیں رہتا۔ یا اگر اھاب عام ہو تو کہا جائے کہ نجس قبل المیت کی ہے عصب یعنی پچھے عند انقیض ظاہر ہوئے ہیں۔

باب جزا الزار اگر علیل ہو تو بھی نہ چاہئے کیونکہ شعراء میں منکر ہے اور پھر من تشبہ بقوم جو وہ ہے ہر ایک کپڑے میں اسباب ہو سکتا ہے عمامہ کا اسباب یہ ہے کہ شمس اسکا ٹوٹنے نطق سے زیادہ ہو۔ عمامہ کا شمس آپؐ نے ایک بھی اور دو بھی اور کہیں تیس بھی جانب راست بھی پھوڑا ہے۔ لیکن جانب چپ ثابت نہیں یہ بدعت

۲۹۰ ہے۔ بہر شکر ایک ذراع ہے اجازت موضع نفاق تک کی بھی ہے یعنی ناف کے مقابل تک۔

باب الخاتم مردوں کو ذہب جائز نہیں چنانچہ آپ نے نکال کر خالدی اور سب نے ایسا ہی کیا آپ کے خاتم فصد کا فص بکسر جہش چاندی کا بنا ہوا تھا۔ یا کہا جائے کہ ایک خان کا فص چاندی کا بنا ہوا تھا اور ایک کا عقیقہ وغیرہ کا تھا جو جس کی طرف کھنڈا جاتا تھا خاتم اس کے لئے ہے جسکو ضرورت مہر کی ہو لیکن جانوسب کے واسطے ہے البتہ کچھ عین غلط شرط ہے جس پند یہ فص کو نقش بالکل نہ ہو یا ہو مگر اپنے نام کے سوا اور کچھ متغیر کر لے جگہ زمان نام کنہ کرانا چاہیے تختہ فی العین جو عمر شمار و نقص ہو گیا ہے لہذا فی الیسار چاہیے تاکہ خلاف رہے اور ان کے شایب نہ ہو۔ بہر و احسن یہ ہے کہ خضر میں پینے و سطے میں نہ پہننا چاہیے کیونکہ کار و بار میں اس سے اکثر مدد لینا ہوتی ہے اور اکثر کام میں انہیں انگلیوں کی ضرورت رہتی ہے۔ غلامیں جانے کے وقت خاتم نکال دینا چاہیے تاکہ بے ادبی نہ ہو۔ اور اگر بھول گیا تو وہاں جا کر ہاتھ میں تیشہ رکھ لی بند کر لے تاکہ استعمال نہ پایا جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ نقش کی اس لئے ممانعت فرما کر دوسروں کو اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اور آپ کی بہر سے جو فائدہ اور عین حق وہ جاتی رہے گی اور خصوصیت باطل ہو جائے گی۔

باب تصویر مجسمہ تصویر تو جائز ہی نہیں۔ کپڑے پر اور مسطح تصاویر کو جائز کہا گیا ہے، علی ہذا بساط وغیرہ پر استماع

۲۹۱ غیر یعنی کس دوسرے کی بات پر کان لگانا جائز ہے اگر وہ مضد ہو، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن حنیبل کی بات چھپکے سن لی تھی۔ کما ترجمہ لہ البخاری باباً۔

باب خضاب سیاہ عند الخضر بھی مکروہ ہے کیونکہ ممانعت وار ہے اور خواص حمام کی روایت میں وعید شدید فرمائی گئی ہے۔ سیاہ سرفی مائل جو نیل و حاک کے خلط سے ہو بہر ہے بعض تخصیص کرتے ہیں کہ مجاہدین کو سیاہ محض بھی جائز ہے۔

باب اتخاذا لجمہ و غیرہ شجرہ اُزن تک بھی کشف تک بھی اور بین بین بھی کہیں نصف گوش تک بھی۔ قامت شریف میاں حق مائل بہ طول۔ گندم گوئی آپ کی اس طرح تھی کہ سپیدی بھی مائل بہ سرفی نہ کہ سپیدی مائل بہ سیاہی،

باب الصمار محدثین اسکی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ ایک کپڑے کو تمام بدن پر اسطرح اوڑھ دینا کہ لٹ جائے اور دفعۃً ہاتھ نہ نکال سکے۔ اس صورت میں نعل شفقہ ہوگی اور فقہاء تفسیر کرتے ہیں کہ اس طرح کپڑا اوڑھنا کہ کشف عورت ہو جائے پس بھی تحریر ہوگی۔

باب الواصلۃ فقہاء فرماتے ہیں کہ شرف انسان سے وصل کرنا حرام ہے اور مصداق و مورد لعنت وہی ہے۔ کیونکہ عارت و رواج وہاں اس کا تھا۔ باقی اور کسی جانور کے بال یا اور کسی چیز سے وصل کرنا جائز ہے۔ اور اسکی کراہت وہی تخریب ہے۔

نہ کپڑوں کے پہننے۔

اسلئے زینت کو شرع نے بین بین رکھا ہے نہ یہ کہ بالکل اس میں مصروف ہو جائے نہ یہ کہ بالکل وحش بن جائے اس لئے ترقیل کو کوغبنا پسند فرمایا ہے غورتوں کے لئے زینت میں زیادہ وسعت ہے لیکن وصل بضر الانسان حرام ہے کیونکہ اجزاء انسان سے نفع اٹھانا جائز نہیں۔

باب لیاثر

ممانعت کی وجہ بعض تو حرت کو کہتے ہیں چنانچہ دیگر روایات میں میاثر الارواح واروہے لیکن جہور جو نہ شرح کو مباح فرماتے ہیں لہذا اگلے قول پر یہ معنی نہیں ہو سکتے وہ فرماتے ہیں کہ وجہ ممانعت کی حریر ہے کیونکہ حریر کا استعمال بالاتفاق ناجائز ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ حرمت بوجہ جلود سبار ہے لیکن حنفیہ مذہب پر یہ درست نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک دباغت یا ذن سے پاک ہو جاتے ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ انکا استعمال پسندیدہ نہیں کیونکہ یہ اکثر حکم پر استعمال کرتے ہیں جو لوگ جلود سبار کو حرام کہتے ہیں انکے نزدیک بلا تکلف حدیث مکمل جلود میت کے میاثر ہوں گے۔

باب

آستین میں سنون طریز یہ ہے کہ ریش تک ہوزیادہ کرنا بھی جائز ہے۔ بعض روایات سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ آپ کی اور صحابہ کی آستین طویل میں تو ریش تک ہوتی تھی مگر ذرا اور دیکھتی ہوتی تھی۔ بلا تحقیق مثلاً آپ کے خفین کو استعمال فرمائیے سے معلوم ہوا کہ دباغت ہی سے جلد پاک ہو جاتی ہے ورنہ آپ ضرور تحقیق فرماتے کہ مکمل ہے یا نہیں۔

باب تخذالانف

تخذالانف من الذهب حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے بہتر تو یہ ہے کہ چاندی سے کام نہ نکالے اگر بدبو وغیرہ کی ایذا ہو تو ذہب سے بنالیں علی ہذا القیاس دانتوں کو درست کر لینا۔

باب جلودالسباع

بعض فرماتے ہیں کہ غیر مدبوعہ کی ممانعت ہے یا کہا جائے کہ ممانعت عام ہے مگر یہی تہیہ ہے کیونکہ اکثر اکثر حکم پر استعمال کرتے ہیں۔ نیز ایک اثر مذکور ان میں ہوتا ہے۔

باب خف

واحدہ سے نہیں یا تو شفعہ ہے یا تہیہ۔ بعض روایات کیونکہ ہیئت مکروہ ہے۔ دو چار قدم تھوڑی بہت دور کا مضائقہ نہیں۔ مثلاً ایک جو تہیہ کسی نے ذرا فاصلہ پر گر دیا تو یہ ضروری نہیں کہ دوسرے کو باتھ میں لیکر وہاں تک پہنچے۔ روایات سے جو آپ کا اس طرح پہننا ثابت ہے ممکن ہے کہ وہ اسی قسم کا ہوا یا میان بواز ہو ایک وجہ خف واحدہ کے عدم جواز کی یہ ہے کہ شریعت ایسے لباس و ہیئت کو مذموم کہتی ہے جس پر نظر میں پڑیں چنانچہ ثوب شہرت سے ممانعت آئی ہے خواہ وہ ایسا چمک دیک اور قیمت کا ہو کہ سب کی نظر اس پر چاوے یا حقارت میں سدرجہ پہنچ گیا ہو کہ لوگوں کو اوپر معلوم ہوا ہو یا نہ کیا جائے اور انگشت نمایاں جائے چنانچہ امام مالک نے اپنے زمانہ میں ثوب صوف کو مکروہ فرمایا اسلئے کہ لوگ وہاں کے صاحب وسعت تھے پس جو کون صوف پہنتا تھا وہ غایت درجہ ذلیل و انگشت نما ہوتا یا زاہد سمجھا جاتا۔ ایسے ہی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ابوابُ الطَّعْمَةِ

ارنب :- کو بعض فقہار اوائل نے ناجائز فرمایا ہے کیونکہ اور بعض جانور جو حائض ہیں انکی ممانعت آئی ہے اس لئے اسکو بھی ناجائز کہا ہے، لیکن خدا مجبور جائز ہے۔

غضب :- میں اختلاف ہے عند الخفیہ حرام نہیں کراہت کی روایت ہے تحریمی بھی تنزیہی بھی مگر راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ تحریمی ہے اسکی روایت سے صراحت ثبات ہے کہ آپ کا ترک تقدیر افتادہ آپ نے ہاتھ بڑھایا جب معلوم ہوا کہ لحم غضب ہے ہاتھ کیسے چلایا اور بعض صحابہ نے اپنی طرف کو لے لیا۔

ضج :- کو لام صامت حرام فرماتے ہیں کیونکہ نبی عن کل ذی ناب من السباع بڑی صحیح روایت ہے ابن ابی عمار کی روایت سے جس کو حرندی حسن صحیح فرماتے ہیں وہ جرمی ہوئی ہے اور دوسری روایت اویس ثقفی کا ایک سے صریح ممانعت ثابت ہے اور اگر یہ روایت نہ ہوتی تب بھی حرجت سماع کے لئے پوری دلیل ہے ضج کا من السباع ہونا ظاہر ہے، باب کبک کی روایت کا جواب وہاں گذر چکا فلینظر۔

خف واحد پر نواہ نواہ نظریں پڑتی ہیں گو حقارتی سے بھی مگر گشت نماں ہوتی ہے اگر کوئی برہنہ یا ہو تو کوئی خیال میں نہیں کرتا پس ممانعت اسوجہ سے فرماں لگتی ہے۔

(کذا قال استاذی الصلاہ فی درس شمائل النبویۃ للترمذی) کوٹھے ہو کر قنابینے کو شفقہ منع فرمایا ہے جب ہے کہ کھڑے ہو کر پینے میں کچھ اندیشہ ہو ورنہ قبائل ظاہر یہ ہے کہ دو خط میں دو قبائل ہونگے یا یہ مطلب ہے کہ ہر ایک میں دو دو کھینچاں گوندھنا مردوں کو جائز ہے مگر اس طرح گوندھے کو تشبہ بالفساد نہ ہو۔

باب اگر نماز بطور عجب کے ہو تو بلا ٹوٹی کے نماز مکروہ ہوگی کیونکہ سرکھڑا رہے گا اگر دوسری طرز پر ہو کہ تمام سر ڈھک جائے اور درمیان سے کھلا نہ رہے تو مکروہ نہیں کھڑی ٹوٹی جائز ہے۔ مصارعت اس لئے کی گئی کہ انہوں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ اگر میں مصروع ہو گیا تو معلوم ہوگا کہ آپ حق پر ہیں غرض آپ غالب آئے اور یہ مجرہ ہو گیا۔ اور رکاز اسلام لے آئے۔

باب خاتم اکدید عند الخفیہ غلام صیدہ مر کو جائز ہے نہ عورت کو اور نہ پیش کی تولوگ جواز کے قائل ہیں وہ خلف و لو خاتما من حدیث سے استدلال کرتے ہیں اگر لوہے یا پیش کی انگوٹھی پر چاندی کا طبع کر لیا جائے اس کا استعمال بالاتفاق جائز ہے، باقی ظروف پیش کو استعمال کرنا فقہاء جائز فرماتے ہیں کیونکہ حضرت حفصہ کے تو برص طبعی و طوفانیا تھا جناب رسول اللہ نے فصل اللہ تعالیٰ علیہ علی آلہ و صحابہ اجمعین فقط: تعمد اللہ تعالیٰ ما یعلق من المسودات، جلد الاول من الترمذی و فرغت من تصانیف فی ۲۷ ربيع الثانی ۱۱۸۰ھ

کرم خلیل :- عندا خفیہ مکروہ ہے کو نہ کہ منی لوم الخلیل روایت ہے گو
روایت ضعیف ہے اور نیز یہ آلا جہاد ہے اور کرم خلیل کا کھانا جانا
آپ کے زمانہ میں کہیں بہت ہی شاذ و نادر ثابت ہوتا ہے اس میں
بھی تحریری و تہذیبی ہر دو روایتیں ہیں مگر راجح یہ ہے کہ اس میں
کراہت تہذیبی ہے لہذا اس طرح سورہہ میں تحریر ہی راجح ہے
البتہ حنبلیہ میں تحریری راجح ہے کما مر۔

ثوم و بصل :- کو بوجہ بدلو کے کھانا ناپسند فرمایا ہے۔ اگر کچے ہوئے
میں بھی بدلو ہو تو اسکو بھی کھانا نہ چاہیے اور کچا کھکر مسجد میں نہ بٹھائیے
المؤمن یا کل فی ہذا و لا یأکل فی ذلک کہ ہے کہ اللہ صلاۃ اللہ خالی
کے لئے ہے یعنی فضائل کا فر اور فحائل مومن یا کھا جائے کہ مومن کا حق
کم کھانا ہے اور اس مختلف کی ضرورت نہیں سیدھا مطلب یہ ہے
کہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ کم کھلاوے اور اسکو ایسا بڑا چاہیے
اور کہ فحائل کی شان اس کے خلاف ہے۔ اسرار معجم اور واعد کلمہ کثرت و
قلب اکل سے ہے ورنہ معاصر رب کے برابر ہو جتے ہیں۔

جلالہ :- وہ جو کثرت نجاست کی وجہ سے کما کرم بدلو اور جو جیسے
اسکا گوشت مکروہ تحریمی ہے۔

جہادری :- کو فاسد میں نقد راور جہی میں کراہت تہذیبی ہے ایک بڑی
قسم کا ہوتا ہے اسکو نقد راور جھوٹے قسم کو نقد روری کہتے ہیں۔ چھوٹی قسم
کا اس طرف بھی ہوتا ہے۔ بڑی قسم کا علاقہ پنجاب میں۔

تکبیر :- لگا کر کھانا بھی مکروہ ہے اور ہاتھ کا سہارا لینا پر لگا کر
بیٹھ کر کھانا بھی مکروہ ہے اتفاق کے معنی بغض استراحت لئے ہیں

یعنی مسند و گدی تکیوں پر آرام تمام بیٹھ کر کھانا مکروہ ہے۔

شرید :- بعض نے حضرت مسلم کو افضل الفسار کہا ہے حتیٰ کہ انکی
تہذیب کے قائل ہوئے ہیں بعض نے حضرت فاطمہ کو افضل کہا۔
بعض نے حضرت عائشہؓ و آسیہ امراۃ فرعون کو۔ لیکن کوئی امر اس
میں معین نہیں مختلف قول ہیں۔ ہاں شرید سے تشبیہ دینے سے ظاہر
ہے کہ انفع سب سے حضرت عائشہؓ ہیں جیسے شرید زود ہضم لذیذ و
انفع ہوتا ہے اس طرح حضرت عائشہؓ سے امت کو بفتح پسند چا اور
کسی عورت سے اسلام کو اس قدر منفعت نہیں پہنچی۔

ذراع :- کے محبوب ہونے اور نہ ہونے کی روایات میں تعارض
نہیں ذراع کا محبوب ہونا اسلئے نہ تھا کہ اس میں لذت ہوتی ہے بلکہ
جلدی تیار ہو جاتا ہے اشتغال بالطاعات میں تاخیر نہ ہوگی بعض نے
تعارض مان کر کہا ہے کہ اول روایت قوی ہے اور دوسری روایت
ضعیف ہے۔

الوال اہل :- کو بعض ائمہ ظاہر کہتے ہیں۔ بعض نجس۔ پھر نجس ماننے
والوں کے دو قول ہیں ایک جماعت کی یہ رائے ہے کہ نجاست مسلم
مکروہ و استعمال جائز ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نجس ہے اور دواۃ اکل
وقت جائز ہے جبکہ اسی میں شفا کا انحصار سمجھا جائے طیب حاذق کے
کھنے سے پاکس اور ذریعہ ست۔ و ہذا قال امامنا الاعظم۔

کل مسکر قمر :- یعنی حکماء ذکر لفظ کیونکہ لغت میں تفسیر نہیں ہو سکتا اور
لغت میں تفسیر غیب غیر مطبوعہ کو قمر کہتے ہیں۔ ہمارے جن کے مذہب پر
فتویٰ ہے کہ شیرہ غیب کے علاوہ بھی قلیل و کثیر مسکرات حرام ہیں۔

امام صاحب نے بعض اشربہ کی مقدار قلیل کی اجازت تقویٰ علی البیہ کے لئے دی بشرطیکہ قلیل مقفیض الی البیہ نہ ہو مگر بسبب کثرت احادیث والہ علی الخمر المطلقہ کے اس پر فتویٰ نہیں روایت سے یہ بھی بصراحت ثابت ہوا ہے کہ گو بہت زیادہ مقدار پیکر کر آوے اسکا قلیل بھی حرام ہے کیونکہ فوق تین یہ کہ ہوتا ہے (ترمذی کھولو اور کھو)۔

نبیذ :- عندا کچھ پیلے حرمت کا حکم تھا اب جائز ہو گیا ہے، پہلے ہزار حرمت خمر کے وقت تشدد زیادہ تھا، بعض ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں اور منسوخ نہیں مانتے۔ ظروف شراب میں نبیذ بنانے کی پہلے بالکل حرمت ہوئی، پھر آپ کے صحابہ نے ضرورت میں ظاہر کیا کہ شکر کو چوبے کاٹ ڈالتے ہیں یا میسر ہی نہیں ہوتی۔ جب آپ اجازت فرماتے تھے اس سے معلوم ہو گیا کہ حرمت خمر اس قلیل سے ہے جس میں تشدد کے بعد تحیف کی طرف رجوع ہوا ہے نہ کہ علی العکس غرض ان ظروف میں جلد سکر آجانا کیا اندیشہ تھا اسلئے منع فرمایا تھا اور نیز یہ مذکور نہیں سبب اجازت ہے ظرف خواہ کچھ ہو ظاہر ہونا چاہیے اور ظروف حلال ہو نبیذ کے استعمال کی مدت روایات سے مختلف ثابت ہوئی ہے بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کو بنا کر صبح کو استعمال کرتے بعض سے ثابت ہوتا ہے کہ تیسرے دن تک استعمال کرتے تھے لیکن ان میں تعارض نہیں کیونکہ یہ مختلف موسم اور مختلف ظروف یا اور کسی سبب سے تھا مگر پہلے پہلے استعمال کرتے تھے اس کے بعد نہیں کہیں گرمی میں جلد جو شش آتا ہے اور سردی میں دیر سے۔ پس تعین مدت نہیں بعض کا قول تعین مدت ہے۔

خلیطہ بسر و تمر :- وغیرہ کی عند الخفیفہ اجازت ہے کیونکہ بعض روایات سے آپ کیلئے خفیفہ کا تیار ہونا ثابت ہے۔ ہاں یہ شرط ہے کہ سکر نہ آوے۔ آپ نے بھی اسلئے فرمایا کہ نشہ اس میں جلد آتا ہے بسبب اختلاف امزجہ غلیظین کے اور نیز ابتداء حرمت خمر میں تشدد تھا اسلئے اس سے بھی منع فرمایا۔

قائمناہ پانی پینے کی اباحت و عماخت کی روایات میں بعض نے جواز و منسوخ اور مخالفت کو ناسخ کہا ہے اور بعض نے علی العکس مانع یہ ہے کہ جائز ہے لیکن قاضا مستحب ہے جس نے پانی کے دو نفس ذکر کئے ہیں اس نے آخری نفس کو ذکر نہیں کیا جو شراب کے بعد ہوتا ہے اور جس نے ثنا کہا اس نے بیوں کو شمار کر لیا۔ پانی میں بھونک مارنا منع ہے پانی دم کرنا جائز ہے۔

اختناث الاسقیہ :- سے منع فرمایا یعنی شک کو منہ لگا کر اور اسے دہانہ کو اکٹھا کر کے پانی نہ جوے اسکی وجہ یہ ہے کہ دفعۃً پانی پیٹھ پر سجدہ کو تحلیف دے۔ دوسری روایت سے رخصت ثابت ہے۔

اصبث ذنبا عظیم :- میں ذنب عظیم سے گناہ کبیرہ مراد لینا مکلف ہے کہ اول عظیم کے معنی کبیرہ کے ہیں پھر اس کے کبیرہ اصطلاحی مراد یا جلتے مطلب یہ ہے کہ کوئی بڑا گناہ کیا۔ (پٹھان کے اعتبار سے)۔

یاب کے :- دوسروں کے ساتھ روت کرنا اس میں مطلقا ہے بعض روایت میں بعد موت ایہ وارد ہے۔

والدہ والدہ کو آزاد کر دینا یا ایک لائق اور مناسب جزا ہے اگر اور نہ میں میسر نہ ہوں موافق لحاظ سائل آپ نے جواب دیا۔

بنات :- کسی پرورش و عیال داری پر فرمایا کہ انا و یو کہاتین یعنی ماں
 فرج متصل اور فرج بھی ہوگا جتنا سبب اور وصل میں ہے کدوا
 بڑھ گیا ہے دوسرا بھی اس کے قریب قریب ہے۔
 لیس مناء۔ سفیان ثوری نے اسی لئے تاویل کو پسند نہ کیا کہ حضرت
 صل اللہ علیہ وسلم تو بطور وعید کے فرماتے ہیں اور اس تاویل کے
 بعد یہ کوئی وعید نہیں رہتی آپ کے مثل یا صنادید کے مثل نہ ہونا کوئی
 وعید نہیں ظاہر معنی ملتا تاویل یہ ہیں کہ وہ ہماری جماعت سے خارج
 ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کفار میں داخل ہو جائے اکثر تو میں
 کسی شخص کو اپنی ذات سے خارج کر دیتی ہیں مگر یہ نہیں کہ وہ کسی
 دوسری قوم میں داخل ہو جاتا ہے علی ہذا القیاس اور شایں ہو سکتی ہیں
 شرف کبیر :- ظاہر تو یہ ہے کہ کبیر فی العلم یا کبیر نہ ہو جو آخر مہولید جائے
 شرف عقل و فہم اور ذہن و حافظہ و حسب و نسب وغیرہ
 مرآۃ اخیر :- ہوئے کے یہ معنی کہ اگر تم کو مسلمان میں عیب نظر آوے تو
 سکو دور کر دو کیونکہ وہ تمہارا آئینہ ہے بلکہ اس کا صاف رکھنا ضروری ہے
 جیسے آدمی آئینہ کو صاف رکھتا ہے اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ دوسرے
 کے مطلق کرنے سے اپنے عیوب کی اصلاح کرے کیونکہ دوسرا عین و نمونہ
 آئینہ کے ہے بتلوانا اس کا کام ہے (تیسرے معنی ترندی کے کھاشیہ پر
 ملاحظہ فرمائیے)۔

حمد فی الاغنیاء :- حمد میں بھی تمنا ہوتی ہے کہ دوسرے شخص کے
 مانند نعمت جھکو رہا ہے اور یہ کہ منور نہیں جائز ہے البتہ اگر اس کے

ساتھ یہ بھی آرزو ہو کہ اس سے زائل ہو جائے تو منور ہے لیکن دوسرے
 زوال کی آرزو نہ ہو تو محاسن میں بہتر ہے اور معاصی میں بہت مذموم
 ہے۔ یا کہا جائے کہ حمد سے غلط مراد ہے۔ بخط بھی حمد ہی کی ایک شرف
 قسم کا نام ہے جیسے تو یہ بھی کذب کی ایک قسم ہے مگر جائز نہیں غرض
 حدیث سے یہ ہے کہ اس قسم کے محاسن میں رغبت چاہیے نہ کہ معاصی
 وغیرہ میں۔

اصلاح ذات البین :- وغیرہ میں کذب سے توبہ مراد ہے کہ ان
 میں امور میں توبہ جائز ہے اور اگر توبہ سے کام نہ لے تو کذب مرتع
 بھی جائز ہو جائے اگر عرب میں کذب سے توبہ مراد نہیں وہ ہر حال
 میں بھاجائز ہے البتہ اگر کذب حدیث میں بھی مراد ہے۔

یہ :- واجب نہیں کہ خادم کو بالکل اپنے مانند کھلاوے پناوے۔
 ہاں اس کا پورا حق وینالو جب بے کسوت و طعام کے تنگ ذکر ہے۔
 من لم یشرک الناس :- یعنی جو شخص لوگوں کا احسان نہ کرنے تو
 معلوم ہو جائیگا کہ ناشکری کا نوازہ اس میں موجود ہے۔ خدا تعالیٰ کا بھی
 شک نہ کیے گا۔

من ہدیٰ زرقا قاہ :- ظاہر معنی یہ ہیں کہ کوچہ میں رہا ہے تلواریہ اور جو سکتا
 ہے کہ بدینہ شک مراد ہو۔

مطل زروج :- سے صدقہ کرنا مراعات یا دلالت اجازت کے ساتھ جائز ہے۔
 اصلاح کا مطلب سوال سے یہ تھا کہ اگر اجازت ہو جو مملکت تو مملوک و زوج
 ہے کہ توبہ جھکو بھی ہوگا یا نہیں آپ نے فرمایا شک ہے گا۔

لایجتمع النقصان :- جس میں یہ قصاں موجود ہوئے اس کا ایمان اسی طور

ضعیف ہوگا کیونکہ جس درجہ کا اسلام ہوگا وہ اس درجہ کے نفل سے منع نہ ہوگا جس قدر یہ خصائص ہونگے اسی قدر ایمان کم درجہ کا ہوگا۔
 یا یہ تاویل کی جائے کہ یہ دونوں خصلتیں جمع نہیں ہوتیں علی وجہ امکان
 گواحد ہا موجود ہو یا دونوں علی وجہ الضعیف۔
 بعد از ملک صدقہ بدیع یعنی یوم اقول میں ضیافت الاکرام ہے اور
 تیسرے روز تک بھی ضیافت ہے گو صدقہ بھی ہے اور اس کے بعد
 محض صدقہ ہے۔

زیادۃ فی العمر بدیع کے معنی کہ اس سبب سے خدا تعالیٰ نے اقل ہی
 سے عمر زیادہ قرار دی یعنی اسکا صلہ رحم سبب ہے طول عمر کا۔ یہ ضروری
 نہیں کہ اقول تعین ہو کر صلہ رحم کی وجہ سے پھر کم زیادہ ہو کرے جیسا
 شکار دیکھتے ہیں لکھا ہے کہ یہ یحییٰ بن یحییٰ کی عمر میں معلوم کیا گیا
 اور وجہ اس کی تحصیل علم ہے جو اس نے اس سے پہلے کی ہے اور وہ
 بھی مقدر ہے۔

ظن اثم بدیع وہ ہے کہ اسکے موافق تعلم بھی کرے (مکا قال سفیان)
 اور بلا علم اثم نہیں مثلاً ایک شخص کو ہم سارق خیال کرتے ہیں پس ہم
 کو یہ جانتے کہ احتیاط کریں اور اس سے بچتے رہیں ہاں گناہ یہ ہے کہ
 اسکی تشبیہ بھی کر دیں کہ یہ سارق ہے۔

مزاج بدیع بلا کذب جائز ہے ایسا کہ دوسرے کو رنج نہ پہنچے منع وہ
 ہے جس سے اسکی تحقیر و تدلیل مقصود ہو یا اسکو رنج ہو یا مصلحت
 تاہن کے لئے زیادہ مزاج بھی جائز ہے ایک صحابی نے جس سے آپ
 بھی مزاج کر لیتے اور وہ بھی آپ کو کوئی بات نہ لیتے۔

مدارات فاسق بدیع جائز ہے جو حد سے نہ بڑھے لیکن کلام وغیرہ
 تک رہے فاسق کی فہیت جائز ہے۔ اسی لئے آپ نے بسبب
 انھو العشرۃ فرمایا۔

لا یدخل الجنة من کان فی قلبہ کبر بدیع تاویل تو مخفیہ لکھتے ہیں اور
 اصل بات وہی ہے کہ بعض کبر کا ہے اور ایمان باقی ہے مؤمن ہی
 رہے گا۔ ایمان و کبر یہ دونوں جمع ہو جائیں تو مزاج مرتب اور غلبہ کا
 اعتبار ہوگا کبر کا اثر ذاتی تو یہی ہے باقی موانع اور مخالف سے ممکن ہے
 کہ مزاج بدل جائے دیکھئے ایک نسخہ میں رطب و یابس خار و بار و
 تند و مزاج کی ادویہ ہوتی ہیں مگر اعتبار اثر غالب و مزاج مرتب ہوتا ہے
 لباس حسن فی نفسہ بدیع برا نہیں (بلکہ بہتر ہے) ہاں کبر و تحجر کرنا اور
 دوسروں کو ذلیل و کم درجہ سمجھنا اور انکے لباس کو بہ نظر حقارت دیکھنا
 یہ تحجر کی بات ہے اور یہی ممنوع ہے، یہی کبر ہے۔

یذہب بنفسہ بدیع یعنی اپنے آپ کو کھینچتا ہے اور کھینچ کر تاجلا جاتا ہے
 آخر کار حکمران میں شمار ہوگا اور اعلیٰ ماند جراتی کیونکہ یہ امور قلیل
 سے کثیر کی طرف جلتے ہیں کبر کے بعض مراتب مذموم نہ تھے مگر وہ غیر کا
 وسیلہ و ذریعہ ہیں کہ آئندہ کبر ممنوع میں مبتلا ہو جائے گا لہذا وہ مراتب
 بھی مذموم تھیں۔ الحیاء من الایمان والایمان فی الجنة۔

فالحیاء فی الجنة نکا اور دان الحیاء شعبۃ الایمان۔
 مانق ووقار بدیع نبوت کا جزو ہے اسکے حصول و افعال کا شعبہ اور
 جزو ہے نہ کہ حقیقۃ نبوت کا جزو ہے جیسے الحیاء شعبۃ من الایمان
 کے یہ معنی ہیں کہ صفات و افعال ایمان کا اثر اور شعبہ میا بھی ہے۔

اور اعطاة الاذى عن الطريق بھی شعبہ ایمان ہے معنی صفات
وخصائل ایمانی کا اثر اور جڑ ہے یہ نہیں کہ یہ ایمان کا شعبہ اور جز ہے
اسی طرح وقار و توقیر افعال و اعمال و فضائل نبوت کا جز ہے نہ لافض حقیقت
نبوت کا۔ کیونکہ حقیقت باتو معلوم کرنی محال ہے ورنہ متعدد قوموں
ہے پس ہم کو ان کے اجزاء کا علم کس طرح ہو سکتا ہے۔

حضرت انسؓ :- ہجرت کے چند روز بعد خدمت شریف میں حاضر ہو کر
آخر عمر شریف تک خدمت شریف میں رہے تا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا تھا کہ اے انصار کوئی تمھارا لڑکا ہماری خدمت کو دید و نہا نہ
حضرت انسؓ اس دولت سے فیضیاب ہوئے۔

عقی :- (والعین والیار) معنی حضرت عقی کلام اور عدم قدرت وقت
الکلام سب ہی ہے جیوں تعریفوں کے طوبار باندھنا اور خوشامد کرنا
اس قسم کے کلام اور بیان کی مذمت فرمائی گئی ہے متضییع حق جو پہلے
گذرا ہے اس کے معنی فقہ بحث کے ہیں۔
الظلم ظلمات یوم القیامۃ :- یعنی ظلم باعث ظلمات ہوگا یوم
القیامۃ میں۔

مريضوں کو طعام و شراب من اللہ ملنے کے
یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ ان کو قوت عطا فرماتا

ابواب لبّ

ہے چنانچہ شاہدہ کی بات ہے کہ میں چند روز تک فاقہ کر کے مسکدر
ضعیف نہیں ہوتا جس قدر تندرست آدمی دو چار وقت بھوکا رہ کر
ہو جاتا ہے نیز ہلا رطبت کھانے سے حضرت کا اندیشہ ہے لہذا اس
حکیم امت نے منع فرمایا۔

جستہ سودا را (یعنی کلونی) میں ہر مرض سے شفا ہونا یا تو اس اعتبار
سے کہ لاکھ حکم الکمل اور ٹھیک یہ بات ہے کہ ایک دوا بہت سے
امراض کو مفید ہوتی ہے لیکن استعمال کے طریقے مختلف ہوتے ہیں
کسی مرض میں کھلا پلا کر استعمال کراتے ہیں کسی مرض میں لپ کر لیتے
ہیں وغیرہ وغیرہ ہیں یہ کلونی بھی متعدد امراض کے لئے بہ ترکیب
مختلف مفید ہوتی ہے چنانچہ بہت سے امراض کے لئے نافع ہونا تو
تجربہ سے ثابت ہے دیگر امراض کے لئے ترکیب نہ معلوم جو تو را سمیں
کوئی شبہ کی بات نہیں بہت سی ادویہ کے سارے منافع معلوم نہیں
ہوتے۔ بعض بعض کا علم ہو جاتا ہے پس کلونی کے بھی اکثر منافع غیر
معلوم ہونگے۔

خالداً مخلداً :- سے یا مکث طویل مراد ہو یا یہ کہ حلال سمجھ کھانے،
یا نفس کو قتل کرے امام صاحبؒ کے نزدیک تداوی باعرا نام ناجائز ہے اور
روایت نبی عن دوار الجث انہی مؤید ہے۔ زہر کسی قسم کا ہو خواہ
آکل کو مضر کرنا ہو یا بوجہ عادت وغیرہ کے اثر نہ کرنا ہو ہر طرح ناجائز
ہے۔ زہروں میں ایک قسم کا نشہ بھی ہوتا ہے وہ کل مسکدر حواہر
الخمر دارۃ اسلے کہ اس سے امراض بہت پیدا ہوتے ہیں اور بہت
نقصان ہے چنانچہ قرآن شریف سے اور نیز اطباء کے قول سے ثابت
ہے کہ بہ نسبت منافع کے اس کے مضر بہت ہیں۔

لد و دہ :- وہ دوا جو منہ میں ایک جانب کو ڈال کر بلان جائے آپ
نے حضرت عباسؓ کو لد و دہ نہ کرایا کیونکہ وہ اس مشورہ میں شریک نہ
تھے اور انہی یہ رائے نہ تھی چنانچہ بعض روایات سے یہ امر ثابت ہے

یا کہ بسبب تعظیم کے انکو چھوڑ دیا شبہ یہاں یہ ہوتا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑے عظیم تھے تمام عمر میں کبھی کسی سے اپنا ہاتھ
نہیں لیا چنانچہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے بھی یہی ثابت ہے
پس آپؐ نے اس تصور کا بدلہ بہت جلد کس لے لیا اور وہ بھی اس
تشدد سے کہ صاحبین کے صوم نفل کو افطار کرادیا اور لوہود کرایا
یہ ہے کہ آپؐ نے اہتمام نصوص اور بیان شان نصوص کے لئے ایسا کیا
اور جزائی کیونکہ انہوں نے نص صریح یعنی قول رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو بلا واسطہ سنا اور پھر اپنی رائے سے اسکا خلاف کیا آپؐ
نے فوراً تنبیہ کے لئے سزا دلوائی تاکہ آئندہ اپنی رائے سے کسی امر
میں خلاف نصوص نہ کرے جیسا اور سزا بھی ایسی دلوائی جو ہمیشہ یاد
رہے۔ یہاں سے اہتمام شان نصوص معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر آپؐ
نے احتیاط فرمایا ہے اور اس غفلت اور ترک نص کا بدلہ دیا ہے۔

اب حضرت عائشہؓ کا نصی جزا فرمانا بھی درست ہے کیونکہ آپؐ نے
اپنے نص کا انتقام کبھی نہیں لیا اور یہ جزا اپنے نص کے لئے نہ
تھی بلکہ ترک نص پر تھی بلکہ بزدار اساءۃ قبیس ملا خواہش و ارادۃ
ایذا رسیدہ کے پہنچ جاتی ہے پس آپؐ کو حالت مرض میں جبکہ وہ
تکلیف پہنچی تو آپؐ نے آثار و علامات سے معلوم کر لیا کہ ان تکلیف پہنچانے والوں کو
کوئی سزا ہونے والی ہے پس آپؐ نے مناسب نہ کچھ لاکہ تعالیٰ کی سزا انکو پہنچا دی
پریشان کر کے (ان اللہ شدید العقاب) اس لئے جلد آپؐ نے
بطور خود جزا و سزا دی تاکہ باری تعالیٰ کی طرف سے سزا نہ ہو چنانچہ
حضرت ابو جرحہ کا قصہ ہے کہ ایک شخص انکو سخت الفاظ کہہ رہا تھا
وہ ساکت تھے آنحضرتؐ بھی دیکھتے رہے جب حضرت ابو جرحہؓ نے

جواب دیا تب آپؐ نے اسے اور دریافت کرنے پر فرمایا کہ پہلے تمہاری
طرف سے میں پر غصے نہ تھے لعنت کرتے تھے جب تم خود بولے تو وہ
چلتے ہوئے غرض خود بدلہ لینے سے عتاب الہی جاتا رہتا ہے اس لئے
آپؐ نے شفقتاً ایسا کیا جیسا کہ ایک صورت اور ایک بزرگ کا قصہ
ہے کہ اسکی گستاخی پر آپؐ نے غلام کو فرمایا کہ اچھا اس نے تمہارا کیا
تو وہ عورت گر کر مر گئی آپؐ نے فرمایا کہ تو نے اسکو مارا ورنہ اگر جلد
بدل لیا جاتا تو سزا میں جاننا لیتے نہ ہوتی غرض جون سی تو جیک جاتے
تھے کہ غات شفقت شائع ہو چکا ہے۔ اول توجیر کے مطابق شان
نصوص میں انہیں کی غرض سے جلائی اور دوسری صورت میں ذرا سی
سزا دی جو منہ کوڑوا کر دینا آسان سمجھا اس سے کہ من اللہ کوئی سزا پہنچے
کنی (واغ) جائز ہے لیکن پسندیدہ نہیں ما اقلحنایا تو یہ مطلب
کہ مرض زانی نہ ہوا تھا یا یہ کہ گو مرض وضع ہو گیا مگر جو کام آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کو نا پسندیدہ تھا وہ کوئی فساد کی بات نہ تھی کی آپؐ
سے بھی کرنا ثابت ہے مگر آپؐ نے پسند نہیں فرمایا ضرورت کے موقع
میں استعمال چاہیے۔

رقیبہ۔ جو کہ شرعاً جائز ہو جوہور کے نزدیک ہر ایک مرض میں جائز ہے۔
اور مکرر روایات ممانعت محمول ہیں رقیب اہل اور رقیبہ جاہلیت پر جو
غیر معلوم الخلفہ یا فاسد الخلفہ ہو۔ البتہ ان تین امراض میں پسندیدہ ہے۔
جیسے یہ امراض خلاف ظاہر ہیں ایسے ان کا علاج بھی رقیب سے مناسب
ہے جو غیر ظاہر الاثر ہے اور جیسے یہ قوی الاثر امراض ہیں ایسے ہی
قوی اثر کرنے والا علاج ہونا چاہیے دوسرے امراض جن کے

بہت ظاہر علاج ہیں (مثلاً درد شکم میں اگر دوا کھائی تو ظاہر ہے کہ اس نے اس مادہ کو تحلیل کیا اور درد کم ہو گیا) وہاں بھی رقیہ ہی کی تلاش کرنا بعید از توکل ہے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ علاج معالجہ میں بہت ہی مستغرق ہے کہ ایسے غیر ظاہر الاسباب علاج سے بھی مدد چاہتا ہے ہاں ظاہر الاسباب امود سے معالجہ کرنا بعید عن التوکل نہیں جیسا کہ بھوک کے دفعیہ کے لئے کھانا کھالینا بعید عن التوکل نہیں۔ محققین کی رائے تو توکل میں یہ ہے کہ توکل کا بل یہ ہے جو تمام اسباب ظاہری کے حاصل ہونے کے بعد توکل کرے ورنہ بلا اسباب ظاہری تو ہر کوئی اللہ تعالیٰ کو معاملہ مفوض کرنے کو تیار ہے۔ ہاں اسباب موجود ہوں اور پھر سب کو نہ سچ سمجھ کر نظر اسی کار ساز تحقیق پر رکھے۔ یہی ہے اعلیٰ درجہ توکل کا۔ مولانا روم فرماتے ہیں صر

بر توکل زانوئے اشتربہ بند

اور اکثر علماء جمہور کی یہ رائے ہے کہ تمام اسباب کو کھو کر توکل کرنا درجہ اعلیٰ ہے کہ سبب کوئی موجود ہی نہ ہو بلکہ اسی طرف نظر ہوائے نزدیک توکل کا بل یہ ہے کہ دوا بالکل نہ کرے اور توکل رکھے۔

معوذتین :- کادریہ اور آپ سے دیگر منقول رقیہ یہ سب ایک قسم کی دُعا ہیں اور ان کا حکم دیگر رتی سے علیحدہ ہے۔ یہ سنون و سنب ہیں کیونکہ ان میں دُعا ہے اور دُعا ظاہر جگہ مرض و بلا مرض کرنا بہت ہی بہتر ہے کھسک گئے ہیں والدینا بھی چائز ہے اور بلا دینا بھی۔ علاوہ ہر احمی کے اور حاجات کے لئے بھی رقیہ و تعویذ گزردہ جائز ہے غرض و فیض وغیرہ کی رفتار کے تعویذ لکھنا بھی جائز ہیں۔

قال ہی من قدر اللہ :- یعنی یہ توفیق اللہ ہی جو کچھ مقدر ہوگا وقوع میں آئے گا۔ لیکن یہ اسباب ہیں انکے ذریعے وقوع از مقدر ہوگا۔

الکفاة من الملق :- یعنی اسکی بھی اصل وہی ہے یا یہ کہلا شقت حاصل ہونے میں اسکے مشابہ ہے۔

تعلیق رقی :- وغیرہ کو اگر کوئی کھائے تو مکروہ ہے توکل علی اللہ ہو اور انکو بھی اسباب میں سے کئے تو کچھ حرج نہیں۔

تبرید الکئی بالماء :- اصل یہ ہے کھڑک ہر ایک بیماری میں علاج نافع ہے بعض افراد کو نقصان ہونے سے علاج میں قسم نہیں آتا بہت سی ادویہ سے بعض دفعہ نفع نہیں ہوتا مگر انکے کا بل واجب ہونے میں کلام نہیں ہوتا ایسے ہی یہ علاج ہے اگر نقصان ہو گیا تو علاج سے نہیں ہوا بلکہ بلا اسکے بھی ہو جائے پس اس علاج کو ایک خاں قسم کے ساتھ مخصوص ماننا ٹھیک نہیں مگر فساد عقیدہ اہل زمانہ کے خوف سے بھی تاویل بہتر ہے۔

تعلما الفراض :- سے یا خاص علم فرائض مراد ہوا عام فرائض جیسا کہ فروغ فرائض و موارث بھی ہے۔

ما بقی قبلک :- بحال منجمہ عصبات کے ہے ذوی الفرض کے بعد جو کچھ باقی ہوگا وہ اسکو ملے گا چنانچہ اس جگہ بات کو دو ثلث بذوجہ کو ختم باقی اربع کو دیا جائے گا۔

اتقن کما تقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :- پہلے صاحبوں نے بوق کو محروم رکھا تھا کہ نصف اتقن کو اور نصف بنت کو اور بنت الاہل محروم

اور عبداللہ بن مسعود نے اسکو حقد دلویا یعنی نصف بنت کو اور نیک
اخت کو اور سدس بنت الابن کو۔

لاول رجل ذکر :- ذوی الفروض کے حقد دینے کے بعد جو کہ باقی
رہے وہ سب سے زیادہ اقرب ذکر کو ملیگا باپ ہو یا بیٹا یا چچا وغیرہ
اور اگر سادی درجہ کے چند اقرب ہوں سب کو تقسیم ہونا چاہیگا۔

چار رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم :- ایک سدس اسکو
بکثیت ذوی الفروض دلویا گیا اور دوسرا من حیث العصبیۃ ہی لے
علیہ علیہ دلویا مگر فرق رہے۔

فأعطاه السدس ثم جارت لہ :- سدس جہہ واحدہ کو دلویا گیا پھر وہ آئی
جو اسکے خلاف تھی (یعنی یہ وادی تھی تو بیانی آئی اور اگر بیانی تھی تو
پر وادی آئی) غرض پہلے کے مخالف تھی پھر عینیت جہت میں راوی
کو شک تھا لہذا راوی نے عام لفظ فرمایا حضرت نے اسے اس آئیوال
جہہ سے فرمایا کہ تو اہم ایک ہو یا دو ہو سدس ہی ملیگا اور اگر دو ہوگی
تو نصفاضف ورنہ پورا سدس ایک کے قبض میں رہے گا۔

جدة مع الابن :- (یعنی بیٹ کا والد) اگر جہہ من جانب امہ ہے تو
سدس بالاتفاق ملیگا اور اگر جہہ من جہۃ الأب ہے تو خلاف ہے بعض
کہتے ہیں کہ باوجود جہات پس کے اسکو بھی لے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ پسری
موجود گی میں اسکو نہ لے گا۔ وهو قول الامام وقال حدیث ضعیف
میراث خال :- اس میں توافق ہے کہ ذوی الفروض اور عصبہ مقدم

ہیں پس اگر یہ نہ ہوں تو اختلاف ہے۔ امام صاحب اس صورت میں
ذوی الارحام کو وارث بتلاتے ہیں اور یہ حدیث اسکی حجت ہے امام
شافعی کے نزدیک اس صورت میں اسکا ترک بیت المال میں جائیگا۔
دوسری روایت بھی مؤید امام ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے کہ
ذوی الارحام وارث ہیں۔

فأفوضہ الی اہل قریۃ :- آپ نے یہ ارث یا تو اس لئے نہ لی کہ انہی
لا یرث یا جبرئیل اور اہل قریۃ کو یا تو جبرئیل غافلانی گئی کا ہو یا مشہور
یاہ سننی کہ اہل قریۃ میں لوگ اسکی کسی پشت میں تو شریک ہونگے۔
انکو دینا چاہیے چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ قبیلہ خزاعہ کے سب
سے چھ حصے حصے کو دیکھ کر دید و نظردی والی ایک بجزاعتہ۔

جمہور کا مذہب :- یہ ہے کہ نہ کافر مسلمان کا وارث ہو سکتا ہے نہ
اسکا عکس مگر بعض کی یہ رائے ہے کہ مسلمان تو کافر کا وارث ہونا چاہیگا
مگر کافر وارث مسلم نہ ہوگا۔ مراد کے وارث اگر کافر ہوں تو بالاتفاق
اسکا مال بیت المال میں داخل ہوگا ورنہ کو نہ ملیگا اور اگر ورثہ مسلمان
ہوں تو اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اب بھی ورثہ کو نہ ملیگا بیت
المال ہی میں جائیگا۔ بعض فرماتے ہیں کہ بل جیسے گا۔ لان المورث
وان ارتد لکن الوارث مسلم (امام صاحب بن بن میں کہ
کسب اسلام تو ورثہ کو دلایا جائے اور حالت ارتداد کا کسب بیت المال
میں رہے وراثت اہل کتاب و مشرکین کا ایک حکم ہے لان الکفد
میلۃ واحده بعض کچھ فرق کرتے ہیں۔

قتل خطا عمد :- میں عند اللام بھی وارث قاتل عروم رہے گا

خطا کی بعض صورتوں میں وارث ہوگا، ہوا اولیٰ الناس بحیاء
یعنی اقارب کے بعد مولانا المولاۃ امام صاحب کے نزدیک صحابہ
اور یہ انہی تحت مرتب ہے۔ امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ ایسے
شخص کا مال بیت المال میں جائے گا کیونکہ روایات میں المولاۃ
لمن اعتق آتا ہے اس سے حصر مستفاد ہے۔ نیز بعض روایات میں
باتصریح انما المولاۃ لمن اعتق آتا ہے پس ولاد المولاۃ غیر
معتبر ہے۔ مگر خفیہ کہتے ہیں کہ ولاد عتاقہ کا حصر فرمایا گیا ہے اور
یہ ولاد عتاقہ نہیں۔

والثلث کثیر وصیت ثلث میں جاری ہوتی ہے اور اسی قدر
میں وصیت کرنا بہتر ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ ثلث سے بھی کسی
قدر کم میں کرنا بہتر ہے کیونکہ آپ ثلث کو کثیر فرماتے ہیں (میں لفظ
ہوتی ہے کہ سعد بن خولہ کا انتقال مکہ میں رہتے رہتے ہو گیا ہجرت
کے پھر آکر یہاں وفات ہوگئی غرض آپ انہی یہاں وفات پانے
پر حسرت فرماتے ہیں کیونکہ دارالہجرہ و غربت میں انتقال ہوتا تو باعث
کمال اجر تھا۔

ماحق امر مسلم، یا تو منسوخ کہا جائے یا تاویل کی جائے کہ حق سے
مراوی احتجاجی ہے یا یوں کہا جائے کہ ولد مایوسی فیہ کی شرط ہے
اور جب یہ شرط موجود ہو تو ایسے حال میں وصیت و اوصیٰ بہت
ضروری ہے تاکہ اس کے بعد جھگڑا نہ پڑے اور کسی کی امانت یا حق نہ
پارا جائے پس جب وصیت کے لائق کوئی چیز ہو تو وصیت ضروری ہے۔
قصہ بریرہؓ سے معلوم ہوا کہ مکاتیب کی بیع جائز ہے البتہ شرط

کتابت ساتھ رہی اگر اکثر ان کے قائل ہیں امام صاحب بھی فرماتے
ہیں بعض امر بیع مکاتیب کو ناجائز کہتے ہیں۔ باقی ولاد متفق ہی کی ہوگی
اگر اسے خلاف شرط کرے گا تو شرط فاسد ہوگی حضرت عائشہؓ نے بیع
بریرہؓ میں شرط کی تھی۔ بعض روایات جن سے شرط کرنا ثابت ہوتا
ہے وہ موقوف ہیں۔ بیع الولاد و ہبتہ جائز نہیں کیونکہ اگر ولاد سے وہ
علاقہ مراد لیا جائے تو وہ شے قابل بیع نہیں چنانچہ روایات میں ہے
کلحمة کلحمة النسب۔ اور اگر مال ولاد مراد ہے تو وہ اسوقت موجود
نہیں جب بھی اسکا ترکہ باقی رہے تب وجود پایا جائیگا۔

ما بین غیر الی ثورہ۔ اکثر شرح تو اسکو راوی کی غلطی پر حمل کرتے
ہیں کہ ثورہ تو مکہ میں ہے وہ کوئی اور جبل ہوگا غلطی سے راوی نے
ثور کہہ دیا لیکن محققین نے کہا ہے کہ مدینہ میں بھی ایک جبل ثور ہے۔
صاحب قاموس نے کہا ہے کہ خود ہم نے جا کر دیکھا ایک چھوٹے سے
قطعہ جبل کا نام ثور ہے جو مدینہ کے نواح میں ہے گو اس قدر مشہور
نہیں جتنا کہ مکہ کا جبل ثور ہے مدینہ کے لئے حرم بالاتفاق ہے۔
بعض کا قول ہے کہ وہ عینہ حرم مکہ کے مانند ہے جو افعال و اہاں
ممنوع ہیں وہی یہاں محظور ہیں اور جزا اور سزا بھی وہی ہے بعض
کہتے ہیں کہ حرمت تو اس طرح ہے جیسی مکہ کے لئے لیکن سزا مختلف ہے
یہاں صرف یہی کافی ہے کہ کڑے وغیرہ جہین لواء جیسا کہ روایت میں
ہے اسلیوا انشوبہ آیا اور کچھ سزا بڑھ مکہ کی طرح بدلہ دینا نہیں
آتا۔ بعض علماء اور امام صاحب کا یہ قول ہے کہ نہ حرمت اس قسم کی ہے
اور نہ جزا ویس۔ البتہ کوئی فعل خلاف حرمت کرنا باعث گناہ ہے

اور جو بطور ہے ادنیٰ کرے تو خوف کفر ہے۔

امام اثنی عشریؑ ولدت غلاما اسود یعنی ہمارے نسب میں کوئی کالا نہیں ہے چنانچہ دوسری روایت میں ہے کہ میرے تمام قبیلہ میں کوئی اسود نہیں لہذا مجھ کو شک ہے۔ یہ جتنے مثال دیگر فرمایا کر جیسے اہل وغیرہ میں صلب بعد کا اثر آجاتا ہے۔ اسی طرح آدمیوں میں بھی ممکن ہے پس صرف شک پر لفظ و لفظ نہ کرو۔

قائف بہ کا قول اکثر علماء کے نزدیک حجت ملزم نہیں کہ نسب وغیرہ کے منازعات میں فیصلہ کے لئے کافی ہو۔ باقی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسرور ہونا قول قائف سے اس وجہ سے تھا کہ مخالفین اسکو حجت قطعیہ سمجھتے تھے اور جب کوئی صورت نہ ہوتی تھی تو اسی کے قول پر فیصلہ ہو جاتا تھا۔ پس قول قائف الزام حصم کے لئے تھا اور آپ کے قول اور دعویٰ کا مؤید۔ اسی لئے آپ خوش ہوئے جیسا کہ بعض مواقع میں اہل کتاب کی کسی بات پر آپ نے فرمایا کہ یہ وہی ہے جو میں نے پہلے کہا تھا اور اس تاہید سے آپ خوش ہوتے تھے اور بعض ائمہ اسکو حجت ملزم مانتے ہیں اور رفع منازعات میں اسکو حجت مقرر کرتے ہیں۔

کل مولود یولد :- ہر ایک شخص میں خط کفر و اسلام ولایت ہوتا ہے اسلئے سب لوگ مخاطب بالا ایمان میں البتہ اس ایمان و کفر پر ثواب و عقاب نہ ہوگا اور یہ دونوں خط آخر تک ساتھ رہتے ہیں۔ خط کفر نہیں ہو سکتا بڑے سے بڑے کافر میں خط ایمان اور کابل مومن میں خط کفر خفی ہے اعتبار غلبہ اور افعال کا ہے چنانچہ روایات میں ہے کہ ایک

مقتدر حجت کا اور ایک ہذا کا قول ہے سے تیار کر دیا جاتا ہے۔

خورد سال بچوں پر جمہور متاخرین کا اجتماع ہے کہ مشرکین کے ہوں یا مسلمین کے سب جلتی ہیں امام صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ اعلم بما کانوا عاملین۔ بعض کہتے ہیں کہ امام کا مذہب ذراری مشرکین میں اللہ اعلم بما کانوا عاملین کہے۔ اور ذراری مسلمین کو وہ بھی فی الجنتہ فرماتے ہیں۔ مذہب ثمانث مرجوح ہے کہ ذراری ٹوٹتین جنت میں اور مشرکین کی اولاد نار میں ہوں گی۔

رد قصہ کے یہ معنی ہیں کہ اسکی دعا کو سبب قرار دیکر خدا تعالیٰ نے وہ ام مقدر کر دیا جو اس نے دعا سے چاہا تھا مثلاً میں برس کی ٹھیں اس کے نصیب میں فراغت رزق بھی اسکی دعا سے اسکی دعا کے ذریعہ سے من حیث السبب الظاہر۔

والاصغر یعنی جب اہل جاہلیت سمجھتے تھے۔ باہ صفر مٹوس نہیں ہے۔ یا کہ کرم کو نوخر کر دینا اور کرم کو صفر بنالینا یہ کوئی ام متبر نہیں۔ اہل جاہلیت جہال و قتل جاری رکھنے کے لئے مصلحہ کیوجہ سے مبینوں کو مقدم نوخر کر دیتے کہ کرم پونہ شہر حرم ہے اسکو نوخر کر دینا کہ لڑائی میں قتل نہ ہو یا صفر سے مراد وہ کیرے جنکو سمجھتے تھے کہ اونٹ کے پیٹ میں غذا الجوع کاٹنے میں اشارت علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ بھی کوئی شے نہیں محض خیال باطل ہے۔

قدرا اللہ المقادیر تیسرے الف تعین و تحدید کے لئے نہیں بلکہ کثرت و فصل بیان کرنا مقصود ہے۔

ابواب الفتن لا عذابا ذاء سے یا تو یہ مراد ہے کہ اول لا عذابا تھا وہ اور انجام موعید پر یہ کر دکھاوے

اور چہرہ کھلے، یا یہ کہ نہ لاغظاً نہ جاذاً عرض مؤمن کی پریشانی کا کوئی کام نہ لے
ام سلمہؓ کی روایت میں جس جیش کے خوف کا ذکر ہے وہ بیداری میں واقع ہوگا، کما فی الروایۃ الاخری۔

کلمۃ العدل عند السلطان :- کہنا بڑا جہاد ہے۔ پس عزیمت تو یہ ہے کہ تنہا بھی کسی سے نہ ڈرے اور رخصت یہ ہے کہ اگر کچھ کفری افہامیں ابھادیں گے تو ربی جماعت سے دو چند افہامیں سے نہ بھگے اور نہ شک۔ اگر زیادہ ہوں تو سکوت و خوف کی اجازت ہے مگر عزیمت وہاں بھی وہی ہے غرض اسکا یہ جہاد کا ایک حکم ہے۔

لترکبن سنن من قبلکم : معلوم ہو کہ فضول خیالات کے دریغ نہ ہونا نادانانہ ہے کیونکہ آپ نے سخت جواب دیا کہ یہ تو اجعل لنا الھما کے مشابہ ہے بلا کسی امر کے حرص و خواہش یا دوسروں کی پیروی کرنا اچھا نہیں اکثر فتنہ و بدعات کی بنا اسی طرح مباحات سے ہوتی ہے مگر آخر کو شرط ہو جاتا ہے۔

یا جوج ما جوج :- کا کسی کو نظر نہ آنا اور مساتوں کا دہاں بھٹ نہ پہنچنا انہی عدم موجودگی کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ بہت سے نفی مقامات اب تک مضموم نہیں ہوئے اور بہت سے ہوتے رہتے ہیں مگر سکندری کی اب وہ چمک دکھ باقی نہیں رہی کہ دور سے نظر آجائے بلکہ مرد زمانہ سے شکل سیاہ پہاڑ کے ہوگی جس میں تیز چڑی شکل سے ہوتی ہے۔ اور اصل یہ ہے کہ جس چیز کا خدا تعالیٰ کو خفی ہی رکھنا منظور ہوا اسکو کون ظاہر کر سکتا ہے۔

یا کیا و ترا قیہم :- یا تو عدم قبول سے کنایہ ہے یا یہ مراد ہے کہ قلب

پر اثر ذکر ہے گا۔ قول خیر البریۃ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال یا یہ کہ عمدہ باتیں۔ ان فرق ضالہ کی تکفیر میں سلف نے شامل کیا ہے اور تکفیر نہیں کی اور خلف نے ان لوگوں کو کافر کہا ہے یا یوں کہا جائے کہ ان کے سلف قابل تکفیر نہ تھے۔ خلف ان سے بدتر اور قابل تکفیر ہو گئے۔ ہمارے علماء سلف نے ان کے سلف کو دیکھا لہذا تکفیر سے باز رہے ہمارے علماء خلف نے ان کے خلف کو نہایت بدتر حال میں پایا لہذا تکفیر سے چارہ نہ دیکھا۔

ستکون بعدی اثرۃ :- حاصل جواب یہ ہے کہ میں تو حق کرتا ہوں جو کچھ بھی کرتا ہوں البتہ میرے بعد تم کو ایسے امور دیکھنے پڑیں گے جو بہت ناگوار گذریں گے۔

فرق منصور علی الحق :- محدثین نے کہا ہے کہ اہل حدیث میں بعض نے کہا وہ فقہار ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ فرقہ شکن ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ان میں تعارض نہ مانا جائے بلکہ ہر ایک قول کے یہ سمجھنے لے جائیں کہ یہ فرقہ بھی اسیں داخل ہے۔ اور حق ظاہر یہ ہے کہ وہ فرقہ ماہان علیہ واصحابی ہے۔ پس جو کوئی اہل حدیث و تفسیر و فقہ و کلام سے علی طرز صحابہ ہوگا وہ فرقہ منصور میں داخل ہوگا۔ ہاں انکافقہ و کلام وغیرہ علی طرز صحابہ ہونا چاہیے اور اگر ان میں سے کوئی شخص طرز جدید اختیار کرے گا جو مسلک صحابہ کے خلاف ہوگا مثلاً تفسیر میں کوئی جدید وضع نکالے یا فقہ اسکا علی طریق صحابہ نہ ہو تو وہ ماہان علیہ واصحابی میں داخل نہ ہوگا نہ فرقہ منصور علی الحق میں ہوگا۔ چنانچہ علماء نے علم کلام کی نسبت لکھ دیا ہے کہ فلسفہ کا کلام

ہرگز قابل التفات نہیں اسکا سیکنا چڑھنا کہانت کی تعلیم و تعلم کی
مانند ہے پس یہ فرقہ اہل کلام جو اس طرز پر چلا ہے وہ مانا علیہ
واصحابی میں داخل نہ ہوگا۔ ہاں جو لوگ علی طرز صحابہ علم کلام میں
گفتگو کرتے ہیں وہ داخل ہیں وحش علیہ غیر ذہ العلوم
لا ترجعوا بعدی کفاراً :-۔ جو بجا محال حق مسلم کے۔

لاکسری بعد :-۔ یعنی قیصر و کسری اپنے مقام میں پھرنے ہونگے۔
چنانچہ کسری کے بعد اسکا جانشین ایران میں پھرنے ہوا اور قیصر کے
بعد روم میں قیصر ہوا۔

ما من عالم الا بعدہ شرم :-۔ یعنی زمانہ و اہل زمانہ کے طبائع میں روز
بروز فساد ہوتا جاتا ہے پس اگر اس وقت کے ایک دو خلیفہ صالح
جس ہوں تو کچھ اعتراض نہیں کیونکہ روزانہ زمانہ کا ہے ایک خلیفہ
بے چارہ دیکر کرا سکتا ہے۔

بجھا :-۔ اب تک نہیں ہوا بعض کہتے ہیں کہ وہی امام اثنا عشر ہیں۔
بعض کہتے ہیں کہ وہ ہو چکے اب یہ انکے علاوہ ہونگے۔

فتنہ دجال :-۔ خفص و زحف کے یا تو یہ سن کر اسکی حالت ثناب و
شوکت بہت بلند فرمایا کہ ایسے رتبہ ظاہری رکھتا ہوگا اور اس قدر
ذی شوکت ہوگا اور اس قدر سلمان رکھتا ہوگا اور پھر اسکے سامان کی
حقارت بیان فرمائی کہ اسکی حد اکثر کچھ بھی قدر و منزلت نہیں اور یہ
ظاہری شان صرف تمویہ و دھوکہ ہوگی۔ یا یہ کہ آپ نے کہیں بلند آواز سے
فرمایا اور کبھی پست آواز سے بیان فرمایا جب آدمی زیادہ مبالغہ سے تقریر
کرنا چاہتا ہے تو کبھی پست آواز بوجاتی ہے کہیں بلند۔

ابی سعیدؓ کو ابن صیاد کے ساتھ سفر کا اتفاق بعد وفات رسول
مقبول صل اللہ علیہ وسلم ہوا تھا تیم داری کی ملاقات ممکن ہے کہ
عالم مثال میں ہو گئی ہو۔ یا ابن صیاد رہتا تو عرب ہی میں ہو سکتا
تصویری دیر کے لئے جزیرہ میں اصل حالت کے ساتھ ٹھہرا دیا گیا اور پھر
واپس کر دیا گیا ہو۔ اور ایک شخص کا مواضع متعددہ میں پایا جانا بھی
عزائم تحقیق جائز ہے۔ پھر تو کچھ حدشہ ہی نہ رہے گا۔ یہ تاویلات وہ لوگ
کریں گے جو ابن صیاد ہی کو دجال فرماتے ہیں اور جو کہتے ہیں کہ دجال
دوسرے اپنے انخواندگی کی ضرورت نہیں۔ علماء کے ہر دو طرف اقوال ہیں۔
بعض اسی کو دجال فرماتے ہیں اور دلائل بیان کرتے ہیں اور بعض اسکو
دجال نہیں فرماتے چنانچہ انکے بھی دلائل حدیث سے ماخوذ ہیں۔
ما من نفس منطوسہ :-۔ یا تو علیؓ پھر الارض کی قید کا لحاظ
کیا جائے یا یہ تاویل کی جائے جو ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ انقضائے قرن
مرا ہے اب ایک دو کا زندہ رہنا مٹائی نہیں۔ مہر محمدؐ میں حیات خضر
علیہ السلام کے قائل نہیں۔

زہانہ حضوت عورت :-۔ اور زانہ فتنہ میں جواب حاصل تھا وہ
وجود عورت تھا بعض روایات میں ہے کہ کھڑی ہوئے پوچھا گیا کہ حضرت عورت
نہا اسکو سمجھا جس یا نہیں انہوں نے فرمایا کہ وہ خوب سمجھتے تھے۔
الا اخبرو کسہ بخبر کسہ یا صحابہؓ نے فرمایا کہ اس واسطے کیا کہ
ساعت کو متعدد ہوں اور ظاہر ہے کہ سکوت اس لئے کیا کہ وہ کہے
کہ آپؐ ہم موجودہ لوگوں میں سے خود شمر کو متلاویں گے اور جو لوگ شمر
ہونگے ان کی رسوائی ہوگی۔

عزیز بن عبدی بنی یہی رائے امام بخاری کی ہے۔

نبوة کا چالیسواں حصہ یا چھیالیسواں حصہ ہے یہ فرق یا تو باعتبار تفاوت درجات ایمان کے ہے کہ کامل ایمان کا خواب چالیسواں حصہ ہے اور کم درجہ کا چھیالیسواں۔ یا یہ کہ بعض دفعہ کسر کو ذکر نہیں کیا۔ بخارجان من بعدی :- یعنی میری بعثت کے بعد دعویٰ نبوت کریں گے نہیں کہ وفات شریف کے بعد دعویٰ نبوت کریں گے۔ حضرت ابو بکرؓ کی خطائی التعمیر کو بیان فرماتا آپؐ نے مناسب نہ سمجھا۔ پس اب کسکو مجال ہے کہ انہی خطا بیان کرے۔ ہزار قسم جو ایک عمدہ شے ہے آپؐ نے بوجہ ضرورت کے اسکو نہ کیا بخشی رکھا زیادہ اہم کچھ بخشی بعض تاویلات خطا بیان کرتے ہیں۔

ابواب لشہادۃ :- اختلاف روایات کی تطبیق یہ ہے کہ قبل السؤال شہادت کی تعریف وہاں ہے کہ صاحب حق کا حق ضائع ہوتا ہوا اسکو شاہد ہونا معلوم نہ ہوا اور مذمت ہے شہادت زور اور بلا ضرورت شہادت کی۔

فاسق و خائن کی شہادت معتبر نہیں۔ مجرب فی الشہادۃ چونکہ اکثر کاذب ہی ہوتا ہے لہذا اسکی بھی نامقبول ہے۔

اقرب قرابۃ :- کی شہادت بھی جائز نہیں (محشی نے اچھے معنی لکھ دیے ہیں)۔

شہادت زور کا من کل الوجود شرک کے برابر ہونا ضروری نہیں جیسے کہتے ہیں کہ فلاں شخص اور گدھا برابر ہے مگر تماثل من کل الوجوہ مراد نہیں ہوتا۔ قرآن شریف میں بھی شرک کے بعد اسکو بیان فرمایا ہے۔

من تولد عشر ما اھربہ ابو مراد اس سے فرائض مثلاً (صوم و صلوٰۃ حج و زکوٰۃ مثلاً) کے مساوی ہیں جیسے نفع رسائی سلیمانہ خوف و خشید اور تقویٰ وغیرہ بعض کہتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اذنیہ غرض فرائض کے مساوی احکام مراد ہیں مطلقاً اور دوسرے فرقہ نے مساوی فرائض میں سے بھی خاص امر معروف و نہی منکر کو لیا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے امور کے عشر کو بھی ادا کرنے سے ہلاکت سے بچ سکتا ہے۔

ابواب الروایۃ اقرب ذہان سے یا تو قرب قیامت مراد ہے یا استواء دلیل و نہاد یا قرب صبح صادق (حاشیہ پر بھی ایک معنی لکھے ہیں)۔

لا تمشیل فی بعض علماء کہتے ہیں کہ خاص آپؐ کی مثال و صورت شریف اور علیؓ خصوصاً میں ابلیس نہیں آسکتا ہے اور باقی اور کسی صورت میں جو آپؐ کی طرف منسوب ہوا احتمال ہے کہ ابلیس ایسا ہو جس علماء فرماتے ہیں کہ جو صورت و شکل آپؐ کی طرف منسوب ہو اس میں بھی ممکن نہیں مثلاً یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم کو کسی صورت میں کپ کی زیارت ہو اور وہ واقعہ میں ابلیس ہو اگرچہ وہ صورت خلاف علیؓ شریف ہی کہیں نہ ہوا حادث سے پہلا قول لکھا جاتا ہے۔

علیؓ رجل طائر :- بعض کہتے ہیں کہ قبل التعمیر تین ہوتی ہی نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ تین تو ہوتی ہے مگر اسکو معلوم نہیں ہوتا اور اسکے ایک تیسرے کو تین سمجھنے کے بعد اسکو غلط فہم سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حق واقع ہوئی اور اکثر وہی ہو جاتا ہے کہ قال اللہ تعالیٰ انا

ابواب الزهد

احب الله :- یعنی قبض دین
وزن کے وقت جبکہ حالات خیر

شہود ہو جائیں (مربیانہ مفصلاتی النماز)۔

لا اهلك لك :- یعنی تمہارا کسی چیز کا نہیں شفاعت دوسری بات ہے
شفاعت وہی ہوتی ہے جہاں اختیار نہ ہو۔

الدنيا سجن للمؤمن :- یا باعتبار اکثر کے یا یہ کہا جائے کہ یمن
کو ایسا ہونا چاہیے اور کافر کا حال ایسا ہونا مناسب ہے۔ اہل اگر
اسکے خلاف ہیں ہو تو قاعدہ میں فرق نہ آئے گا کیونکہ آپ کو شان یمن
و کافر بیان فرماتے ہیں یا مردوموں کا ہونا یا یہ کہ باعتبار اسکے کہ جو ان
کو پیش آنے والا ہے مسلمان کے لئے دنیا بمنزلہ عیس ہے اور کافر کے
لئے بمقابلہ امور آئندہ دنیا ہی جنت اور نجات ہے یہی وجہ ہے کہ
کوئی جنت میں تمنا نہ کرے گا کہ دوبارہ جنت میں جائے مگر شہید ہو
ملاحظہ انعام و اکرام غیر متناہی کے۔

فہو بئیتہ :- یعنی عزم ہو جائے ورنہ فظور اور تہریر موافقہ نہیں
روایات میں یہ آیا ہے گناہ کرنے کے فوراً بعد نہیں لکھے جاتے یاں امید
کہ شاید توبہ کرے مگر یہ اسکے منافی نہیں کیونکہ کتابت اور ثبوت
ائم دوسری چیز ہے۔

زائد الزحاجت :- ممال تہ کر رکھنا بھی بالاحیاء میں داخل ہے
مگر جو از میں کلام نہیں، جائداد بھی چونکہ باعث مشغولہ معنی ہے
لہذا منع فرماتے ہیں اباحت میں شبہ نہیں۔

ساتھ ستر کی عمر :- باعتبار اکثر کے فرمایا چنانچہ روایت میں ہے کہ

کم ایسے ہونے کہ اس سے تجاوز کریں گے۔

مصیبت :- میں مبتلا ہو کر تمنا کرے کہ کاش یہ مصیبت چند روز
اور باقی رہے گو طبیعت اسکو مکروہ سمجھتی ہے مگر یہ امید ثواب
چاہتا ہے کہ ابھی کچھ باقی رہے جیسے ہم امور دنیاوی میں بامید نفع
باوجود طبیعت پر ناگوار ہونے کے بہت سے کام کر گذرتے ہیں۔

اغنیاء :- سے پانچ سو برس پہلے فقر کے داخل ہونے میں تضرع
نہیں کیونکہ عدد اکثر میں اقل کی نفی نہیں ہوتی۔

حضرت عائشہ :- یا تو اس وقت کی سخن کو یاد کر کے رخ فرمایا
ہیں یا یہ کہ انہوں نے سمجھا کہ یہ حالت خرافی کی ناپسند ہے کیونکہ اگر یہ
حالت پسندیدہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک
میں ضرور حاصل ہوتی اس واسطے رخ فرمایا۔

الاشوام حاکک :- یہ انکے لئے ہے جو طبع سلیم عطا ہوئی ہو۔

فأحس التراب :- خدمت اس در کی ہے جو بطور خوشامدک جائے

یا جلب منفعت وغیرہ کی غرض سے ہو۔

فأحس فی افواہہم :- سے مراد ممانعت عن اللہ ہے نہ

تحقیقی معنی۔

لا یأکل طعامک الا ققی :- معنی معاملات مروت و محبت و

خورد و نوش صحابہ سے چاہئے نہ کرفاق سے۔

لبس جلود ضان :- کہنا یہ ہے غایت لین ظاہری سے کہ ظاہر میں

بڑے ہی نرم و بااخلاق ہونگے۔

تقاد الشاق :- حیوانات کا آپس میں قصاص اور عوض معاوضہ

ہوگا۔ انکا مکلف ہونا علی قدر التیز ہے۔ مواخذہ و عذاب من اللہ
انکو نہ ہوگا۔

سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کا حلد پینا مروی ہے۔ یا تو جہاں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں یا کہا جائے کہ فضول اگر
کسی خاص اور جردی فضیلت میں افضل سے بڑھ جائے تو کوئی حرج
نہیں یہ بات سب کی مسلمہ ہے۔

شفاعت کی برائی کے بارہ میں بعض روایات میں آتا ہے کہ نوح
علیہ السلام اس خطا کو پیش کریں گے کہ میں نے بیٹے کی سفارش کی
تھی حضرت عیسیٰ کا بعض روایات میں ایک خطا کو ذکر کرنا بھی مروی
ہے کہ وہ کہیں گے کہ ہمیں خدا تعالیٰ یہ سوال نہ کرے کہ انا ت قلت
للناس الخ شفاعت میں قسم پر ہے۔ شفاعت لکھا نہ شفاعت للصفاء
شفاعت لرفع الدرجات اس اخیر کی قسم میں اتفاق ہے کیونکہ شفاعت
کے مترادف فکر ہیں کیونکہ صاحب کبریا کی تعذیب کو واجب سمجھتے ہیں۔
اور صغیرہ کی شفاعت کی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ صغیرہ پر مواخذہ ہی
نہیں ملتا۔ شفاعت کبریٰ جو عام خلافت کے لئے ہوگی وہ مخصوص
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے باقی سب انبیاء و اولیاء درجہ بدرجہ
شفاعت کریں گے۔ ایک اعتبار سے تمام دنیا آپ کی امت ہے کیونکہ
تمام انبیاء و مرسلین آپ کے نائب تھے اور آپ سردار مرسلین ہیں۔

فمالہ وللشفاعة :- یعنی زیادہ ضرورت تو اہل کبار کو ہے صاحبین
صغیرہ کو اتنی ضرورت نہیں گویا قلت ضرورت کو عدم ضرورت سے تعبیر کیا۔
الحوض من العمان الى العدن :- یا تو مقدار وسعت بکمال کئی

یا صرحت بمالہ فی الوسعت منظور ہے۔

عذاب قبر :- کے لئے تمام اجزاء کا مجتمع ہونا حالت اصل پر
ضروری نہیں باقی شاہدہ قبور کے بعد بھی ممکن ہے کہ واقع

میں عذاب ہوتا ہو اور ہم کو نظر نہ آوے۔
اشکراف :- یہ کہ بس شے کے حاصل کرنے میں منہک اور اسکی محنت
میں حیران و غرق ہو بلکہ یوں چاہئے کہ ضرورت کے لئے خیر حاصل کئے۔
ابتلینا بامراء فلم نصبر :- معلوم ہوا کہ فتنہ فقر وغیرہ
سے فتنہ مال شدید ہے۔

غلبہ وغیرہ :- جو ذخیرہ ہو چاہئے کہ اسکو کیل وزن ذکر کرے۔ البتہ
خرق کے واسطے وزن کر کے نکلے اس طرح برکت رہے گی۔ کما فہم
من حقہ عائشہ ر۔

او ذیت فی اللہ :- آپ کو تمام انبیاء سے زیادہ اذیت پہنچی اقل
تو بوجہ آپ کے علوشان کے کیونکہ بعض دفعہ اعلیٰ درجہ کے شخص کے
لئے وہی سخت ایذا کا باعث ہوتی ہے جو اس سے کم درجہ کے شخص
کے لئے بالکل باعث تکلیف و طال نہیں ہوتا یا تخفیف ایذا کا سبب
ہوتا ہے نیز بوجہ تفاوت ایذا و ہرزہ کے کبھی ایذا میں شدت و خفت
ہوتی ہے اقربا کی ایذا سے سخت صدمہ ہوتا ہے۔ دوسرے اگر تکلیف دیں
تو آثار رنج نہیں ہوتی۔ آپ نے اپنی قوم اور خاص قریبوں سے تکالیف
انھیں جب تک ابو طالب زندہ رہے آپ کو کسی قدر تقویت دی لوگ
نئے لحاظ سے ذرا تکلیف دی میں تامل کرتے تھے کیونکہ بوجہ قربت و
پرورش کے ابو طالب آپ کا ذرا خیال رکھتے تھے اس کے بعد حضرت خدیجہ

کی وفات تک بھی کچھ پناہ رہی لوگ اسی شرافت و سخاوت کی وجہ سے آپ کا لحاظ کرتے تھے۔ اس کے بعد مصائب کی بوچھاڑ ہوئی قریش بہت مخالف تھے اور لوگ ان سے ڈرتے بھی تھے اور بوجہ جیادرت کعبہ انکا لحاظ بھی کرتے تھے اسی وجہ سے تمام لوگ آپ کو مدد دینے سے کتراتے تھے گو آپ کی بات بعض لوگوں کی سمجھ میں آگئی تھی اور وراثت بھی انہیں وجوہ سے آپ کو مدد نہ دینے تھے عبد کلل نے بھی علی بن ابی القیس اساتھ نہ دیا۔ انصار مدینہ کی قسمت میں یہ نعمت کبھی تھی۔ ایک دفعہ سب مہول آپس نے ایام بیع میں پیام خداوندی سنایا۔ لوگ ہمیشہ سن سن کر فکروں پر رہتے تھے وہی قریش کا خوف مانع تھا مگر اس دفعہ مدینہ کے بارہ آدمی بیعت سے شرف ہوئے اور اپنے وطن میں آپ کو بلانا چاہا اسکے بعد لگے سال شتر آدمی بیعت سے شرف ہوئے اور تقاضا کیا تب آپ نے ہجرت فرمانی انصار نے یہ ایک بڑا کام کیا کہ تمام دنیا کی مخالفت کر کے آپ کو بلایا۔ غرض ہجرت سے پہلے آپ کا کوئی ساتھی نہ تھا تمام دنیا مخالف تھی یہ بھی ایک بڑی ایذا ہے۔ غرض مجموعہ امور پر نظر کرنے سے معلوم ہو جائیگا کہ اس قدر تحمل و صبر طاقت بشری سے خارج تھا اس قدر مصائب تھے کہ بیان سے باہر اور پھر فقر و فاقہ بھی انہیں میں سے تھا۔ قصہ موت :- میں قیس بن سعد بن عبادہ ساتھ تھے جو عرب کے سوا دیگر ممالک میں بھی مشہور طویل القامت تھے انکو سب سے اونچے اونٹ پر سوار کر کے پھل کے پہلو کی ہڈی کے نیچے کو گزارا گیا تو فراق و غم گذر گئے اس قدر بڑی پھلی تھی۔ یہ امر روایات میں مذکور ہے۔

تَرَكَ اللِّبَاسَ ثَوْبًا عَمَّا: نخل ایمان یعنی بوجہ ایمان کے۔

عَیْرَ أَخَاكَ بَدَنُوب: امام احمد نے تاویل بیان کی ہے مگر ظاہر یہ ہے کہ توبہ کی قید نہ لگائی جائے۔ تعبیر ہر حال میں منع ہے۔ باقی نصیحت اور بات ہے یہ نہ چاہیے کہ اپنے آپ کو بہتر اور اس عیب سے منزہ کہے اور دوسروں کو عار لگا دے طعن نہ کرے۔

نافق حنظلۃ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: آپ سے علیحدہ ہونے سے تعبیر حالت میں آپ کا کمال ظاہر ہوا ہے صحابہ کا نقصان نہ کھنا چاہیے کیونکہ وہ کیسے ہی اعلیٰ درجہ کے خالص الایمان ہوتے تھے مگر آپ کے پاس حاضر ہو کر زیادہ ترقی پا جاتے تھے یہ فیض محبت تھا۔ لجاۃ اللہ لخلق جدید :- اس سے طلب معاصی مقصود نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ دنیا کا مزاج خیر و شر سے مرکب ہے بدون ہر دو اجزاء کے اس کا قیام نہیں چنانچہ جب شر محض رہ جائے گا قیامت برپا ہو جائیگی۔ اور اگر خیر محض ہو جائے تب بھی قیام عالم کی صورت نہیں اسی مصامت سے دوسری خلقت کی ضرورت واقع ہوئی۔ شجر جنت جس کا سایہ بڑا عام ہوگا وہ طویل ہے اور ممکن ہے کہ کوئی اور درخت ہو جو حلو د اہل الجنة النعیمۃ بان اللہ منک الخ شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہونگے جو ادنیٰ درجہ کے اور پست خیال کے لوگ ہونگے کہ باوجود سامنے ہونے کے نہ پہچان سکیں گے یہ وہی ہیں کہ اپنے خیال کے مطابق قبول و اندوختہ وغیرہ میں لگنے ہوئے ہیں باقی رہے اہل معرفت اور اعلیٰ درجہ کے لوگ وہ تو فوراً پہچان لیں گے۔

بہر رنکے کثواری چارمی پوشش من انداز قدرت را می شناسم
اک تراہل الناس لفساد :- روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت

میں بھی عورتیں زیادہ ہونگی غرض ہر دو جگہ اسی تعداد اکثر ہوگی للہناور
نفسین یا تو دو نفس باعتبار سفر و زہرہ کے ہیں۔ ایک سرد اور
ایک گرم یا سقری کے دو نفس ہوں ایک باہر کو اور ایک اندرونی
طرف کو بیس اصل میں مظہر تام اور مقابل جہنم ہے اول اثر جہنم کے
نفس کا اس میں آنا ہے اسکے ذریعہ سے دنیا میں اسی وجہ سے آفتاب
کے قرب و بعد پر گرمی و سردی اور اختلاف موسموں ہوتا ہے۔ پس اب
یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ مشاہدہ سے اختلاف حیثیت و شتاکا دارو
مدار آفتاب پر ہے اور حدیث سے نفس جہنم پر معلوم ہوتا ہے کیونکہ
اسی کے ذریعہ سے دنیا تک پہنچتا ہے آفتاب بمنزلہ ایک آلہ کے ہے
جس سے اثر پہنچ رہا ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی نے بھی مولوی عین احمد
صاحب کے سوال پر اس حدیث کا یہی جواب فرمایا تھا بندہ راقم بھی حاضر
تھا اکمل المؤمنین ایماننا احسنہم خلقنا اس سے معلوم
ہو گیا کہ ایمان کا بل بھی ہوتا ہے اور ناقص بھی جس میں یہ خصائل نہ
ہوں وہ ناقص لایمان ہے۔

شعب لایمان سے اگر اعمال ایمان مراد لئے جائیں تو تعداد و
شمار اسی بہت زیادہ ہے لہذا معلوم ہوا کہ شعب لایمان سے اخلاق
کلید مادیں جو شر کے کچن زیادہ ہیں اور ہر ایک خلق کے نتائج بہت سے
اعمال و افعال ہیں جن کا شمار بہت زیادہ ہے اور روایت میں قول
لا الہ الا اللہ سے مراد توحید ہے جو ایک ایسی شے ہے کہ جس کے
بہت سے توابع ہیں وہ سب افعال ایمانی ہیں اسی طرح ہر ایک
کلی خلق ہے جس کے نتائج بہت سے امور ہیں اور اصاطۃ الاذی جو

روایت میں مذکور ہے یہ بھی ایک جزئی اور اس قاعدہ کلیہ کے توابع
میں سے ہے۔

تمام مسلمین کی غیر خواہی کی جائے نہ چنانچہ تحت لایحکات ما
تحت لنفسک وارد ہے پس غیر خواہی و وقع رسانی مسلمین جو ایک
خلق کلی ہے املۃ اذنی بھی اس کا ایک جزو ہے کہ جب اور تکالیف
سے مسلمانوں کو بچانے کا خیال ہوگا تو اسکو بھی پسند نہ کرے گا کہ کچھ
ٹھوکر لگے و غیر ذلک، اسی طرح تعلقات و متمات ایمانی کے شتر
سے زیادہ شعبہ ہیں جس کے توابع بہت سے ہیں یہ مطلب نہیں کہ یہ شعبات
اجزاء ایمان و تصدیق ہیں۔

ترکہ کفر غیر الصلوۃ :- یعنی اس زمانہ میں جو محسب مسلمان نماز
پڑھتے تھے لہذا ترک صلوۃ علامت کفر تھی جیسا کہ ہر زمانہ میں کوئی بات
ماہلا امتیاز بین الکافر والمسلم ہوتی ہے۔
لا یزنی و یؤمن منہ بالانقلاب سے معلوم ہوا کہ تعلق کسی قدر رہتا ہے
مومن ہونے سے خارج نہیں ہوتا۔

فان رجوع یعنی تاب۔ توبہ کے بعد کامل ایمان ہو جاتا ہے اقامت
حد عمل الزان وغیرہ سے معلوم ہوا کہ معاصی کے بعد بھی مومن رہتا ہے
ورنہ حد جاری و قائم نہ کی جائے۔

منافی فی کل علمائے دو قسمیں کردی ہیں ایک منافق فی اصل اور
ایک منافق فی العقیدہ اور یہاں علامات میں منافق فی اصل مراد ہے۔
فقد باء بہ احدھما :- یہ مراد نہیں کہ اگر وہ واقع میں
کافر نہیں تو یہ کافر کہنے والا کافر ہو جائے گا بلکہ اسکا گناہ اس کے ذمہ

مذہب الجہود وبعضہم قال بکفرہ۔

کثرت سوال :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ممنوع ہے فضولیات اور غیر ضروری امور میں در نہ خوان و ضروریات میں تو پورا چھنا بہت ضروری ہے۔

ابواب الاستئذان :- حضرت عمرؓ نے ابی موسیٰؓ سے میناس لئے طلب کئے تاکہ لوگ متنبہ ہو جائیں اور خواہ مخواہ مستبر غیر مستبر روایات نہ بیان کریں جب عمرؓ ابی موسیٰؓ سے یہ معاملہ کرتے ہیں تو بھوکو خوب بی جواہرہ بنادیں گے یہ سبب نہیں تھا کہ حضرت عمرؓ غیر واحد کو مستبر نہیں سمجھتے تھے وہ جانتے تھے کہ ابی موسیٰؓ کو صادق ہیں انکو بہتر سے گواہ مل جائیں گے مگر لوگ مفت میں متنبہ ہو جائیں گے۔

وعلیہ السلام :- غائب کے جواب میں کافی ہے اگر وہ علیہم وعلیکم السلام کہے کہ پیچھے والے کو بھی شریک کرے تو اختیار ہے۔
سلام بالاشاہ :- وہ سچ ہے کہ صرف اشارہ ہی سے ہوا اگر اشارہ کے ساتھ الفاظ بھی کہہ لیا تو بلا حرج جائز و درست ہوگا۔

راکب اور صغیر وغیرہ :- کو جو ابتدائے سلام کا امر ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ انکو ابتدائے مناسب ہے یہ مطلب نہیں کہ اگر یہ نہ کریں تو ناشی اور کبر و غیرہ بھی سلام چھوڑ دیں یا انکو ابتدائے سب سے نہیں بلکہ جو کون ابتدائے کرے بہتر ہے البتہ مناسب صغیر و راکب وغیرہ کو ہے۔

سلام علی النساء :- جائز ہے اور انکو بلند آواز سے جواب دینا جائز ہے اگر خوف فتنہ ہو تو لپٹ آواز سے جواب دیں۔
استقبلہ رجل فقفا رعیئہ :- اگر کوئی مکان میں جھانکتا ہو تو اسکی آنکھ

پر ہوگا جیسا کہ اگر ایک پتھر ہم زور سے ماریں پس اگر شے مضروب علیہ نرم ہوگی تو پتھر اسیں اثر کر کے داخل ہو جائے گا اور اگر بہت سخت ہوئی تو وہاں سے اچٹ کر ضارب کے اوپر پڑے گا لیکن غائب ہے کہ اس قدر زور سے نہ لگے گا جیسا کہ مضروب علیہ پر پڑا تھا من قال لا اذع الا الله دخل الجنة بخاری کی روایت ہے کہ یہ دخول جنت انکوار ثبو لا لا الا الله ہے بطاقہ لا الا الله کی روایت سے معلوم ہوا کہ من قال لا الا الله الا الله کی روایت میں تاویل کی ضرورت نہیں بلکہ خود اس کلمہ کا یہی معنی ہے البتہ اخلاص و قوت کا فرق ہوتا ہے جو نہایت اخلاص و کمال سے اسکو کہیں گے انکا قوی اثر ہوگا کہ تمام معاصی پر غالب آجائیں گے اور جو ضعیف نیت وغیرہ کے ساتھ ہوگا فہو علی درجہ۔

ابواب العلم :- ان ابواب میں علم سے مراد علم دین ہے موجبات بوصیہ الا یعنی بوجہ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا وصیت سے مراد خود طاب علم ہو کہ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی طاب علم) کو مر جا ہو۔

اول علم یرفع الخشوع :- خشوع خود علم نہیں بلکہ عمرہ علم ہے پس جب علم اٹھا تو خشوع بھی اٹھ جائیگا بلا علم کے خوف و خشیت نہیں ہوتا۔
تعلم علما الغیو اللہ :- یعنی علم دین کو لغیر اللہ سیکھا یا یہ کہ جو علم لغیر اللہ ہے اسکو سیکھا ہو دو مذہبوں میں۔

وہ حاصل فقہ :- اس سے معلوم ہوا کہ محض یادداشت اور حفظ کا نام علم و فقہ الدین نہیں البتہ ثواب کثیر سے خالی نہیں۔

کذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کافر نہیں ہوتا لیکن گناہ بہ نسبت دیگر اکاذیب کے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ہذا

پھوڑ لٹنے میں عند البعض دیت نہیں آتی بظاہر الحدیث اور عند البعض واجب ہے۔

مسلم مثلاً :- ایک سلام استیذان کا اور ایک دخول کا ایک رخصت کا یا بیکر اذن کے لئے عین سلام کرنے پر بھی جواب نہ آتا تو واپس ہو جاتے۔ السلام علیک علی ایک ہو چو کہ اس نے بے موقع سلام کیا تھا لہذا اسکی جزا اور تنبیہ کے لئے اسکی والدہ پر بے موقع سلام کیا گیا تاکہ معلوم ہو جائے بعض امور محل بدل جانے سے مذموم ہو جاتے ہیں درہ سلام بھی تو فی نفسہ کوئی قابل رنج شے نہیں بدعات میں بھی یہی ہوتا ہے مکمل کو دیکھتے نہیں عقل فی نفسہ مستحسن ہوتا ہے مگر اسکو بے موقع کرتے ہیں اور اس سخت عقل کو نہیں سمجھتے کہ ہم نے محل و موقع کچھ چھوڑ دیا۔

رنجدار طیب :- کا استعمال رجال کو جائز ہے بشرطیکہ لون نہیں غناہ ہو۔ لیکن اس قسم کی طیب بہتر نہیں کہا ہو ظاہر الحدیث۔

العقد من العورۃ :- ان روایات سے فقہاء کا واجب الستر اور عورت ہونا معلوم ہوتا ہے۔ جمہور کا یہی مذہب ہے بعض فقہاء داخل عورت نہیں کہتے (کا نام ماکتہ)۔

کان فی البیت کلب :- اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کلب حید وغیرہ کے رکھنے سے بھی ماکتہ داخل نہیں ہوئے گو گاہ بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس قصہ میں آپ کو کلب کی موجودگی کا علم نہ تھا اور حضرت معین صغیر تھے عرض نام پر نہ تھا پھر بھی حضرت جبریل داخل نہ ہوئے۔

بلیتین کا نثار عفران :- اس سے معلوم ہو کہ جبکار تک اڑ گیا ہو اگر کث استعمال سے جاتا رہا ہو وہ عفران جائز ہے۔

تتف شیب :- جائز ہے لیکن اچھا نہیں کیونکہ نور مسلم فرمایا گیلے الشوم فی ثلاثہ :- یعنی مکان کا تنگ یا سین الجیر اذن ہونا عورت کا بد خو و نا فرمان ہونا گھوڑے کا شہرہ ہونا چونکہ یہ اکثر ہوتے ہیں اور ہر ایک کو ضرورت پڑتی ہے اور ان سے تکلیف بھی زائد ہوتی ہے لہذا انکو فرمایا گیا اور نہ خرابی تو اور اشیاء میں بھی نکلتی ہے اور روایات میں۔

ان کان الشوم :- سے مراد شوم معتقد ہیں جاہلیت ہے کہ اگر وہ بھی ہوتا تو ان میں ہوتا اور ممکن ہے کہ اقل روایت کو دوسری روایت پر حل کر کے کذا قال مولانا احمد سلمانی مشکوٰۃ

رائعہ جمع :- وغیرہ اسمیٰ پسند نہیں جائز ہیں بدن افرض و واجب نہیں حقیقہ اصل سات دن کا ورنہ پھر چودہ یا اکیس کا بھی ہے اسے بعد حقیقہ مستحب و مسنون نہیں رہتا۔ ہاں اپنی خوشی کرنی منظور ہوتی ہے (جائز وہ بھی ہے)۔

آپ کے اسم و کنیت :- کو مع کرنا عند الجمہور جائز ہے کیونکہ آپ نے التباس کے لئے فرمایا تھا اور اب خوف التباس نہیں حضرت علیؑ کو اجازت فرمانے سے سب کو اجازت ہو گئی اور واقعاً کوئی ممانعت ہی نہ تھی صرف خوف التباس سے روک دیا تھا۔

مساجد میں مشاعرہ :- کرنا اور نوا اشار سے ثنا خوانی و مدح ثنائی کو منع ہے حضرت عثمانؓ نے ضرورت دینی کے لئے کرتے تھے اب ایسا کوئی نہیں نہ وہ ضرورت باقی ہے چنانچہ آپ کے بعد صحابہ میں اسکا رائج ہونا معلوم نہیں، اشار جاہلیت وغیرہ گاہ بے گاہ سننا یا کوئی شعر ادا کر لینا

جائزہ ہے۔ لیکن ایسا ہو جائے کہ اشعار اس پر غالب آجائیں اور انہیں میں فرق رہے یہ ہرگز نہ چاہیے۔

ابواب فضائل القرآن۔ ہر سورت میں سب کلام الہی میں درجہ فضیلت میں ایک طرح سے سب برابر ہیں۔ باقی کسی خاص اثر میں کسی کو اور کسی میں کسی کو زیادہ دخل اور خصوصیت ہے۔

ثلث وربع وغیرہ یا باعتبار مضامین کے تقسیم کر دہلئے کہا ہو مشہور مفصل۔

معاودة للکذب۔ یعنی وہ غول پھر بھٹ بولنے کے لئے تیرنگا یا یہ کہ پھر آئینکا کیونکہ اسکا قول کاذب ہے یسین وغیرہ کے لئے جو عشر مرآۃ اور ثلث قرآن کا ثبوت موعود ہے یا تو کہا جائے کہ ثلث کا ثواب ہوتا ہے مگر ایسا ثلث کہ جس میں قل هو اللہ داخل نہ ہو۔ اور عمدہ یہ ہے کہ کہا جائے کہ یسین کے قاری کو دس قرآن کا ثواب عطا ہوگا یعنی جس قدر ثواب دس مرتبہ قرآۃ کے لئے معین ہے وہ قاری یسین کو عطا ہوتا ہے گو یسین کی قرآۃ کا اصل ثواب اس سے کم ہو۔ باقی دس دفعہ پورا قرآن پڑھنے والے کو ثواب تو اس سے بہت زیادہ عطا ہوگا مگر اصل ثواب اسکا اتنا ہی ہے جتنا سورۃ یسین پڑھنے والے کو دیدیا گیا ہے کیونکہ ثواب عامل عند اللہ اعتداف مضاعف ملتا ہے۔ اس طرح قل هو اللہ وغیرہ میں سمجھنا چاہیے۔

نسیان قرآن کو اعظم الذنوب فرمایا اس لئے کہ یہ بھی منجملہ اعظم الذنوب ہے مگر لفظ اس کے ذرا مساعد نہیں۔ پس معنی اچھے یہ ہیں کہ دربارہ نسیان یہ سب سے اعظم ہے۔ نسیان سے متعلق جس قدر ذنوب

ہیں نسیان قرآن سب سے بڑھا ہوا ہے یا کہا جائے کہ بعض وجوہ اور جہات سے یہ اعظم ہے کیونکہ منافع اور مضار باعتبار وجوہ کے مختلف ہوتے ہیں پس ممکن ہے کہ درجہ ذنوب اس سے اگرچہ بڑے ہوں لیکن جہت و لحاظ خاص سے یہ اعظم الذنوب ہے (واللہ اعلم و علما اتم)۔

ما آمن من استحل محارمہ۔ یعنی وہ کس کا کمال بیان ہے جس نے نفسان کے محرمات کے ساتھ معاملہ محرمات نہ کیا اور قرآن کا جیسا حق تھا ادا نہ کیا ظاہر تو یہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ کہا جائے کہ جس نے محرمات قرآنی کو حلال سمجھا اعتقاد آپس وہ مسلمان نہ رہا۔

(کافی الحاشیہ کجا ہر بالقرآن ہم)

الحیاء بالقرآن۔ اگر ترمذی وغیرہ نے جو اسکی تفسیر بیان کی ہے درست ہے لیکن حدیث میں اس دعا اور تفسیر پر اشارہ نہیں۔ پس بہتر ہے کہ کہا جائے کہ جس صرح صدقہ میں مختلف وجوہ سے کبھی علانیہ کا ثواب زیادہ ہوتا ہے کبھی خفیہ کا اس طرح قرأت میں بعض دفعہ جہر میں زیادہ ثواب ہوتا ہے اور کبھی بالاختلاف پڑھنے میں پس جو کوئی ریا اور عجب کے لئے علانیہ کرے اسکو صدقہ اور قرأت دونوں برابر ہیں اور جو کوئی مصامت دین اور ترغیب مسلمین کے لئے جہر کرتا ہے اس کے لئے صدقہ اور قرأت جہر میں برابر ہیں بلکہ قرآن میں ایک یہ امر زائد ہے کہ اس میں نفس قرأت سے بھی دوسروں کو نفع پہنچتا ہے کہ اگر ثواب حاصل کرتے ہیں بخلاف صدقہ کے کہ وہاں فعل سے دوسروں کو خاص نفع نہیں ہوتا البتہ ترغیب ہوتی ہے پس اگر وہ اس پر عمل کریں تب ثواب ہوگا۔ غرض صدقہ اور قرأت کا حق سر و جہر میں ایک حکم ہے و ہوں مختلف باختلاف

الْعَرْغَلِبْتُ الرُّومَ: اہل روم کو بدرے کچھ پہلے تو فارس سے شکست ہوئی تھی اور بدرے کے ساتھ ساتھ فارس پر غلبہ ہوا تھا پس اگر غَلِبْتُ (بصیغہ معروف) پڑھا جائے تو آگے چل کر آخر آیت پر سَيَغْلِبُونَ پڑھا جائیگا۔ اور معنی یہ ہونے کا ہے (یعنی عین فتح بدر کے ہمراہ) تو رومی غالب ہوئے مگر آئندہ مغلوب ہو جائیں گے چنانچہ چند سال بعد روم پر مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور اس صورت میں فَتَوَلَّوْا کے معنی بھی ظاہر ہی رہیں گے اور قرآنی ترجمہ تو ہے ہی۔ اور اگر غَلِبْتُ (بصیغہ مجهول) پڑھیں تو آگے چل کر سَيَغْلِبُونَ (بصیغہ معلوم) پڑھا جائیگا اور اب غَلِبْتُ اشارہ ہوگا اس شکست کی طرف جو ابتداً اہل روم کو ہوئی تھی اور سَيَغْلِبُونَ کے یہ معنی کہ عنقریب فارس ہی پر جن سے اب شکست ہوئی ہے غالب آئیں گے لیکن اس صورت میں فَتَوَلَّوْا کے یہ معنی ہونے کے فطرت الایہ یعنی مسلمانوں نے اسکو پڑھا اور اسکا مطلب ظاہر ہو گیا کیونکہ یہ قرآنی پیشین گوئی کی تصدیق ہوگئی کہ مغلوب ہو کر پھر غالب ہوئے اگرچہ نازل پہلے ہو چکی تھی۔ یا نزول کے معنی اصل رہیں مگر قی کو کسی نے نہ لیا جائے کھاروا واد فی مواضع شتی فاحفظہ۔ ولاتنس۔ والذکر والامتن۔ معنی ہر دو قرأت کے ایک ہیں گو یہ قرأت شاذ ہے مگر چونکہ ابوودر اور کبلاؤا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی تھی لہذا اللہ تعالیٰ میں شاذ نہ تھی۔ اور وہ اسکو چھوڑنا پسند نہ کرتے تھے۔ البتہ دوسروں کو قرأت کی ممانعت نہ کرتے تھے۔

نَسِیَانِ قُرْآنِ اعظم الذلّوب اور مذموم وہ ہے کہ ایسا بھلائے کہ دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے اور کسی قسم کا اثر یا دے ہوئے کا باقی نہ رہے اگرچہ حافظ تھا یا ناظرہ خواں۔

عن قتادة انه قال هي منسوخة: پہلی دو روایت میں اور اس میں تطبیق یہ ہو سکتی ہے کہ یہ مطلب ہے کہ آیت پہلے تو عام تھی بعدہ حق حضرت میں منسوخ ہوگئی گو صلوة علی اللہ ارحمہ اور بارہا تحریری تبدل باقی ہے (گویا عام سے اب خاص ہوگئی) والتخصیص نسخ عندنا فلا جناح علیہ ان یطوف بہا: دو فریق تھے ایک تو اسوجہ سے طواف صفامروہ کو مکروہ کہتے تھے کہ وہ ہمیشہ سے منافیہ کے نام کا احرام باندھتے تھے جو انکابت تھا اور صفامروہ پر اور بت کھڑے تھے لہذا یہاں طواف کرنا بڑا جانتے تھے وہی کرابت لکھ دیں جس رہی اور دوسرا فریق اسوجہ سے مکروہ سمجھتا تھا کہ یہ تو رسم جاہلیت ہے غرض بڑا کھنے میں دونوں موافق تھے وجہ مختلف تھیں اس پر اللہ تعالیٰ نے لاجنہ نازل فرمایا کہ طواف میں تنہا نہیں اب عدم اثم تحقیق وجوب و فرضیت واستحباب سب کے ضمن میں پایا جاسکتا ہے۔

فاستلمہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صلوة خلف لمقام مستحب ہے اور استلام بعد الفرائض میں ثابت ہوا۔

ادعونی اسجلب لکم: بالذعاد هو العبادۃ کے یا تو یہ معنی کہ ادعونی سے مراد اعبدونی ہے یا یہ کہ دعا کرنا بھی ایک عبادت ہے۔

فمنزلت ان ینکمن الخ:۔ اس آیت کے متعلق دو مسئلے میں ایک تو یہ کہ ولی کا ہونا شرط نکاح کیا نہیں۔ دوسرا یہ کہ اجبار کس پر ہے کس پر

نہیں یہاں ترمذی مسئلہ ولایت نکاح پر استدلال کرتے ہیں کہ اس سے اولیاء کا اختیار معلوم ہوتا ہے۔ پس ترمذی کا یہ استدلال ہم بھی مانتے ہیں مگر یہ تو یہاں سے معلوم نہیں ہوتا کہ بدو ن ولی کے نکاح درست ہی نہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ وہ منع کر سکتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اب انکو منع کرنے سے باز رکھا اور پھر نکاح کو نساوان کی طرف منسوب کیا اب تو یہ تنقیح کی دلیل ہوگئی کہ وہ خود بھی نکاح کر سکتی ہیں (کتاب النکاح میں اسکا بیان گذرا)۔

صلوٰۃ وسطیٰ ۱۰ بموجب قول صحیح و مشہور عند الخنفیہ صلوٰۃ عصر ہے چنانچہ روایات صحیحہ اکثر اس پر دال یا منقطع ہیں چنانچہ اسکی بیان گذر چکا ہے اب شوافع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمانے سے استدلال کرتے ہیں کہ چونکہ معطوف و معطوف علیہ متماثل ہوتے ہیں لہذا صلوٰۃ وسطیٰ اور بے اور عصر اور خفیفہ کی طرف سے اسکا ایک تو جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر فرمایا ہوگا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسکو من القرآن کچھ لیا ہوگا اور اگر تسلیم کیا جائے کہ قرآن ہی میں سے ہے تو پھر یہ عطف تفسیری ہے جو متماثل کو نہیں چاہتا کیونکہ اس قرأت کے معنی ایسے بتانے چاہئیں کہ دوسری صحیح روایات کے معارض ہوں اور اگر عطف نہ ہو تو اس قرأت کو مشورہ نہیں گئے۔ اسکے علاوہ یہ قرأت شاذ عند الخنفیہ کو بمنزلہ خبر واحد ہے بھی بڑے شوافع تو اسکا مرتبہ اتنا بھی نہیں مانتے پھر انکا استدلال اس سے کس طرح ہو سکتا ہے۔

یحا سبکھ بدہ اللہ الخ اللہ تعالیٰ کی مراد تو ابتداء ہی سے مساوی و مساوی کے ضمن لیکن چونکہ مخاطب سب کو عام و شامل کچھ لہذا

گھبرائے پس اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بیان فرما دیا جیسے کہ حتی یقین لکھ الخیط الابيض من الخیط الاسود میں ابتداء ہی سے من العجور مراد تھا لیکن تصریح نہ تھی جب غلط فہمی سے اس قدر غلط مراد مطلب سمجھ لیا تو اللہ تعالیٰ نے لفظ من العجور نازل فرما کر یہ تصریح بیان فرما دیا غرض اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے شبہ کا اس طرح جواب دیا کہ لایکلف الا فرما دیا جس سے صحابہ سمجھ گئے کہ وساوس داخل نہ تھے۔ یہ جواب اس طرز پر تھا اور دوسرا جواب حضرت عائشہ کا ہے اور واقعی وہ افضل جواب ہے کہ جب صحابہ آیت کے نزول سے مضطرب ہوئے تو فرمایا گیا کہ امور صغیرہ حقیرہ مصائب سے معاف ہو جاتے ہیں اس جواب سے یہ خوب سمجھا جاتا ہے کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ وساوس تو مصائب سے معاف ہو جاتے ہیں جسکے ہم لوگ عاری ہیں اور وہ صغیرہ و حقیرہ امور ہیں جن سے بچنا سخت مشکل ہے الا ماشاء اللہ اور اقول جواب وہی تھا کہ لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ محققین کے نزدیک وساوس و خطرات معاصی بھی مذمت کے کسی مرتبہ سے خالی نہیں۔ پس چاہیے کہ ان سے بھی اجتناب کیا جائے چنانچہ محققین نے ثابت کیا ہے شیخ محمد نے لکھا ہے کہ شیخ اکبر نے وساوس پر بھی ایک قسم کا مواخذہ ثابت کیا ہے اور وساوس و خطرات میں بھی ایک نوع کے اختیار کا دخل مانا ہے گو غیر معلوم ہو۔ تنقیح کے بے کلام میں بھی مصیبت ہے باقی یہ بات کہ آیا وہی مصیبت کبھی جانے جسکا غم

تھایا اور کوئی اس میں صحیح یہ ہے کہ صرف عزم کا گناہ ہوگا (وزا لکھت
کلمۃ تقطن تقریر اسلام)

کنتم خیر اصحابہ:۔ اہم سابقہ انھیں ہونے کے مکر معلوم نہیں وہ
کون کون ہیں البتہ یہ معلوم ہے کہ سترہویں امت اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے
کیونکہ آپ نے فرمایا ہے (وأنظر فی الحاشیہ یا نقل عن مولانا محمد سقنی)۔

والنزل فیہا لئن المسلمین والمسلمات:۔ کہ زمین جب انہوں نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا کیا حال ہے کہ ہمارا ذکر
قرآن میں صرف کیا کہیں بھی نہیں چنانچہ روایات میں مفصل ہے یہ مختصر
روایت ہے۔

فجزاءہ جہنم خالد۱۰:۔ اگر مومن ہو کر قتل نفس کرے تو جزا
جہنم ہے باقی سورہ فرقان کی استشارہ میں الا الذین امنوا انما یہ
مطلب ہے کہ حالت گمراہی قتل کیا اور پھر اسلام لایا بشور یہ ہے کہ
ابن عباس قائل نفس کے لئے جہنم کے قائل ہیں (بیم واری کے تھنہ
جام کے اختلاف روایات کا فیصلہ افسوس کہ ہماری تقریر میں نہیں)۔

نظرونی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:۔ یعنی میں خود
الی المشرکین وہم الف واصحابہ ثلاث۱۱:۔

زیادتی کے بارہ میں صحیح یہ ہے کہ ۳۱۲ تھے (اور عدد بھی مروی ہیں)
چونکہ وعدہ علی الثمین عیسا نقیر کا تھا اسلئے آپ کے اضطراب تھا کہ ممکن
ہے کہ یہاں جزیرہ ہوا اور پھر بحر پر فتح ہو (علامہ اوزبی و عامر وغیرہ
شافی وعدہ نہیں) شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس موقع میں حضرت
ابوبکرؓ کا کشف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سابق ہو گیا۔ یعنی

لہ ف لا تہلک

آگے بڑھ گیا۔

ثرد عاہ فقال لاینبغی لاحد:۔ اور دوسری روایت سے
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ سے راستہ میں ملے ہیں پس وجہ تفریق یہ
ہے کہ آپ نے ابوبکرؓ کو طلب کر لیا مگر وہ چلے گئے تھے منطہ تب
آپ نے وہ کلمات فرمائے اور حضرت علیؓ کو روانہ فرمایا طلب کے بعد
حضرت ابوبکرؓ کا بلجنا اور آنحضرتؐ ضروری نہیں اور ایسے ہی لاینبغی لاحد
کلمات کا انکے سامنے فرمایا جانا ضروری نہیں۔

لنسلکتمھرا جمعین اکو اتو عما کانوا یعملون کے فوافضل
کو بیان فرمایا ہے اس لئے لا الہ الا اللہ سے تعبیر کیے یا یہ کہ مروج
تفسیر میں الفاظ عام سے خاص مراد لیا گیا ہے اور فی الحقیقت تو اصل
اعمال یہی ہیں اور جو کچھ عمل میں وہ اس کے فروعات و شعلات ہیں۔
الووح من اصور لہ:۔ یعنی تم حقیقت نہیں دریافت کر سکتے
اتما کھو کہ امر رب ہے اور بعض محققین نے جو عالم کی اقسام کی ہے
وہ کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ منجملہ اور انواع کے روح عالم امر سے
ہے پس ہم کو صرف اس قدر اطلاع دینی کہ اس قسم سے ہے۔

فیقول انی عبدت من دون اللہ:۔ اس روایت میں اقرار
خطا کا ذکر ہے بعض میں یہ نہیں۔ اگرچہ حضرت عیسیٰؑ کا اسمیں کچھ تصور
نہ تھا لیکن چونکہ قرین کو خوف زیادہ ہوتا ہے لہذا درجہ نبوت کی یہ بھی
خطبہ اور حضرت عیسیٰؑ کے جو بعض کلمات نقل کئے گئے ہیں وہ چونکہ
قدما وہم تھے اس لئے گویا حضرت عیسیٰؑ باعث شیعہ کے لوگوں نے انکو
ابن اللہ کہا۔ گو حضرت عیسیٰؑ نے جو کلمات کہیں فرمائے تھے مثلاً

ابن اللہ وغیرہ اتودہ اصل معنی پر معمول نہ تھے لیکن عتاب ہو سکتا ہے کہ صاف کیوں نہ کہا یا کیسے کہ نہا مشایہ عذر فرمایا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو اپنے قصیدیں لہر بلیغ منہا مبالغہ منی فرمائی ہیں مطلب یہ ہے کہ والدہ کو میرے برابر رنج نہ تھا و جیسا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ایک ماہ کی مدت گزر گئی تھی لہذا انکار کچھ کم ہو گیا تھا۔ لکن لایخص اس کے علاوہ بات یہ ہے کہ گود والدہ ہی کیوں نہ ہوں جس قدر رنج اپنے نفس کو ہوتا ہے دوسروں کو اس سے کم ہی ہوتا ہے۔ مسلح حضرت ابو بکر کے خالہ کے بیٹے ہوتے تھے آج کچھ تقریر نہ ہوئی تھی ا۔

اہل بیت سے مراد: اہل سنت کے نزدیک یا تو ازواج مطہرات ہیں مع حضرت حسین علی و فاطمہ رضی اللہ عنہم کے یا صرف ازواج ہی مراد ہیں اول قول زیادہ مشہور ہے غرض اہلسنت کے نزدیک ازواج کے داخل اہلیت ہونے میں اختلاف نہیں شیعہ اسکا خلاف کہتے ہیں باقی آپ کا انکو رد اور میں لیکر فرماتا کہ ہؤلاء اہل بیعتی بنا بر قول مشہور تو یہ ہے کہ اس سے صبر نہیں ہوتا اور علی قول ثانی تو بہت ہی ظاہر ہے کہ چونکہ یہ حضرات مصداق اہل بیت سے خارج تھے لہذا آپ نے انکو بھی ایک جگہ جمع فرما کر داخل اہلیت کیا۔ باقی رہیں ازواج وہ تو پہلے سے خود ہی داخل ہیں انکو داخل کرنے کی اب ضرورت نہ تھی اس لئے فرمایا کہ افرسلتمہ انت علی مکانک یعنی تم خود اپنی جگہ اور مرتبہ پر ہو اب تم کو داخل ہوئی کی ضرورت ہے تم تو اصل مصداق ہو۔ اور علی القول المشہور حضرت ام سلمہ کو اس میں نہ لیا اس لئے کہ

حضرت علیؑ غیر محرم اس میں موجود تھے۔

انا خیر من یونس ۶۰: ایک یہ بھی صورت ہے کہ فقد کذب کے معنی فقد اخطا کے ہوں یعنی گویا تیری نفسہ درست ہے مگر اس نے اچھا نہ کیا خطا کی۔

یخرج من الارض کھدیثۃ الدخان :- اس قصہ میں حضرت ابن مسعود کو واعظ کی تکذیب کرنی تھی کہ اس نے اسکو عذاب آخرت سے بکھا حالانکہ یہ دنیاوی عذاب ہے اور انکی یہ غرض قول منصور سے خوب معلوم ہوتی ہے کہ ابن مسعود کو اسکی تردید کرنی تھی کہ یہ عذاب آخرت سے ہے۔ باقی اس روایت کا ابطال مقصود نہیں جس میں دھان کا کلخنا قرب قیامت میں ثابت ہے مطلب یہ ہے کہ وہ عذاب دنیاوی ہو گا نہ کہ آخری۔

لیلۃ الیخن :- کے بارہ میں ما صاحبہ احد کے یا تو یہ معنی لئے جائیں کہ خاص ملاقات جنات و جہنم کے موقع خاص پر کوئی ساتھ نہ تھا یا تعدد قصہ پر حمل کیا جائے گا کہ ہوا مشہور نہیں اس میں ابن مسعود کی روایت ترقہ طیبہ و ما مشہور میں تعارض نہ ہوگا۔ شوافع اس روایت کی تضعیف کرتے ہیں مگر حنفیہ تعدد وغیرہ پر حمل کر کے رفع تعارض کرتے ہیں۔

ما ذکر ابن الزبیر جیدہ :- حضرت ابو بکرؓ نمازیں ابن زبیر کے انکی والدہ اسماء بنت ابی بکر ہیں۔ رضی اللہ عنہما اجمعین۔ الشق القمر بمکہ ثمرین :- ممکن ہے کہ مراد تعدد اشتقاق ہو اور ظاہر یہ ہے کہ ثمرین سے مراد جدو بخور ہے جو جانا نہ لکھا جاوے فی الروایات

وَسَقَاتِیْنِ مَسْکِیْنًا۔ یہ مؤید ہے خفیہ کے کیونکہ وہ فی مسکین
ایک صاع دلواتے ہیں اور وہی پورے ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ پس
معلوم ہوگا ایک صاع فی مسکین دیا جائے ثواب نصف فرماتے ہیں۔
فلہ یبقی الا اثنا عشر رجلاً۔ یہ شوافع کی مخالفت ہے کیونکہ ان کے
یہاں جمعہ چالیس آدمیوں سے کم میں ہوتا ہے نہیں (انہوں نے جواب
بھی دیئے ہیں۔ مسلم کی تقریر میں اسکا پورا بیان ہے)
ابن ابی کے قصہ میں حضرت عمر کا ضرب عنق هذا المنافق فرمانا
ممکن ہے کہ بعد نزول وحی ہو۔

فلما اصبحنا قرء علیہ السلاہ ممکن ہے کہ نزول وحی تو
آپ کے ضحک فرمانے اور کانٹے سے پہلے ہو چکا ہو مگر آپ نے
اس قدر برسر فرمایا۔ زبان سے وحی وغیرہ کی خوشخبری نہ دی کہ وہ
کل کو جمع عام میں سنا دی جائیگی کچھ جلدی نہیں اور یہ بھی ہو سکتا
ہے کہ اس وقت تک وحی نہ آئی ہو مگر آپ نے انکو علم میں گھنٹا رکھ
کر انکا ازالہ رنج کر دیا اور واقع میں آپ انکو اس معاملہ میں قبل ازوق
کاذب نہ سمجھتے ہوں بلکہ طرزیسا ہو گیا ہو جس سے انکی تکذیب بھی معنی
ہو شدا انہوں نے حال بیان کیا اور ابن ابی نے انکار کیا آپ نے قصہ
کو تاد کرنے کو مدافعا فرمایا کہ خیر تم نے نہیں کیا ہو گا ان سے غلطی ہوئی
وغیر ذلک پس یہ اپنی تکذیب سمجھے جب آپ انکو علم میں مبتلا دیکھتے ہیں
تو عاصف صاف فرمانا تو مصاحت نہیں سمجھتے کہ تم صادق ہو کیونکہ پھر
ابن ابی اسکو اپنی تکذیب سمجھتا اور قصہ بڑھے گا البتہ آپ نے کانٹکر

اور ضحک فرما کر انکا ازالہ رنج کر دیا اور بعد کو وحی میں نازل ہو گئی واللہ
شہید انھیں لگا ذبیوں کے معنی میں اس تمام قصہ اور روایت
سے سمجھ میں آگئے کہ اس واقعہ سے یہ استدلال کرنا کہ ہمارا صدق و
کذب اعتقاد ہے یہ استدلال درست نہیں اور یہ کہ مستدین نے تو
معنی سمجھے تھے مگر جن لوگوں نے جواب دیا وہ جس بلاکھے جواب دینے
لگے۔ آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ جب منافقین نے انک لورسول
اللہ کہا تو منظور انکو اپنے قول سابق اور مافیہ النزاع کی نفی تھی اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اپنے اس قول میں کاذب ہیں یعنی واقع میں
انہوں نے یہ قول کہا ہے۔ اور اب غلط انکار کرتے ہیں۔ اعلیٰ عرض
انک لورسول اللہ سے تصدیق رسالت نہ تھی بلکہ مراد اس جملہ سے
اپنے قول سابق یعنی لا تنفقوا وغیرہ کا انکار تھا جیسے کسی کے باپ کو
خبر پہنچے کہ بیٹا کچھ کو گال دیتا ہے اور وہ عرض کرے کہ حضرت آپ تو
میرے والد محرم ہیں اس سے اثبات ولایت مقصود نہیں ہوتا بلکہ
انکار ونفی الامانت۔ ایسے ہی یہ قول اثبات و تصدیق رسالت کے لئے
ذہما بلکہ ازالہ قول سابق کے ہے (وما هذا القول الا من فضل
اللہ العظیم)۔

تحریم کے قصہ میں تیسری دفعہ اذن لیکر حضرت عمر نے بندہ آواز
سے یہ فرمایا کہ واللہ میں کسی کی سفارش کے لئے نہیں آیا اور اگر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں تو میں حصہ کی گردن مار دوں یہ بعض روایات
سے ثابت ہے چند دفعہ اذن نہ ملنے سے عمر کو خیال پیدا ہوا کہ شاید آپ
جھکو سفارش سمجھتے ہیں اور اسکو پسند نہیں فرماتے کہ اذن دیکر سفارش

سُن لیں اور پھر قبول نہ فرمائیں۔
بعد ازاں السہار ۱۷ یا ۲۱ یا ۲۲ الخ شک رہی ہے اس تعداد
میں اور محاسن میں تعارض نہیں یا تو باعتبار حرکت سریع و بطی کے یا
باعتبار قطع مسافت و مقعر و محدب کے۔
لعل تکن النجوم ترمی بہا۔ یعنی بجز تہ یا یہ کہ دفعہ ثانی میں
کی غرض سے نہ چھینے جاتے تھے اور غرض سے رمی ہوتی ہو تو اس کے
معارض نہیں۔

والشہادۃ یوم الجمعة۔ عذر اور جمعہ کی فضیلت میں تعارض
نہیں یا تو باعتبار جماعت مختلفہ کے یا کہا جائے کہ ہفتہ کے تمام ایام میں
جمعہ افضل ہے اگر عذر جمعہ کو واقع ہوتا ہو تو اور بھی زیادہ فضیلت
ہو جائیگی۔

کان العجب باہتہ۔ ہیں اسلئے میں تمہاری کثرت کو دیکھ کر کچھ
الفاظ پڑھتا ہوں تاکہ اس قسم کے خیال سے محفوظ رہوں۔
لیلۃ القدر میں بعض حضرات نے تو پوری تعین کر دی ہے کہ
شب ۲۷ یا عشرہ آخر میں ہے اور امام صاحبؒ اور بعض حضرات فرماتے

لے مقعر و محدب علم ہیئت سے معلوم ہوتا ہے حاصل جواب یہ ہے کہ ۲۳ یا ۲۲ میں تو
صرف درمیان حامل کو بیان ذکر کیا ہے اور قس دانہ میں درمیان فاصلہ کے ساتھ آسمان
کے قہقہے مٹایا کہ وہیں شامل کر لیا ہے مثلاً کس مکان کے اندر کی باندی بھی تو ہم جنت
تک بیان کرتے ہیں اور کبھی مستف کی مقدار کو بھی داخل کر کے ایک آدھ گز

زیادہ بتلاتے ہیں ۱۲۔

ہیں کہ تمام رمضان میں احتمال ہے اور بعض علماء نے بہت وسعت کی
ہے کہ تمام سال میں احتمال ہے چنانچہ ابن مسعودؓ کا ظاہر قول اسکا
مؤید ہے اور ابی بن کعبؓ کے قول سے تعین کی تائید ہوتی ہے باقی
انکا علامات بیان کرنا اسکا جواب دوسرے حضرات یہ دیں گے کہ جس
رمضان میں انہوں نے ۲۷ کو علامت دیکھی اس سال اس شب میں
واقع ہوتی ہوگی۔ روایتی و نور ظاہر ہونا کوئی لازمی امر نہیں اور نہ ثابت
ہوتا ہے لیکن ہو جائے تو انکار نہیں کر سکتے۔

انہا ہوا جمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ روایت
مختصر ہے حضرت عروہؓ نے سب جمع سے اس کے معنی دریافت فرمائے
تھے سب نے ظاہری معنی (فتح مکہ وغیرہ) بیان کئے آخر میں ابن عباسؓ
سے پوچھا انہوں نے فرمایا کہ اس سے مراد اجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ہے حضرت عروہؓ نے تائید کی کہ جھکو بھی یہی معلوم ہے۔ ابن عباسؓ
فرماتے ہیں کہ عروہؓ نے غالباً عبدالرحمن بن عوفؓ کو اس بات کا جواب
دینے کو یہ معاملہ کیا تھا۔ ابن عوفؓ ابن عباسؓ کے قرآن میں شاعر
بھی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ نے یہ تفسیر اس طرح سمجھی کہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب فتح اور دخول ناس فی الاسلام ہو گیا اب
آپؐ استغفار کو سب کس پر منحہ نبی کا کام ہدایت تھا معلوم ہوا کہ وہ
ختم اور پورا ہو چکا۔ اب آپؐ کو دنیا سے رخصت ہونا چاہیے کیونکہ انبیا
دنیا میں پہنچ پڑنے کی غرض سے نہیں آتے بلکہ ہدایت کے لئے تھے اب کار

لے یہ بھی تحقیق کرنا چاہئے ۱۲

نوت و ہدایت تمام ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام سے تسبیح
کرنی چاہیے پس دنیا سے قطع ہو جانا چاہیے ظاہر یہ ہے۔ باقی صحابہ کا
فہم اور رائے حال تھی کیا جب ہے کہ کسی اور مناسبت سے سمجھ میں
ابواب لدعوات یندر التذقی کل ایحیائہ یعنی اُن احیان کے سوا
جن میں نہ ذکر الہی ہے جیسے خلا وغیرہ کی حالت۔

ایحیائ بعد الماتنی۔ وغیرہ موت و حیات میں تشکیک ہے کمال حیات
اہل جنت کی ہوگی ہماری حیات میں بہت سے نقص شامل ہیں ایسے
ہی شہداء کی حیات بھی ایک درجہ کی حیات ہے اسی طرح موت
مقتدرات ہے، تم بھی کسی درجہ میں میت ہے گو کمال موت حاصل نہ ہو۔
تعطف العز و قال بہ۔ یعنی عزت کو رد یا بنایا اور اسکو
اپنے لئے خاص کر لیا۔ یا اسی کے مطابق جزادی قال افعال عامیں
سے ہے ہر ایک مناسب معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ یا قال بہ کے معنی
ہیں اگر بہ کے اسی کا امر کیا کہ میری تعظیم و عزت کرو یا یہ کہ اسی کے
مناسب احکام جاری کئے جلی ہوگی روایت میں فاذا قال من لہ جنت
رفع یدہ سے مراد قیام بعد الکرعین ہے۔

ادعیہ طویلہ کے جواز میں کلام نہیں البتہ فرائض میں امام صاحب
انکو اولیٰ نہیں فرماتے ہیں بلکہ جواد علیہ قولاً ثابت ہیں اور عادت شریف
فرائض میں ہمیشہ وہی رہی ہے انکو اولیٰ کہتے ہیں اگر آپ نے فرائض
میں ایحیائ ادعیہ طویلہ پڑھیں بھی تو اس سے جواز معلوم ہوتا ہے مداومت
اور عادت صرف ادعیہ مختصرہ کی قسم جو احادیث قول سے ثابت ہیں
مثلاً سبح اسمہ نازل ہوئے پر آپ نے فرمایا کہ اجعلوہا فی مسجد کچھ

البتہ نوافل میں عادت شریف طولیٰ میں اور شروع میں امام
ادعیہ طویلہ کو اولیٰ فرماتے ہیں اس روایت میں قام الی الصلوٰۃ
المکتوبہ آیا ہے یا تو یہی جواب ہے کہ ایحیائ ایسا بھی کیا اور اس
سے صرف جواز نکلا ہے یا یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرائض میں الکتوبہ
کو بیان کیا اس کے بعد ادعیہ کا ذکر فرمادیا۔ یہ نہیں کہ یہ ادعیہ بھی فرائض
کی تھیں۔

رتکم لیس یا صم ولا غائب: مراد یہ ہے کہ حد سے زیادہ شورت مچاؤ۔
پس مطلق رفع صوت کی ممانعت نہیں ثابت ہوتی بلکہ اس قدر حد سے
زیادہ چلانے کی جس سے خود چلانے والا بھی مشقت میں پڑے چنانچہ
اور روایات سے یہ مضمون ثابت ہے۔

اسم اعظم فی الایمانین: یا تو یہ کہ لا علی التین دونوں میں ہے خواہ
کسی میں ہو یا یہ کہ ان دونوں میں مشترک ہے پس اب اگر ہو گا تو
ایسا کلمہ ہو گا جو دونوں میں موجود ہو بعض نے تاویل کی ہے کہ
مراد وہ اسم اعظم نہیں جس پر قبول و عاذ وغیرہ کا وعدہ ہے بلکہ جو کچھ
اسما الہی اعظم ہیں اسلئے انکو بھی فریماذی الجلال والاکرام کو بھی
بعض نے اسم اعظم مانا ہے جس پر استجاب دعا کا وعدہ ہے۔

واجعلہ الوارث: یا تو ضمیر خود جعل کی طرف راجع ہے جو صیغہ امر سے
ماخوذ و مفہوم ہے پس معنی یہ ہیں کہ جعل کو باقی رکھو۔ یا ضمیر راجع ہے
مذکورات کی طرف اور مطلب یہ ہے کہ انکو باقی رکھو۔ یا یہ معنی کہ
ہمارے بعد انکو ہماری اولاد و ذریات کو بطور میراث عطا فرماؤ۔

رحمتی غلبت غضبی: کہ یہ معنی تو ہو نہیں سکتے کہ ایک زیادہ ایک کم ہے
کیونکہ صفات اللہ غالب و مغلوب نہیں پس مطلب یہ ہے کہ مشغولات

رحمت زیادہ ہیں بہ نسبت تعلقات غضب کے معلومات زیادہ ہیں
بہ نسبت مقدورات کے یہ نہیں کہ علم زیادہ ہے قدرت سے اور عمدہ
معنی یہ ہیں کہ غضب کا مبنی اور وجہ بھی رحمت باری ہوتی ہے پس
سبقت اور غلبت کہنا درست ہو گیا
قبض اصابہ و لبسط السباب :- معلوم ہوا کہ اشارہ بالاصح آنر صلوٰۃ
یک رہنا چاہئے (کمایدل علیہ ہذہ الروایۃ صواحۃ)
تسلیم احمجار :- و جزو جزات کی روایات ہے معلوم ہوتا ہے کہ لوراک
ہر شے میں ہے باقی اتنی بات ہے کہ وہ ہر کسی کے لئے استعمال نہیں ہو سکتا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب پر عنق ٹخا فوراً آیا۔ ایسے ہی
حجر نے آپ کو سلام کیا پس ادراک ہے لیکن عوام کے لئے خواہ خواہ صرف
نہیں ہوتا۔

ام سلمہ کی چند باتیں معلوم ہوئیں۔ واجب التعظیم سے داعی یا
صنیر کے آگے ہو کر چلنے کا جواز استقبال کا مسنون ہوا۔ ام سلمہ کا
فہم عالی کہ گھبراہٹ نہیں بلکہ اللہ و رسول اعلم فرمایا۔ و غیر بعض صحابہ ایسے
موقع پر گھبرا گئے ہیں۔

سید اکہول اہل الجنۃ :- یا تو وقت کے اعتبار سے یعنی جو لوگ سن کہوت
میں وفات پا گئے ہیں انکے سردار۔ یا باعتبار حصول کمال ایمانی کے یا
یعنی جو لوگ بسن کہوت ہو کر مومن کامل ہوئے ان کے سردار ہونگے۔
سمیع و بصیر :- صحابہ کے علاوہ روایات میں ہے کہ صحابہ نے عرض
کیا کہ ابو بکر و عمرہ کو باوجود قدر و منزلت کے آپ کسی جگہ کا عامل
نہیں بناتے۔ تب آپ نے فرمایا کہ لا بی عنہما وہ تو بمنزلہ سمیع و

بصر ہیں پس میں انکو اپنے سے مجاہد نہیں کر سکتا۔

صواحب یوسف تشبیہ یا صرف اس امر میں ہے کہ جیسے وہ ایک
بات پر حرم گئیں تھیں ایسے ہی تم بھی ہو اور یا یہ کہ جیسے انکے دل میں
خیانت تھی تمہارے دلیں بھی غرض پوشیدہ ہے کہ رقت و غم کا
جو عذر حضرت عائشہ نے کیا وہ درست تھا اور سچا تھا لیکن دلیں
انکے یہ بات تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض ہے ترقی پر
اگر انتقال کیا تو لوگ امامت ابی بکر کو منسوب خیال کریں گے اس لئے
وہ اسکو ماننا چاہتی تھیں۔ حضرت حفصہؓ اس خیال مخفی کو نہ سمجھیں لیکن
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کم تک پہنچ گئے اس لئے آپ نے یہ جملہ
فرمایا۔ اخیر مطلب تحقیق معلوم ہوتا ہے۔

لو کان بعدی نبی لکان عمرہ اس سے حضرت ابو بکرؓ کی قابلیت
کی نفی نہیں نکلتی اور چونکہ افضلیت ابو بکرؓ ہر اجماع ہو چکا ہے لہذا
یہاں بھی مراد ہوگا کہ ابو بکرؓ کے سوا اور بعض حضرات نے انبیاء کی ذو
قسیمیں ہیں ایک تو صاحب کتاب و شریعت مستقلہ اور ایک وہ کہ
سابق نبی کی شریعت کی ترویج و تائید اور اسکی کتاب پر عمل کرے
البتہ مثل مجدد کے ان احکام کی باندی کی تائید کرے جسکو لوگوں نے
چھوڑ دیا ہے جی شان میں علماء اہل حق کا بنیاد نبی اسرائیل وارد ہے۔
پس مجدد اول قسم کے نبی کی گنجائش و احتمال نہ تھا اس لئے عمرہ کو فرمایا گیا
اور ظاہر ہے کہ اس قسم کے مناسب حضرت عمرؓ ہی کی شان کہ اشدھو
فی امر اللہ تھے تجدید کے لئے بھی مناسب تھے ہاں اگر قسم اول کا
احتمال ہوتا تو اسکے لئے ابو بکرؓ زیادہ تھے۔

لرجل من امت محمدؐ۔ اس کے جواب میں آپؐ نے انا محمدؐ فرمایا۔ مطلب تو یہ ہے کہ میں تو خود موجود ہوں۔ اور حقیقہ یہ زبان عرب میں جب آل فلاں یا قوم فلاں بولتے ہیں تو وہ فلاں بھی اس سے خارج نہیں ہوتا بلکہ بعض دفعہ تو خود وہی مراد ہوتا ہے چنانچہ اعملو الی داؤد وغیرہ سے استعمال ثابت ہے اس بیان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انا سید ولد آدم ہوں لاختر سے صرف فضیلت علی بن آدم ہی ثابت نہیں بلکہ خود آدم علیہ السلام پر بھی فضیلت ثابت ہوئی ہے کیونکہ جیسے آل اور قوم فلاں کہنے سے فلاں خارج نہیں ہوتا ایسے ہی حضرت آدمؑ بھی یہاں سے خارج نہیں۔ اولاً فقیر شبہات فی هذا التقدير كما لا يخفى على من اعطى فهمنا من الله الکبیر۔ الشیطان یفر من عمرہ۔ یہ نہیں کہ منشا خوف آنحضرتؐ میں فرشتے کچھ کم تھا بلکہ وجہ یہ ہے کہ خود اس منشا کے خاص مظہر تھے اور یہ ممکن ہے کہ کسی میں منشا کسی شے کا کم ہو لیکن ظہور اس سے زیادہ ہوتا ہو پس چونکہ اس قسم کے امور کا ظہور حضرت عرہ سے زیادہ ہوتا تھا اس لئے شیطان ان سے بھاگتا تھا۔ یہاں کچھ زیادہ تقریر نہیں فرمائی اچانکہ عورت نے تذکرہ کر لی تھی آپؐ نے اجازت فرمادی کہ اس پر کفارہ وغیرہ نہ ہو اور یہ حیران نہ ہو اور کوئی امر حرام نہ تھا انہیں۔ البتہ کسی قسم کی برائی تھی۔ آواز اجنبیہ اگر خال از فتنہ ہو سکتا جائز ہے۔ اس عورت کا راک کوئی باقاعدہ تال سر کا راک نہ تھا۔

لعجب حیشہ میں بھی کسی قسم کی ناپسندیدگی تھی اسی وجہ سے آپؐ حضرت عائشہؓ سے بار بار چوتھے تھے کہ رھل مشبعت بعض نے ان واقعات

کو ممانعت سے قبل کا قصہ قرار دیا ہے پھر تو کچھ وقت ہی نہیں رہی بعض کہتے ہیں حضرت عائشہؓ اس وقت صغیر بن تھیب۔ صامعک ان کسب اپنا تراب۔ یعنی کسی لئے ان پر اعتراض نہیں کرتے اور کسی لئے خطبہ نہیں کرتے۔ اقلیت فی الاسلام میں اختلاف ہے ظاہر یہ ہے کہ خود کچھ اقل ہیں اور بچوں میں حضرت علیؑ اول ہیں بجز شکل یہ ہے کہ اسلام میں بعض ائمہ کے نزدیک معتبر نہیں۔ امام صاحب اعتبار کرتے ہیں مگر ایسا کہ اسکے ارتداد سے حکم قتل نہیں ہو سکتا۔ جعفر طیارؒ کی فضیلت معلوم ہوتا ہے کہ باعتبار سخاوت کے ہے۔ صحابہؓ کے فضائل میں باہم تعارض نہیں سب ثیار امت ہیں اور درجہ صحابیت میں سب برابر ہیں بعض خاص وجود سے اگر کسی کو افضل کہا گیا تو دوسروں کی مقصودیت لازم نہیں آتی۔

فرضی الله عنهم اجمعین و اخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی خیر ال بویۃ سیدنا و مولانا محمد وآلہ واصحابہ و اهل بیتہ الطاهرین و ائمتہ شریعتہ و اتباعہ اجمعین۔

ہزاروں ہزار شکر بدرگاہ ایزد متعال کہ مخزن تحقیقات امور
 دینیہ و گنجینہ احکام شریعت حنفیہ یعنی مضامین و مطالب متعلقہ
 سنن ترمذی شریف جو سلسلہ میں فخر المحدثین رئیس المفسرین حافظ
 شریعت نبویہ عالی طریقہ حنفیہ حامی سنت ناماتی ہدایت حضرت
 مولانا مولوی محمد محمود حسن صاحب کے حلقہ درس میں
 ان کی زبان فیض ترجمان سے نئے گئے تھے مختلف ابواب و مسودات
 سے بہت دیدہ ریزی اور محنت کے بعد سلسلہ میں معرض نقل
 و ضبط میں آئے۔

ح ————— ح

الفقیہ الکبیر سید اصغر حسین الحسینی النجفی الاولیٰ

الدیوبندی عظمیٰ

ذوالایادی - ۳ رجب ۱۳۲۱ھ

————— م —————